

سلسلہ تصنیف نمبر ۱

دیوان غالب

حسین

میرزا غالب کی خود نوشتہ سوانح عمری اور فرہنگ مثال ہی

مترجم

نظامی بدایونی

مطبوعہ نظامی پریس بدایوں

۱۹۲۰ء

مطبوعات نظامی پریس ہدایوں

۱۰۱۱۱۱۱۱

دیوان نالیپاٹا پیش

مشرح مرتبہ

مولانا نظامی ہدایوںی۔ بیس نجم جس میں شاکر محمود پی۔ ایک
ڈی کا مقدمہ شامل ہو۔ اور شرح پر نظر ثانی کی گئی ہو۔
نظامی پریس سے اس وقت تک جتنے آپڈیشن نکلے ہیں
ان سب میں لکھا فی چھپائی صحت ہر لحاظ سے بہترین نسخہ
ہو قیمت چار۔ جلد نہایت خوبصورت اعلیٰ قسم کے کارڈ کا
سے بنی ہوئی جلد تین روپے

دیوان تاجہ میر درد

ایک تشنقی فی نظم سے مقابلہ کر کے نہایت عمدہ طریقے سے
چھپایا گیا ہو۔ علاوہ چھپائی کی عمدگی کے صحت اور جدید رسم الخط کا
خاص طور پر لحاظ رکھا گیا ہو قیمت غیر ملکہ ہر جلد چار۔

نکات غالب جلد

مرزا اسد اللہ خاں غالب کی خود نوشتہ سوانح عمری، تصدیق اخلاق اور شاعری کے متعلق نکات اور
پوسپ لٹاٹ جس میں میرزا صاحب کا فوٹو بھی شامل ہو قیمت جلد صرف ایک چوبیس۔
ملنے کا پتا۔ نظامی پریس ہدایوں

پیشکش

مندی

سید ایں سودا

راں تقدیر ایک خوشگ

انی حال کا فخر حال

ولادت ویدایش اور ان

کے کلام کا نمونہ دیت ہو جلد

نہایت خوبصورت قیمت

فی جلد صرف

جسدا اول

پوسپ ایک کی آخری کما کا

کام و تہ سدا علی صبر جلد

ایک پوسپ مقدمہ کس میں

کے متعلق ایک خوشگ

پوسپ کا نمونہ دیت ہو

ایک چھپایا ہو جلد

پوسپ ایک کی آخری کما

غالب نام آورم نام و نشانم پیرس + ہم اسد الہم و ہم اسد الہیم



بحم الدولہ ویر الملک مرزا اسد اللہ خان صاحب
دیوان غالب و سلسلہ تصفیہ نمبر ۱



اردو

دیوان غالب

سلسلہ آصفیہ نمبر ۳

نظامی پریس برادریوں نے دیوان غالب کا سب سے پہلی مرتبہ جناب سید راس مسعود صاحب ہی کی
 اہمیت کی تحریک و ادارہ سے سلسلہ میں خاص اہتمام کے ساتھ چھاپا تھا۔ پہلا نسخہ بالکل معاشائے ہوا تھا۔ اس کے
 بعد سلسلہ میں سید صاحب جو مصروف کی ترقی ادب اردو کی اسکیم کے تحت میں اس کو دوسری مرتبہ شرح کے
 ساتھ شائع کرنے کی نوبت آئی۔ سلسلہ ادب سلسلہ میں چھوٹی تقطیع پر دو ہی شرح نسخہ دو مرتبہ پھر شائع ہوا۔
 سلسلہ میں سید صاحب کی مذکورہ بالا اسکیم کے سلسلہ میں نظامی پریس سے اعلیٰ حضرت قدر قدرت نے ان کی پیش
 ہائی نس میں عثمان علی خاں بہادر باقاعہ تاجدار و کن علامہ شاکر کے گراں قدر تھیلہ سے مراٹھی کی پیش
 جلد نہایت آب و تاب سے اشاعت پڑ پر چھوٹی جو سلسلہ آصفیہ کی پہلی کر دی تھی۔ دوسرا نہر جو اچھے میر و دکانقا
 جی کا دیوان حال ہی میں مراٹھی میں شائع کی تقطیع اور اسی شان کے ساتھ شائع کیا گیا جو۔ جسکی کیسائیت کو طوطا نگار تیسرے
 منصب پر دیوان غالب کا ہی ایڈیشن شائع ہوتا ہو۔ یہ نسخہ بالکل مسترد ہو۔ صرف اہل مطالعہ
 اور طالبان علم کی آسانی کے خیال سے آخر میں ایک فرہنگ دی دی گئی جو۔ میں میں شکل الفاظ کے معنی اور خاص
 غالی محاورات کا حل کیا گیا ہو۔ امید کی جاتی ہے کہ ہر شخص جو غور و خوض کے ساتھ مطالعہ کرنے کا عادی ہوگا
 اس فرہنگ کی مدد سے تمام مشکل اشعار کو سمجھنے میں خود ہی کامیاب ہو جائے گا اور اس کو کسی شاعر کی تخلیق
 لے فرہنگ میں شکل الفاظ کے معنی عزل دے گئے ہیں۔ یہ ان میں ہر عزل کا نمبر درج ہو اسی نشان سے ناظرین عزل
 کے الفاظ کے معنی فرہنگ میں تلاش کر سکتے ہیں۔

نہ رہے گی۔ چونکہ مصنف کے کلام کے معانی و مطالب سمجھنے کے لیے اُس کے حالات زندگی جاننے کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ اس لیے ہم اس مختصر تمہید کے بعد ”غالب کے خود نوشتہ حالات زندگی“ درج کرتے ہیں۔ اس کے پڑھنے سے ناظرین کو غالب کے اس خاص طرز فکر پر کیا جو انہوں نے اردو شاعری میں اختیار کی تھی اور جس سے اردو کے ادبی و علمی اور ادبی و ہندی کے صفحات بھرے پڑے ہیں لطف حاصل ہو جائے گا۔ غالب کی زندگی کا یہم رہ رہا چہ جو آپ کے سامنے ان صفحات میں پیش کیا جاتا ہے۔ انہیں سوتیلوں کی لڑی ہو جو خود اس قادر الکلام مصنف کے فلم کی گہری برسی کی بدولت مذکورہ بالا کتب کے صفحات پر بکھرے ہوئے نظر آتے ہیں۔ میں نے کئی سال ہوئے۔ مصنف کے ان تمام حالات کو بچہ اُنہوں نے اپنے دوستوں کو وقتاً فوقتاً اپنے خطوط میں لکھتے تھے ایک سلسلے میں جمع کیا تھا جو سب سے پہلے ”شکات غالب“ میں مرزا کے شکات اور لطائف کے ساتھ سلسلہ میں شائع ہوئے۔ امید ہے کہ ناظرین مصنف کی اس خود نوشتہ سرگزشت کو پڑھ کر وہی فائدہ اٹھائیں گے جو انگریزی مصنفوں کے اپنے طے لکھی ہوئی سوانح عمری آٹو بیا گری کے مطالعہ سے ہوتا ہے۔ اس کے مطالعہ سے اُن کو معلوم ہو جائیگا کہ خوش قسمتیت سے مولف کو چیدارش سے وفات تک کے حالات اس طریقے سے بیان کئے کہ ناھی سوانح عمری مرتب ہو گئی اور اُس کو کہیں پر نظر لگائے اور کسی تصرف کی ضرورت نہ پڑی۔ البتہ کسی کسی موقعہ پر وضاحت کی غرض سے نوٹ ضرور دینا پڑے ہیں۔ اور نوٹوں میں بھی زیادہ تر غالب ہی کے عبارتوں کے اقتباس لکھ کر کتاب کو زیادہ دلچسپ بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس دیوان میں غالب کی مستند تصویر اہر اُن کا عکس خط بھی شامل کیا جاتا ہے۔ تاکہ کتاب کی تکمیل میں کوئی کمی نہ رہ جائے۔

نظامی بریلونی

۲۴ اکتوبر ۱۹۶۲ء

ملکہ کتاب شکات غالب کچھ سفید کاغذ پر دیوان غالب پاکٹ ٹائپ لٹریچر کی انٹین پر نظامی پریس، بامبئی میں چھپا کر طبع مذکور سے جلد
ملی تو قیمت ۴

مرزا غالب کے خود نوشتہ حالات زندگی

خاندان و نسب | میں قوم کا ترک بلوچی ہوں دادا میرا اولاد انہر سے شاہ عالم کے وقت میں ملک
ہندوستان میں آیا سلطنت ضعیف ہو گئی تھی۔ صرف پچاس گھوڑے غارت خان
سے شاہ عالم کا نوکر ہوا۔ ایک پرگنہ سیر محل کی تنخواہ اور سالہ کی تنخواہ میں پایا۔ بعد انتقال اس کے جو طائف الملکی
کا ہنگامہ گرم تھا وہ علاقہ درہا۔ باپ میرا عبداللہ بیگ خاں بہادر گھٹو جا کر نواب آصف الدولہ کا نوکر ہوا پھر حیدر آباد
میں نواب نظام علی خاں کا ملازم ہوا وہ نوکری ایک خانہ جنگی کے بھیڑے میں جاتی رہی۔ والد نے کچھ اکراؤ کا قصد
کیا۔ راؤ راہہ جتنا درس لکھ کا نوکر ہوا۔ وہاں کسی لڑائی میں مارا گیا۔ نصر اللہ بیگ خاں بہادر میرا چچا تھے۔
کی طرف سے اکبر آباد کا صوبیدار تھا۔ اس نے مجھے پلاسٹھلہ میں جب جنرل ایک صاحب نے سواروں
کی بھرتی کا حکم دیا۔ چار سو سوار کا برگلٹر بننا ایک ہزار سات سو دسہز دانت کا اور لاکھ ڈیڑھ لاکھ روپیہ سال کی جاگیر
میں حیات عالم وہ مال بہرہ زندگی کی تھی کہ برگ لاکھ مرگیا۔ رسالہ برطون ہو گیا۔ ملک کے عوض نقدی مقرر ہوئی
پیدائش | عالم دوہیں ایک عالم ارواح۔ اور ایک عالم آب و گل۔ تادمہ عالم یہی کہ عالم آب و گل کے جوہر عالم
ارواح میں سرزائے ہیں لیکن یوں بھی ہوا کہ عالم ارواح کے گھبراہٹ کو دنیا میں بھی گمراہ کر دیتے
ہیں جنہاں میں انھوں نے حبس پگلا ہوا۔ میں رو بکاری کے واسطے یہاں بھیجا گیا۔

لڑکپن اور تعلیم | میرا بقیہ بچائی کل ایک تادمہ تیس برس دیوانہ رہ کر مر گیا۔ باغ برس کا تھا جو باپ مر گیا۔
آٹھ برس کا تھا جو چچا مر گیا۔ مجھ کو مبدیہ فاضل کے سوا کسی سے نلند نہیں دی۔ عبدالصمد
محض ایک فرضی نام ہی چونکہ مجھ کو لوگ بے استناد کہتے تھے ان کا مدد نہ کرنے کو ایک فرضی استناد گھر دلیا۔
میرا قدرہ ان ہی میں انکشت نہا جو جب میں جیتا تھا تو میرا رنگ پیچی تھا اور وہ دیدہ در لوگ اس کی
حلیہ | استائش کیا کرتے تھے۔ اب جب کبھی مجھ کو وہ اپنا رنگ یاد آئی تو بچائی پر سانپ سا پیر جانا جو جب
والہی سوچ میں بالی سفید لگے۔ تیسرے دن چوٹی کے انڈے گاؤں پر نفلز سے لگے۔ اس سے بڑھ کر ہوا کا گھے
کے دو دانت ٹوٹ گئے۔ ناچار رستی بھی چھوڑ دی اور داڑھی بھی گرے۔ یہی یاد کیے کہ اس بھڑے شہر میں کیا
در دی عام ہو۔ ملا حظہ۔ لبا طی۔ نیچہ بند۔ دھبی رستہ۔ جھٹیلارہ۔ جلاہہ۔ کچنڑا۔ منہ پر داڑھی رکھا جو اور
سر پر بال۔ فیروزے میں دن ڈال رہی تھی اسی دن مر گیا۔

مذہب | مسائل و دیکنا اور مسائل نفاس میں غوطہ مارنا اور عرفا کے کلام سے حقیقت حقہ
وحدت و دو کو اپنے دلشیں کرنا اور ہوشو شرک وہ ہیں جو دو کو واجب و ممکن میں مشترک

جانتے ہیں۔ مشرک وہ ہیں جو سیکہ کو نبوت میں خاتم المرسلین کا شریک گردانتے ہیں۔ مشرک وہ ہیں جو نبیوں کو
ابوالامرہ کا ہمسر مانتے ہیں۔ دونوں ان لوگوں کے واسطے جو میں موجود خالص اور صوبہ کامل ہوں زبان سے لا الہ الاہ
کہتا ہوں اور دل میں لامجہ والا اللہ لا مشرک فی الوجہ والا اللہ نہ تھے ہوئے ہوں۔ انبیاء سب واجب التعلیم اور اپیل پنے
وقت میں سب منقرض العاصت تھے۔ محمد علیہ السلام پر نبوت ختم ہوئی۔ یہ خاتم المرسلین اور رحمت اللعالمین ہیں صل
نبوت کا صلح امامت و جماعت کی گیمیں اللہ ہو۔ اور احسن الشیخ علیہ السلام جو ختم نبی ہیں اسی طرح امام علیہ السلام

۶ میں زبیر تم ہم میں مگر دم

ہاں اتنی بات اہو کہ اباحت اور نہ مذمت کو مردود اور شراب کو حرام اور پنے کو حاکم سمجھنا ہوں۔ اگر مجھ کو
دونوں میں ٹوٹا لیں گے تو میرا جلاہ ناقص و نہ ہوگا۔ بلکہ دونوں کا انہی میں ہوگا اور دونوں کی آغوش کو تیز کر دے گا کہ مشرکین
اور مشرکین نبوت مصطفوی و امامت مرقضوی اس میں ہیں۔

مجھ میں کوئی بات مسلمانی کی نہیں ہو چھ میں نہیں جانتا کہ مسلمانوں کی ذلت پر مجھ کو کیوں اس قدر رنج۔ اور
ناصفت ہوتا ہو۔

صوفی صافی ہوں اور حضرت صوفیہ حفظہ مراتب ملحوظ رکھتے ہیں۔ مصرع
گر حفظہ مراتب نہ کی ز ندیقی۔

شاہ محمد اعظم صاحب خلیفہ تھے مولانا فخر الدین صاحب کے اہم میں مرید ہوں اس خاندان کا۔

شادی و اولاد ایک بیٹی کا میرے پاؤں میں ڈال دی اور دلی شہر کو زندان مقرر کیا۔ مجھے اس زمانہ میں
ڈال دیا کہ نذر و فخر کو شہر آئے۔ برسوں کے بعد اس بیل خانہ سے بھاگا۔ تین برس بلا تشریف میں پھر تار یا۔ پانچ کا دھجے
گلنے سے پرکھ لائے۔ ادھر اسی مجلس میں بچھا دیا۔ جب دیکھا کہ یہ قیدی گریز پاہی دو پہلو یاں اور بڑھا دیں۔

کلکتہ کا سفر میں نکلنے گیا۔ نواب گورنر جنرل سے ملنے کی درخواست کی دفتر دیکھا گیا
میرری ریاست کا حال معلوم کیا گیا۔ ملازمت ہوئی ریاست پارچے اور خیر۔ مستحق الائے
مرواریہ۔ تین رقم خلعت ملا۔

لے تھو جس کی عمر میں مرزا کی شادی ہوئی خاں محرف کے یہاں ہوئی تھی وراثت سے مراد وہ زمانہ جو حال حاضر میں گزرا
تھ ہنگاموں سے مراد بین العادین خاں محرف کے وہ لوگوں سے جو کہ میر لائے اپنے حقیقی اولاد کی طرح پرورش کیا تھا۔ میر لائے
اپنی اولاد نہ نہی سنا تھے ہو کر مر گئے ۱۲

لے دلی سے کلکتہ جاتے ہوئے مرزا گھوڑی بھی گئے تھے جس کا ایک قلعہ میں اس طرح ذکر کیا جو
کھنڈ کرنے کا باعث بنیں کھنڈ لینی + ہوس ہیر و ناسا سو وہ کم ہو کہو + منقطع سلسلہ شرفی نہیں ہو نہ شہر

شاعری و تصنیف

خاکسار نے ابتدائے سن نمبر میں اردو زبان میں سخن سرائی کی جو پورا وسط عمر میں بادشاہ چلی کا نوکر ہو کر چند روزہ میروشن پرغامہ فرائی کی ہو، غلط دفتر کا عاشق ہو، اُن ہوں ہندوستان میں رہتا ہوں مگر تیغِ اصفہانی کا کھل ہوں۔ جہاں تک اردو چل سکا

فارسی زبان میں بہت بگاڑا۔ ایک اردو کا دیوان ہزار بارہ سو بیت کا۔ ایک فارسی کا دیوان دس ہزار کنی سو بیت کا تین رسلے شکر کے پہلیخ نسخے مرتب ہو گئے۔ اب اور کیا کون کونسا صرح کا صلہ ملا غلام کی خاوند پانی ہرزہ گوئی میں ماری عزت زانی گیا رہیں سہی عثم سے اس عجمانی مشعل نے کمر و دوش میں بجا رہا فارسی ہا آئینہ یعنی کچھ اور وہ اس طرح کے مسطر سے چار ہزدی کتاب اگر کے مصلح مفعول اخلاق میں عجیب و غریب متنبو افسانہ کا نام رکھا ہوا اور اس میں صرف انہی سرگزشت اور اپنے شاہدہ کے بیان سے کام رکھا ہے۔

نہاں ناریس میں خوں کا لگنا پہلے سے متروک ہو چکا ہے اور دوسری اوصاف کے حصوں سے عنفت ہوا بھی ہے۔
جگر کا دلی کی قوت میں نہیں رہی اور لڑتے غریب کی زبان کا مال ہو اور یہ حالت ہو۔

مستعمل ہو گئے تو اسے قالب

اب غنا صریحی اعتدال کہاں

عالم شباب | نخل بچے غضب ہوتے ہیں جس پر مرتے ہیں اس کو مارکتے ہیں۔ میں بھی نخل بچے ہوں۔

عزیم سیر و شفق و طوف حرم ۵۴۸ کو؟

گلگت کے سفر کا ذکر اپنے ایک فارسی شاعر میں اس طرح لکھا ہے :-

”بھگیا مہادیو اچکی گھارو کی طرف دو غمناکے خادمہ جواں ایک سہرا آئینہ بے ہیدہ مار کر گھس راہ لب و لہجہ کو رو دینے
چشم فراموش کر دو گیتیہ دیں روشنی رو شتان دل لعل تیرہ و قاصد ہمارے لعل و لہجہ دوختہ و شے از پوشش غروب تنہ بجا جہاں
شکستگی و عالم خاص شکلی باغ و غنم و زہد یاد و دکان زلال و حسرت بزم بیخ نالال بے گناہ و صیدم ۱۲۔“

عمر بھر میں ایک بڑی ستم پیشہ ڈوٹی کہیں نے بھی مار رکھا ہو۔

میں جب بے پشت کا تصور کرتا ہوں اور سوچتا ہوں کہ اگر مغفرت ہوگئی اور ایک قصہ اور ایک عورتیں
اکامت جادوئی ہو اور اسی ایک ایک جنت کے ساتھ زندگی ہو۔ اس تصور سے جی گھبرانا ہی کیجیے منہ کو آتا ہو وہ
عور امیرن ہوجانے کی طبیعت کیوں نہ جھلنے لگی وہی زمین کاغ اور طوبی کی ایک شائع چشم بہ دور وہی ایک دور
نہ جزا۔ نہ سزا۔ نہ نفرت و آفرین نہ فعل نہ ظلم۔ نہ لطف۔ نہ قہر۔

مالی حالت و اخلاص ادا دل پہنک دے کہ در دل کی حالت کو تپ ملتی تھی اب صرف دہلی لے جاتی ہو۔

شراب نہیں پڑا۔ ایام تنہم کا نیا ہوا بھی ہو اس کی کچھ فکر نہیں ہو۔ اس ناداری کے زمانہ میں جس قدر پکڑا۔ اور نہنا
بچھنا پڑا جس تھا سب بیچ بیچ کھانا لگا دیا اور لوگ روٹی کھاتے تھے اوریں کڑا کھانا کھاتا تھا۔ بے رزق جیسے کا ڈھب
بچھ کو آگیا ہو۔ رمضان کا حسینہ روزہ کھا کھا کر کاٹا آئندہ خدا رزاق ہو کچھ اور کھانے کو نہ ملا تو علم تو ہو جس جب ایک چیز
کھانے کو بونی اگر یہ غم ہی ہو۔ ڈکھا غم ہی۔

قیمت ہونے کا واقعہ کو تو ال دشمن تھا اور بڑا ڈنڈا واقعہ فتنہ کھات میں تھا اور ستارہ گردش میں تھا
ہاں وہ دیکھ بڑھٹ کو تو ال کا حکم ہو میرے اب میں وہ کو تو ال کا حکم بن گیا اور

میری تہذیب کا حکم صادر کر دیا۔ شش بج اور دیکھ میرا دوست تھا اور ہمیشہ مجھ سے دوستی اور ہر بائی کے برتاؤ کرتا
تھا اور اکثر صحبتوں میں بے شکنا دلتا تھا اس نے بھی اعراض اور تقاضا اختیار کیا۔ صدر میں اپنی کیا کیا کر گئی تھی
نہ سستا اور وہی حکم بحال رہا پھر معلوم نہیں کہ کیا باعث ہوا کہ جب آدمی میاں دگر رنگی تو مجھ بڑھٹ کو رحم کیا اور
صدر میں میری رپوٹ کی اور وہاں سے حکم لایا گیا اور حکام صدر نے ایسی رپوٹ بھیجے تھیں اس کی بہت
تعریف کی تھی تاہم کہ رحمت حاکموں نے مجھ بڑھٹ کو بہت نفرت کی اور میری خاکساری اور آزادہ روی سے اس کو
مطلع کیا۔ یہاں تک کہ خود بخود اس نے میری رپوٹ کی رپوٹ بھیج دی اگرچہیں ہر کام کو خدا کی طرف سے سمجھتا ہوں
اور خدا سے لڑا نہیں جاتا۔ جو کچھ کر اس کے ٹک سے آزاد اور کچھ کرنے والا ہو اس پر ہنسی ہوں۔ مگر آزاد
کرنا آئین و جودیت کے خلاف نہیں ہو۔ میری یہ آزاد ہو کہ اب دنیا میں نہ رہوں اور اگر ہوں ہندوستان
میں نہ رہوں۔ روم ہو۔ مصر ہو۔ ایران ہو۔ بغداد ہو۔ یہ بھی جانتے دو۔ خود کو آزادوں کی جانے پناہ ہو۔ اور
آستانہ رحمت العالمین دلدلاروں کی تعمیر گاہ ہو۔ جیجی وہ وقت کب آجیگا کہ خداوند کی قیمت سے جو اس
گزری ہوئی تہذیب سے زیادہ جان فرما ہو۔ نجاست پاؤں اور نیس کے کہ کوئی منزل مقصود قرار دے لے سر لھر اکل
جاؤں یہ جو کچھ کچھ پڑے گا۔ یہ جو جس کا میں آرزو مند ہوں۔ ۵

داند دنیا غم رسوا فی جاوید الہیات
جو راحہ روز و رات بے باقی لکین
ہر کذا و غم از قہد زفر نگہ خود
طعن احباب کما دزد غم خانہ خود

غدر اور اس کے بعد کے حالات | سنی عہدہ دہریوں ملک نے فتنہ اٹھایا۔ اسی عہدہ کو
پہرہ پڑھے وہ فوجی باغی میرٹھ سے دلی آئی تھی یا خود

نہالی کا پیسے دے کر نزل ہوا تھا۔ بعد رضوضعت دلی متنازعہ و در نہ سراسر تل و جہد میں فتنہ و ہلاک و روانہ
بانہ۔ انا لکھنا وانا الیہ راجعون۔

غدر میں میرا گھر نہیں لٹا۔ مگر میرا کام میرے پاس کب تھا کہ نہ لٹا۔ بجائی حیات الدین خاں صاحب
اور منافطرحین مرزا صاحب ہندی و فارسی نظم و شعر کے مسودات مجھ سے لیکر اپنے پاس جمع کر لیا کرتے تھے۔ سو
ان دونوں گھروں پر چھاؤں پھر گئی نہ کتاب رہی نہ اسباب رہا۔ پھر باب میں اپنا کام کہاں سے لاؤں۔ اسی
پہچانے میں ایک روز کچھ گورے میرے مکان میں گھس آئے مگر انھوں نے اپنی نمک ہوئی سے گھر کے اسباب
کو بالکل نہیں چھڑا گئے تھے اور وہ دونوں چوں کو اور دونوں کو کمرہ چند ہمایوں کے کریٹل براؤن کے روبرو
جو میرے مکان کے قریب حاجی قلب الدین سوداگر کے گھر میں مقیم تھے گئے۔ کریٹل براؤن نے بہت نرمی
اور انسانییت سے سارا حال پوچھا اور رخصت کر دیا۔ وہ فتنہ میں امن ہوا حکیم من اللہ خاں کے مکانات پھر
اُن کو لگے ہیں اور یہ حکیم جو کہ شہر سے باہر نہ جاؤ۔ دروازہ سے باہر نہ نکلو اپنے گھر میں بیٹھے رہو۔ خواب حامد علی
خاں کے مکانات سب ضبط ہو گئے وہ قاضی کے حوض پر کراہ کے مکانات پر متع اُل چوں کے رہتے ہیں باہر
جانے کا حکم ان کو بھی نہیں۔ میرزا الہی بخش کو حکم کراچی بند رجانے کا ہوا۔ انھوں نے دین پکڑ لی جو سلاخی
میں رہتے ہیں۔ دیکھیے جو پڑھ جائے لاؤد اٹھ جائیں خواب مصطفیٰ خاں پر معادسات برس کے قید ہو گئے تو
سو اُن کی تصویر مختاف ہوئی اور اُن کو رہائی ملی صرف رہائی کا حکم آیا ہو۔ جاگیر آباد کی دمندار سی اور دلی کی
الک ادنیٰ شہن کے باب میں ہنوز کچھ حکم نہیں ہوا۔ انا چاروہ راجہ کو میرٹھ ہی میں ایک دوست کے مکان میں
ٹھہرے ہیں میں پھر اس نمبر کے استعمال کے ڈاک میں بیٹھ کر میرٹھ گیا۔ اُن کو دیکھا چارہ دن وہاں رہا پھر ڈاک میں
اپنے گھر آیا اور تاریخ آنے جانے کی یاد نہیں۔ مگر مفتہ کو گیا مشکل کو آیا۔ آج برہ دوم فروری کو مجھ کو آنے ہوئے
خاں دل آوی۔

سمندر ہوا کہ ایک حکمران لاہور میں ساوڑہ نقصان رعایا کے واسطے توڑ پھوڑا۔ اور حکم یہ کہ جو چھوٹ
کا مال کاروں نے لوٹا ہو۔ البتہ اس کا معاوضہ بحساب وہ ایک سرکار سے ہو گا۔ یعنی ہزار روپیہ کے اٹھنے والے
سو روپیہ ملینگے۔ اور جو گوروں کے وقت کی خاتہ نگری ہو وہ ہزار روپیہ اس کا معاوضہ ہو گا۔

جوا حکم کہ دلی میں آئے ہیں وہ انکا مقضا و قدر ہیں۔ ان کا رافعہ کہیں نہیں۔ اب یوں سمجھ لو
کہ ہم کبھی کہیں کے نہیں تھے نہ جاہ و شہر رکھتے تھے نہ مالک رکھتے تھے نہ پیش رکھتے تھے۔

آغا باقر کا ام باڑہ اس سے علاوہ کہ خداوند کا عزا غاشی ایک ہمارے قدیم وضع مشورہ اس کے
انہام کا حکم کو نہ ہو گا۔ یہاں دو سرگمیں دوڑی پھرتی ہیں۔ ایک شہنہ سی شرک اور ایک آہنی شرک۔ محل

جن کا محل لگ لگ۔ اس سے بڑھ کر بات ہو کہ گوروں کا بارگ بھی شہر میں بنے گا۔ قلعہ کے آگے جہاں لال ڈنگی
جو ایک سپہ سالار کا لاجا ہے گا۔ محبوب کی دکانیں، بھلیوں کے گھر۔ قیل خانہ بلاقٹی سنگ کے کچھ سے عاص بار آڑک
پسب سپدان ہو جائیگا۔ یوں سمجھ لو کہ انہوں جان کے وہ وازہ سے قلعہ کی غنیمت تک سوائے لال ڈنگی اور
دو چار کوڑوں کے اتنا رجا مت باقی نہ رہینگے۔ جاں نثار کے پتے کے مکان ڈھینے شروع ہو گئے ہیں۔

بسکہ خالی مایہ بہو آج ہر سلم شور انگشتان کا

گھر سے باز میں نکلتے ہوئے نہ ہر ہوتا ہی آب انساں کا

چک جس کو کہیں وہ متقل ہو گھر بنا ہی نمونہ زنداں کا

شہر ملی کا ذرہ ذرہ خاک تشنہ نواں ہی ہر مسلمان کا

کوئی دھاں سے نہ آسکے یاں تک آدمی واں نہ جاسکے یاں کا

میں نے مانا کہ مل گئے پھر کیا دہی رونا تن و دل و جاں کا

سجہ جل کر کیا کیے شکوہ سوزش دلخ ہائے پناں کا

سجہ رو کر کیا کیے ہاسم ماجرا دیدہ ہائے گریاں کا

اس طرح کے وصال سے یارب کیا شے دلخ دل سے پچاں کا

فیل خانہ تک پھر لال ڈنگی کے عادی کے مکانات سب گرا دیے گئے۔ بلاقٹی سنگ کو کچھ اتوا رہا جو
اہل فوج ڈھانا چاہتے ہیں۔ اہل نظر پہناتے ہیں۔ پاپان کار دیجیے کیا ہو۔

گورنر اعظم نے میرٹھ میں دربار کا حکم دیا۔ صاحب کشن رہا درہلی نے سات جاگیر داروں میں سے

چوبیس بقیہ السیف تھے ان کو حکم دیا۔ دربار عالم سے سوا میرے کوئی نہ تھا۔ یا چند ہماجن۔ مجھ کو حکم نہ ہو بچا

حب میں نے استدعا کی تو جواب ملا کہ اب نہیں ہو سکتا یہ سرزمین عجیب نام کو نہ رہی ہوئی۔ میں اپنی عادت

تقریب کے موافق غیمہ گاہ میں ہو بچا۔ مولوی (امرا حسین خاں صاحب سبادر سے لاجپت سکڑ رہا درکار اطلاع کی۔

جواب آیا کہ فرصت نہیں۔ میں سمجھا کہ اس وقت فرصت نہیں دوسرے دن پھر گیا۔ میری اطلاع کے بعد حکم

ہو کہ باہم قدریں تم باہمیوں سے اخلاص رکھتے تھے۔ اب گورنر نے سے کیوں ملنا چاہتے ہو۔ اس دن جلا آیا

دوسرے دن میں نے انگریزی خطان کے نام لکھوا کر ان کو بھیجا۔ مضمون یہ کہ باہمیوں سے میرا اخلاص منقطع نہیں ہو

امیدوار ہوں کہ اس کی غنیمت فرمائی جائے تاکہ میری دعا فی اور میگنا ہی ثابت ہو۔ یہاں کے مقامات پر جانتے

ہو۔ اب فروری منقطع میں بنیاب کے ملک سے جواب آیا کہ لاٹو صاحب بہادر فرمائے ہیں۔ ہم تحقیقات نہ کرے

میں یہ مقدمہ طے ہوا۔ دربار اور غفلت موقوف۔ پیش سدد و۔ وجہ معلوم لاٹو والا لاشد ولا موثر فی الوجود۔

الاہندہ میں گلاسٹن میرم اس حکم پر متوجہ نہ ہوا۔ جب لاٹو صاحب بہادر لکھتے ہوئے تھے۔ میں نے عقیدہ حسب

محول قدیم بھیج دیا۔ جس اس حکم کے واپس آیا کہ اب یہ چیزیں ہمارے پاس نہ بھیجا کرو۔ میں اپنی مطلق ہو کر بیٹھ رہا۔

اور حکام شہر سے ملنا ترک کر دیا۔ فردریک شاہ نے عین نواب لٹننٹ گورنر پنجاب دلی آئے۔ ابالی شہر صاحب کو بھی
کشتہ بہا در و صاحب کشتہ بہا کے پاس دوڑے اور اپنے نام لکھوائے ہیں تو بیچنے میں اور مدد و حکام تھا بگہ سے
نہلا کسی سے نہ ملا دربار ہوا۔ ہر ایک کا مختار ہوا۔ فردریک شاہ کو آزادانہ نشی چول سنگھ کے خیمے میں چلا گیا اپنے
نام کا کھٹ صاحب سکرٹریہا در کے پاس بیٹھا۔ بلایا۔ مجھ سے بے تکلف ملے۔ دو شنبہ دربار میں شاہ کو سواد
شہر خیمہ خیمہ گورنری ہوا۔ آخر روز میں اپنے شفیق قدیم جناب مولوی اعلیٰ حسین خاں بہا در کے پاس گیا۔ اٹھائے
گفتگو میں فرمایا کہ تمہارا دربار اور خلعت پسندو رجال و برقرار ہو۔ خیر انہیں نے پوچھا کہ حضرت کیونکر حضرت نے
کہا کہ حاکم حال نے ولایت سے اگر تمہارے علاقے کے سب کا غلام نہ بنی و فارسی دیکھے، دربار اجلاس کو نسل حکم
لکھوایا کہ اس رائے خاں کا دربار نیز اور خلعت پسندو رجال و برقرار رہے

کار ساز یا بعض کے کارما

منکر ما در کار ما آذر ما

سیر شنبہ ۱۳ مارچ کو ۱۲ بجے نواب لٹننٹ گورنر بہا در نے مجھ کو بلایا خلعت عطا کیا اور فرمایا کہ لاٹو صاحب
بہا در کے یہاں کا دربار اور خلعت بھی بحال ہو۔

شراب و آم کا شوق جب دو جمعے پی لے فوراً رگ و پے میں دوڑ گئی۔ دل توانا۔ دماغ روشن
ہو گیا۔ ہار پوتل شراب تین شیشے گلاب کے توشے خانہ میں موجود ہیں۔

ایک دن میں پنگ پلٹا ہوا ہوں کہ ناگہا چرخ دو دان علم و یقین سپہ
نصیر الدین آیا ایک کوٹھارہ میں اسی آدمی ساتھ اس کے سر پر ایک ٹوکرا اس پر گھاس ہری بھی ہیں گئے کہا۔ آبا
سلطان العلماء مولینا سر فراد حسین دہلوی دوبارہ رشتہ گنجیہا سے معلوم ہوا کہ وہ نہیں ہو کچھ اور ہو۔ فیض عام
نہیں لطف عام ہو۔ یعنی شراب نہیں آم ہی خیر یہ حدیث بھی ہے غللی ہی بلکہ نظم البدل ہو۔ ایک ایک سرخبر گلاس بچھا
کلوڑ سے بھرا ہوا۔ مگر وہ کیسی حکمت سے بھرا ہو کہ ۶ گلاس میں سے ایک قطرہ نہیں گلا ہو۔

سخت علالت میں بہار ہو گیا۔ سیر کر گیا ہوا تو غنیمت کی نہ رہی۔ قریح اور پھر کہ شاید بد کہ باغ بہر
مرغ غنیمت کی طرح تڑپا گیا۔ آخر عمارہ دیو دیو اور انڈی کا تیل پیا۔ اس وقت تو بیچ گیا
مگر قصہ قلع نہ ہوا۔ دس دن ہیں دوبارہ آدمی آدمی غذا کھا لی گو یا دس دن میں ایک بار غذا خالی فرمائی۔ گلاب
اور ملی کا پٹا اور آؤ بخار سے کا افشرہ اس پر مدار رہا۔

ملہ میرزا صاحب شراب اور گلاب ملا کر پیا کہ تے تے جیسا کہ ان کے اس فارسی شعر سے معلوم ہوتا ہے اسودہ باذنہا
غالب کنوے اور صفا آہن حق پر بادہ صافی گلاب را۔ سہ رسد سے مراد شراب ہو گا
تھو خود زائے اسی خلیں کورد (LIQUOR) کے معنی ہوں بھجائے ہیں۔ یہ ایک انگریزی شراب ہوتی ہو۔ تو ام کی

بڑھاپا اور آخری حالت

سترہ ہفتہ اردو میں ترجمہ پیر خرف ایویری ۳۳ برس کی عمر کو پس ہیں
ان خرف ہوا۔ حافظہ گویا کبھی غما ہی نہیں۔ سامہ باطل بہت دن سے غما۔
رفتہ رفتہ وہ بھی حافظہ کی اندر محدود ہو گیا۔ اب یہ حال ہو جو دوست
آتے ہیں۔ سب پریش مزاج سے بڑھ کر جو بات ہو لی ہو وہ کاغذ پر لکھ دیتے ہیں۔ غذا مفقود ہو۔ صبح کو قند اور
شیردما دام متعشتر۔ دوپہر کو گوشت کا پانی۔ سر شام تلے ہوئے چاکر کباب۔ سونے وقت پانیخ روپے بھر شراب
اور اسی قدر کباب۔ خرف ہوں۔ پوچھ ہوں۔ عاصی ہوں۔ فاسق ہوں۔ روسیہ ہوں۔ یہ شعر میر تقی میر کے
حسب حال آتے

مشہور ہیں عالم ہیں مگر ہوں بھی کہیں حس
العقصر نہ در پی ہو ہمارے کہ نہیں ہم

میں اب ابند اسے عمر پانچ سو پوچھ کر آفتاب لب بام اور
ہجوم امراض۔ مانی و آلام روحانی سے زندہ درگور ہوں۔ کچھ داخل
بھی چاہیے۔ نظم و نثر کے قلم و کا انتظام بند دانا و نانا کی عنایت و اعانت
سے خوب ہو چکا۔ اگر اس نے چاہا تو قیامت تک میرا نام و نشان باقی

آخری عمر کے خیالات دنیا سے بیدلی

اور قائم رہے گا

غالب بقول حضرت حافظ زفیض عشق
ثبت است جسبریدہ عالم دوام

بہت لطیف اور رنگت کی بہت خوب اور طبع کی ایسی عجیب جیسے قند کا قوام ۱۲۔

۱۵ اپنی یہ حالت مرزا صاحب نے ۱۵ فروری ۱۹۵۷ء کو انتقال سے چھبک دو سال قبل قبلیند کی تھی۔ مہرزا صاحب کا
انتقال ۱۵ فروری ۱۹۵۷ء کو ہوا جو مطابق ۱۵ مارچ ۱۹۵۷ء کے لیکن انہوں نے اپنی موت کا اعلان ۱۵ مارچ ۱۹۵۷ء کا کیا تھا اور مرنے سے
بیسویں پہلے اپنے انتقال کا قلمنا بیچ لکھ رکھا تھا

من کہ با ششم کہ جاوداں با ششم
مرد غالب جو کہ "غالب مرد"

حب اس سہ میں انتقال نہ ہوا تو کیا خوب فرمایا "میں ۱۵ مارچ ۱۹۵۷ء کی غلطی غلطی میں نے واپس عام میں نہ
اپنے لائق نہ سمجھا۔ واقعی اس میں یہی کسفران تھا ۱۲۔



(۱) نقش فریادی ہو کس کی شوخی تحریر کا کا دکاو سخت جانی ہائے تنہائی۔ نہ پوچھ جذبہ بے اختیار شوق دیکھا چاہیے آگئی۔ دام شنیدن جس قدر چاہے بھلائے	کاغذی ہو سیرین۔ ہر سیکہ تصویر کا! صبح کرنا شام کا۔ لانا ہی جوئے شیر کا سینہ شمشیر سے۔ باہر ہو۔ دم شمشیر کا مدعا عثا ہو۔ اپنے عالم تقریر کا
--	---

بس کہ ہوں۔ غالب۔ اسیری میں جی آتش زیر پا
موئے آتش دیدہ ہو۔ حلقہ مری زنجیر کا

(۲) مجز قیس۔ اور کوئی نہ آیا بروئے کار آشتی کے نقش سوید کیا درست تھا خواب میں خیال کو تجھ سے معاملہ پیتا ہوں مکتبِ غم دل میں سبق ہنوز ڈھالتا کنہی نے۔ درغِ عیوب برہنگی	صحر۔ مگر۔ پہ تنگی چشم حسود۔ تھا ظاہر ہوا۔ کہ داغ کا سرمایہ دود۔ تھا جب آنکھ کھل گئی نہ زیاں تھا نہ سود تھا لیکن یہی کہ رفت گیا۔ اور۔ بود۔ تھا میں۔ ورنہ ہر لباس میں تنگ وجود تھا
--	--

تیسے بغیر مر نہ سکا۔ کوہ کن اسد
سرگشتہ ظاہر رسوم و قیود تھا

<p>(۳) دل کہاں کہ گم کیجے۔ ہم نے مدعا پایا درد کی دوا پائی۔ درد بے دوا پایا آہ بے اثر دیکھی۔ نالہ تار سا پایا حسن کو تغافل میں۔ جُرت آزما پایا خوں کیا ہوا دیکھا۔ گم کیا ہوا پایا ہم نے بار بار ڈھونڈھا۔ تم نے بار بار پایا</p>	<p>کہتے ہو نہ دیں گے ہم دل اگر پڑا پایا عشق سے طبیعت نے۔ دسیت کا مزا پایا دوست دار دشمن ہوا۔ اعتماد دل معلوم سادگی و پرکاری! بے خودی و ہشیاری! غنجہ پھر لگا کھلنے۔ آج ہم نے اپنا دل حال دل نہیں معلوم۔ لیکن اس قدر یعنی</p>
<p>شور پندرنا صبح نے۔ زخم پڑ نہک پچھڑکا آپ سے کوئی پوچھے۔ تم نے کیا مزا پایا</p>	
<p>(۴) آتش خاموش کی مانند۔ گویا۔ جل گیا آگ اس گھر میں لگی ایسی کہ جو تھا جل گیا میری آوازشیں سے بال عقا جل گیا کچھ خیال آیا تھا وحشت کا۔ کہ صحر ا جل گیا اس چراغاں کا۔ کروں کیا۔ کارفرما جل گیا</p>	<p>دل مرا سوڑ نہاں سے۔ بے خوابا جل گیا دل میں ذوقِ وصل و یادِ ویا تک باقی نہیں میں عدم سے بھی پرے ہوں۔ ورنہ غافل بارہا عرض کیجے۔ جو ہر اندیشہ کی گرمی۔ کہاں دل نہیں۔ تجھ کو دکھاتا۔ ورنہ داغوں کی بہار</p>
<p>میں ہوں اور افسردگی کی۔ آرزو غالب۔ کدل دیکھ کر طر ز تیاک اہل دُنیا جل گیا</p>	
<p>(۵) قیس تصویر کے پردے میں بھی عیاں نکلا تیر بھی۔ سینہ بیل سے۔ پیرا فشاں نکلا جو تری بزم سے نکلا سو پریشاں نکلا کام یاروں کا۔ جو قدر لب و دندان نکلا سخت شکل ہو۔ کہ یہ کام بھی آساں نکلا</p>	<p>شوق۔ ہر رنگ۔ رقیب سرو سماں نکلا زخم نے داد نہ دی تنگی دل کی۔ یارب بوسے گل نالہ دل۔ دو دو چراغ مصل دل حسرت زدہ تھا مادہ لذت درد تمی نو آموز فنا۔ ہمت و شوار پسند</p>

	<p>دل میں پھر گزریے نے اک شو راٹھا یا غالب آہ جو قطرہ نہ نکلا تھا - سوطوفاں نکلا با</p>	
<p>(۶) عشق نبرد پیشہ طلبگار مرد تھا اڑنے سے پیشتر بھی - مرانگ زرد تھا مجموعہ خیال ابھی فرد فرد تھا اس رہ گزریں جلوہ گل آکے - گرد تھا دل بھی اگر گیا - تو فانی دل کا - درد تھا زندیاں میں بھی خیال - بیاباں نور و تھا</p>	<p>(۶) دھمکی میں مر گیا - جود باب نبرد تھا تھا زندگی میں مرگ کا کھٹکا لگا ہوا تالیف نسخہ مائے وفا کر رہا تھا میں دل تا جگر - کہ ساحل دریائے خون ہوا جاتی ہو کوئی - کشمکش اندوہ عشق کی احباب چارہ سازئی وحشت نہ کر سکے</p>	
<p>یہ لاش بے کفن اس درختہ جاں کی ہو حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا</p>		
<p>(۷) تماشاے بے پیک کھت بردن صد دل پسند گیا کشائش کو ہمارا عقدہ شکل پسند آیا کہ اندازِ بون فلیندین بس پسند آیا</p>	<p>(۷) شمار سچہ - مرغوب بُتِ شکل پسند آیا ہے فیض بے دلی - تو میدی جاوید - آساں ہو ہوائے سیر گل - آئینہ بے مہر ی قاتل</p>	
<p>جراحت تھ - الماس ارقاع - داغ جگر پر مبارک باد اسدِ غمخوار جانِ در و منت - آیا</p>		
<p>(۸) یہ وہ لفظ کہ شرمندہ معنی نہ ہوا یہ زرد بھی - حریف دم افنی نہ ہوا وہ ستم گر مرے مرنے پر بھی راضی ہوا گر نفسِ جاوہ سر منزل تقویٰ نہ ہوا گوشتِ میت کش گھانا بگشتلی نہ ہوا ہم نے چاہا تھا - کہ مر جائیں سودہ بھی ہوا</p>	<p>(۸) دہریں نقش وفا - وجہ تسلی نہ ہوا سبزہ قسط سے ترا کا کل سرکش نہ ہوا میں نے چاہا تھا کہ اندوہ جلا سے چھوٹوں دل گزر گاہ خیالِ نحو ساغر ہی ہی ہوں ترے وعدہ نہ کرنے میں بھی جی جی کس سے محرومیِ قسمت کی شکایت کیجے</p>	

<p>مرگیا صدر نہ یک جنبشِ لبے غالب باتوانی سے حریتِ دم عیسیٰ نہ ہوا</p>		<p>شناٹش گریو زابد اس قدر جس باغِ رضواں کا (۹) بیاں کیا کیجیے۔ پیدا کا دشن بائے مرگاں کا نہ آئی سطوتِ قاتل بھی مانع میرے نالوں کو دکھاؤں کا تماشہ۔ دی اگر فرصت زمانے نے کیا آئینہ خانے کا وہ نقشہ تیرے جلوے نے مری تعمیر میں مضمر ہے کہ صورتِ غربانی کی آگاہی گھڑیں ہر سو سبزہ۔ ویرانی تماشہ کر خوشی میں نہاں خوں گشتہ۔ لاکھوں آرزوئیں ہنوز اک پر تو نقشِ خیال یار۔ باقی ہو بغل میں غیر کی تلج آپ سوئے ہیں کہیں ورنہ نہیں معلوم کس کس کا لو پانی ہوا ہوگا</p>	
<p>نظر میں ہو ہماری۔ جادو راہ فنا غالب کہ یہ شیرازہ ہو۔ عالم کے اچھے پریشان کا</p>		<p>نہ ہوگا یک بیا باں ماندگی سے۔ ذوق کم میرا (۱۰) محببت تھی چین سے۔ لیکن اب یہ بے دماغی ہو سرا پا رہن عشق و ناگزیرِ الفتِ ہستی بقدر ظرف ہو ساقی۔ خمارِ تشنہ کامی بھی محرم نہیں ہو تو ہی۔ تو ہائے راز کا (۱۲) رنگِ شکستہ صبح بہارِ نفا رہ ہو</p>	
<p>وہ اک گل دستہ ہی ہم بچوں کے طاقِ نیلیاں کا کہ ہر اک قطرہ خوں دانہ ہی بشیخِ مرجاں کا لہا دانتوں میں چونکا۔ ہوارِ شیشہ نیستاں کا مراہر داغِ دل اک تخم ہی۔ سرو چراغاں کا کرے جو پر تو خورشیدِ عالم۔ شبنمستاں کا بیوی برقِ نرین کا ہو خوں گرم دھقاں کا مدار اب کھودنے پر گھاس کے ہی بیجے درباں کا چراغِ مردہ ہوں۔ میں بے زباں۔ گو رخِ بیاں کا دلِ افسردہ گویا بچہ ہو۔ پوستِ کنگہ زنداں کا سبب کیا؟ خواب میں آکر تسمائے پنہاں کا قیامت ہو۔ شرکِ آلودہ ہونا تیری مرگاں کا</p>		<p>حجابِ موجبِ رفتار ہو۔ نقشِ قدم میرا (۱۱) کہ موجِ بوئے گل سے ناک میں آتا ہو دم میرا عبادتِ برق کی کرتا ہوں۔ اورافسوسِ صل کا جو تو۔ دیلے می ہو۔ تو میں غمنازہ ہوں ساحل کا یاں ورنہ جو حجاب ہو۔ پردہ ہو۔ ساز کا یہ وقت ہو شگفتنِ گل ہائے ناز کا</p>	

<p>تو اور سوسے غیر نظر ہائے تیز تیز صرف ہی ضبط آہ میں میرا - وگرنہ - میں ہیں بس کہ چویش بادہ سے شیشہ اُٹھل رہے کاوش کا دل کرے ہو تقاضا - کہہ ہی ہنوز</p>	<p>میں - اور دکھ تری - ترہ ہائے دراز کا طعمہ ہوں - ایک ہی نفس جاں گداز کا ہر گوشہ بساط ہو - سرشیشہ باز کا ناخن پہ قرص - اُس گر و نیم باز کا</p>
<p>تاراج کاوش غم بھراں ہوا اس سینہ - کہ تھا - دہینہ گھر ہائے راز کا</p>	
<p>بزم شاہنشاہ میں اشعار کا دفتر کھلا (۱۳) شب ہوئی پھر - انجم رخشہ کا - منظر کھلا گرچہ ہوں دیوانہ پر - کیوں دوست کھاؤں تو گو نہ بھولوں کی باتیں - گو نہ پاؤں اُس کا بید ہو خیال حسن ہیں - حسنِ عمل کا سا خیال منہ نہ کھلنے پر ہی وہ عالم - کہ دیکھا ہی نہیں در پہ رہتے کو کہا - اور کہہ کے کیسا پھر گیا کیوں اندھیری ہی شب غم؟ ہو بلاؤں کا نزول کیا رہوں غربت میں خوش؟ جب یہ حوادث کا چال</p>	<p>رکھو یا رب ایہ در گنجینہ گو ہر کھلا اس تکلف سے - کہ گویا بت کہے کا در کھلا آستیں میں دشنہ پنہاں - ہاتھ میں نشتر کھلا پر یہ کیا کم ہو؟ کہ مجھ سے وہ پری پیکر کھلا خلد کا اک در ہو - میری گور کے اندر کھلا دل سے بڑھ کر نقاب - اُس شوخ کے منہ پہ کھلا جتنے عرصے میں مرا اپنا ہوا - سبتر کھلا آج دھڑکی کو رہے گا دیر - اختر کھلا نامہ لاتا ہی وطن سے نامہ ہر اکشر کھلا</p>
<p>اُس کی امتحان میں ہیں - جیسے ہیں کیوں کام بند واسطے جوش کے غالب - گنبد بے در کھلا</p>	
<p>شب - کہ برق سوز دل سے - ہمہ راہ آب تھا واں کرم کو - ہذر بارش - تھا غائب گیر غرام</p>	<p>شعلہ جوالہ - ہر اک حلقہ گرداب تھا گر بیچے سے - یاں پنہاں ہاش کف سیلاب تھا</p>

<p>یاں۔ ہجومِ اشک میں۔ تارِ نگہِ نایاب تھا یاں۔ رواں مَرگانِ چشمِ تر سے غوناب تھا واں۔ وہ فرقِ ناز۔ محوِ بانشِ کم خواب تھا جلوہ گل واں۔ بساطِ صحبتِ احباب تھا یاں۔ زمیں سے آسماں تک سخنِ کباب تھا دل کہ ذوقِ کاوشِ ناخن سے لذتِ یاب تھا (۱۵) تھا سہندِ بزمِ وصلِ غیرِ گوشتِ یاب تھا خانہٴ عاشق۔ مگر۔ سازِ صدائے آب تھا پہلوئے اندیشہ۔ وقفِ بسترِ سنجاب تھا ذرہ ذرہ۔ روکشِ خورشیدِ عالمِ تاب تھا کلِ تلکِ تیرا بھی دل۔ بہرِ وفا کا باب تھا انتظارِ صید میں۔ اک دیدہ بے خواب تھا</p>	<p>واں۔ خود آرائی کو۔ تھا موتی پر رونے کا خیال جلوہ گل لئے۔ کیا تھا۔ واں چراغاں۔ آبِ جو یاں۔ سہرُ شوہر بے خوابی سے۔ تھا دُجوِ اربو یاں۔ نفسِ کرتا تھا روشن۔ شمعِ بزمِ بے خودی فرش سے تاعش۔ واں۔ طوفاں تھا۔ میچِ رنگِ ک ناگماں۔ اس رنگ سے خوں نا پھیکا لئے لگا نالہ دل میں شب۔ اندازِ اثرِ نایاب تھا مقدمِ سیلاب سے دل کیا نشا طِ آہنگ ہوا نازشِ آیامِ خاکسترِ نشینی۔ کیا کہوں کچھ نہ کی۔ اپنے جنونِ نارِ سالے۔ وہ نہ۔ یاں کچ کیوں پر و انہیں اپنے اسیروں کی تجھے؟ یاد کروہ دن۔ کہ ہر اک حلقہ تیرے دام کا</p>
<p>میں نے روکاراتِ غالب کو۔ و گرنہ۔ دیکھتے اُس کے سیل گرہیں۔ گردوں کفِ سیلاب تھا</p>	
<p>(۱۶) خونِ جگر۔ و دیمتِ مَرگانِ یار تھا توڑا جو توئے آئینہٴ تمثالِ دار تھا جاں دادہ ہوا لے سرِ رہ گزار تھا ہر ذرہ شلِ جوہر تیغ۔ آبِ دار تھا</p>	<p>ایک ایک قطرے کا مجھے دینا پڑا حساب اب میں ہوں اوسا تم یک شہرِ آرزو گلیوں میں میری نمش کو کھینچے پھرو۔ کہ میں موجِ سراپِ دشتِ وفا کا۔ نہ پوچھ حال</p>
<p>کم جانتے تھے ہم بھی غمِ عشق کو۔ پر۔ اب دیکھا تو کم ہوئے یہ غم روزگار تھا</p>	
<p>(۱۷) آدمی کو بھی تیسر نہیں۔ انساں ہونا</p>	<p>بس کہ دشوار ہی۔ ہر کام کا آساں ہونا</p>

گر یہ چاہے ہی۔ خرابی مرے کاشانے کی
وائے دیوانی شوق۔ کہ ہر دم مجھ کو
جلوہ ازبس کہ تقاضے نہ کرتا ہی
عشرتِ قتل کہ اہل تنہا۔ مت پوچھ
لے گئے خاک میں ہم داغِ تنہائے نشاط
عشرتِ پارہ دل۔ زخمِ تنہا کھانا
کی مرے قتل کے بعد اُس نے جھاسے توبہ

درو دیوار سے ٹپکے ہی بیاہاں ہونا
آپ جانا اُدھر۔ اور آپ ہی جیساں ہونا
جوہر آئینہ بھی چاہے ہی مڑگاں ہونا
عمیدِ لقا رہے ہی۔ شمشیر کاغیاں ہونا
تو ہو۔ اور آپ بہ صدرِ نگ گلتاں ہونا
لذتِ ریٹن جگر۔ غرقِ تمکداں ہونا
ہائے اُس زود ہیشیاں کا پشیاں ہونا

حقیقت جیفت اُس چارگرہ کپڑے کی قسمتِ غالب
جس کی قسمت میں ہو عاشق کا گر بیاں ہونا

(۱۸) تاجِ بیڑا دہ۔ صورتِ خانہٴ خمیا زہ تھا
تاجہ۔ ہزارے دو عالمِ دشت کا شیرازہ تھا
خانہٴ مجنونِ صحر اگر دہ۔ بے دروازہ تھا
دستِ مرہونِ خانہ۔ رخسار رہنِ غلہ تھا
یا دگارِ نالہ۔ اک دیوانِ بے شیرازہ تھا

شب۔ غمازِ شوقِ ساقی۔ رنجِ اندازہ تھا
یک قدمِ وحشت سے۔ دس دفترِ امکان کھلا
ملخِ وحشتِ خرامی ہائے لیلیٰ کون ہی؟
پوچھ مت۔ رسوائیِ اندازِ استغنائے شبن
نالہ دل لے دیے اوراتیِ لختِ دل بہ باد

دوست۔ غمِ غواہی میں میری سعی فرمائیں گے کیا؟

زخم کے بھرنے تک۔ ناخن نہ بڑھ آئیں گے کیا؟
بے نیازی حد سے گزری۔ بندہ پرور۔ کب تک

ہم کہیں گے حالِ دل۔ اور آپ فرمائیں گے کیا؟
حضرتِ ناصح۔ گر آئیں۔ دیدہ و دل۔ فریٹن راہ
کوئی مجھ کو یہ تو سمجھا دو کہ سمجھائیں گے کیا؟

آج واں تیغ و کفن باندھے ہوئے جاتا ہوں میں
 عُذر میرے قتل کرنے میں۔ وہ اب لائیں گے کیا؟
 گر کیا ناصح نے ہم کو "قید" اچھا! یوں سہی
 یہ جنوں عشق کے انداز چھٹ جائیں گے کیا؟
 خانہ زادِ زلفت ہیں۔ زنجیر سے بھاگیں گے کیوں؟
 ہیں گرفتارِ وفا۔ زنداں سے گھبرائیں گے کیا؟

جواب اس سمورے میں قطع غم اُلفت احمد
 ہم نے یہ مانا کہ دلی میں رہیں۔ کھائیں گے کیا؟

یہ نہ تھی ہماری قسمت کہ وصالِ بار ہوتا (۳۲)
 ترے دھڑے پر جیے ہم۔ تو۔ یہ جان۔ جھوٹ جانا
 تری نازکی سے جانا۔ کہ بندھا تھا عہدِ بودا
 کوئی میرے دل سے پوچھے۔ تے تیرے کش کو
 یہ کہاں کی دوستی ہو؟ کہ بنے ہیں دوستِ جمع
 رگِ سنگ سے ٹپکتا وہ لہو کہ پھر نہ تمنا
 غم اگرچہ جاں گسل ہو۔ پوچھاں بچیں؟ کہ دل ہو
 کہوں کس سے میں؟ کہ کیا ہو شبِ غمِ بے بلا
 ہوئے مرے کہ ہم چور سوا۔ ہوئے کیوں نہ غرقِ دریا
 اُسے کون دیکھ سکتا؟ کہ بگا نہ ہو وہ کیٹا

اگر اور چیتے رہتے یہی انتظار ہوتا
 کہ خوشی سے مر نہ جلتے؟ اگر اعتبار ہوتا
 کبھی تو نہ توڑ سکتا۔ اگر اُستوار ہوتا
 یہ غلٹ کہاں سے ہوتی؟ جو جگر کے پار ہوتا
 کوئی چارہ ساز ہوتا۔ کوئی غم گسار ہوتا
 جسے غم سمجھ رہے ہو۔ یہ اگر شرار ہوتا
 غمِ عشق گر نہ ہوتا۔ غمِ روزگار ہوتا
 مجھے کیا بُرا تھا مرنا؟ اگر ایک بار ہوتا
 نہ کبھی بنا زہ اُٹھتا۔ نہ کہیں مزار ہوتا
 جو دلی کی بو بھی ہوتی۔ تو کینہ و چار ہوتا

یہ مسائلِ تصوف! یہ ترانِ بیانِ غالب!
 تجھے ہم دلی سمجھتے۔ جو نہ بادِ خوار ہوتا

ہوس کوئی۔ نشاطِ کار۔ کیا۔ کیا۔ (۳۱) نہ ہو مرنا۔ تو جینے کا مزا کیا؟

کجاں تک۔ اے سراپا نازکیا کیا؟
 شکایت ہائے رنگیں کا۔ گھا۔ کیا
 تفاعل ہائے تنگیں آزما۔ کیا
 ہوس کو۔ پاس ناموس وفا۔ کیا
 تفاعل ہائے ساقی کا گھلا۔ کیا
 غم آوارگی ہائے صبا۔ کیا
 ہم آئیں کے ہیں۔ ہمارا پوچھنا کیا
 شیدان نگہ کا۔ خوں بہا۔ کیا
 فکست قیت دل کی صدا۔ کیا؟
 شکیب خاطر عاشق۔ بھلا۔ کیا؟
 یہ۔ کافرقتہ طاقت ربا۔ کیا؟

تجاہل پیشگی۔ سے۔ مدعا کیا؟
 نوازش ہائے بے جا دیکھتا ہوں
 نگاہ بے محابا چاہتا ہوں
 فروغ شعلہ خن۔ یک نفس ہو
 نفس۔ بیچ محیط بے خودی ہو
 دماغ عطر پیراہن۔ نہیں ہو
 دل ہر قطرہ ہو۔ ساڑنا انا البحر
 محابا کیا ہو؟ میں ضامن اودھر دیکھ
 سن۔ اے عمارت گرجش و فاشن
 کیا کس نے جگرداری کا دعویٰ؟
 یہ۔ قائل وعدہ صبر آزار مایوں؟

بلائے جاں ہو غالب۔ اس کی ہرابت
 عمارت کیا۔ اشارت کیا۔ ادا کیا

پھر غلط کیا ہو؟ کہ ہم سا کوئی پیدا نہ ہوا
 اُسے پھر آئے۔ دیکھ۔ اگر۔ وا نہ ہوا
 رو برو۔ کوئی بُت آئینہ سیما نہ ہوا
 تیرا بہار۔ بڑا کیا ہو؟ اگر اچھا نہ ہوا
 خاک کا رزق ہو وہ قطرہ جو۔ دیبا نہ ہوا
 کام میں میرے ہو وہ فتنہ۔ کہ ہرپا نہ ہوا
 حمزہ کا قیصہ ہوا۔ عشق کا چڑچا نہ ہوا
 کھیل لڑکوں کا ہوا۔ ویدہ بنیانا نہ ہوا

دورِ قمر و غضب۔ جب کوئی ہم سا نہ ہوا
 بندگی میں بھی سوہ آزارہ و خود ہیں۔ کہ ہم
 سب کو مقبول ہو۔ دعویٰ تری یکتائی کا
 کم نہیں۔ نازش ہم نامی چشم خوں
 سینے کا داغ ہو وہ نالہ کہ لب تک نہ گیا
 نام کا میرے ہو وہ دکھ۔ کہ کسی کو نہ ملا
 ہر دُن مونس۔ دم ذکر نہ منپکے خوں مابا
 قطرے میں۔ وجہ دکھائی نہ ہے؟ اہر جڑیں کل

	<p>حق خبر گرم کہ غالب کے اڑیں گے پرنے دیکھنے ہم بھی گئے تھے۔ پہنا شانہ ہوا</p>	
<p>اسلام، ہم وہ جنوں جلال۔ گلے بے سرو پایا (۷۳) کہ۔ ہی سرخبر، فرنگان آہو۔ پشت خار اپنا</p>		
<p>پڑی نذر گرم۔ تھے ہی نشریم مار سائی کا (۷۴) جنوں غلیظہ۔ صدر نگ۔ دعویٰ پار سائی کا نہ ہو چین تماشا دوست۔ رسول بے وفائی کا زکا بے حسن دے۔ اے جلوہ بنیش۔ کہ ہر آسا نہ مارا جان کر بے جرم قاتل تیری گردن پر لٹائے زباں۔ محو سپاس بے دبا فی ہو مہی ایک بات ہو۔ جویاں نش۔ وان کھنگل تو دبان ہریت پنازہ جو۔ زنجیر رسوا فی</p>		
	<p>نہ دے نامے کو انفا طول غالب مختصر لکھ دے کہ حسرت بچ ہوں عرض ستم ہائے جدائی کا</p>	
<p>گر نہ اندوہ شب فرقت بیاں ہو جائے گا (۷۵) بے تکلف داغ مر۔ مہر دہاں ہو جائے گا تیرہ گز ایسا ہی شام چھریں۔ ہوتا ہو آب لے تولوں سوتے ہیں اس کے پاؤں کا بوسہ۔ مگر دل کو ہمہ دم وفا کھجے تھے۔ کیا معلوم تھا سب کے دل میں ہو کلبہ تیری۔ جو تو راضی ہوا مگر گاہ گرم فرماتی رہی۔ تعلیم ضبط باغ میں مجھ کو نہ لے جا۔ ورنہ میرے حال پر</p>	<p>پر تو متاب۔ سیل غائماں ہو جائے گا ایسی باتوں سے وہ کافر دگماں ہو جائے گا یعنی۔ یہ پہلے ہی نذر امتحان ہو جائے گا مجھ پہ گویا۔ اک زمانہ مہرباں ہو جائے گا شعلہ خس میں۔ جیسے۔ خوں نگین لہجائے گا ہر گل تر۔ ایک چشم خوں فشاں ہو جائے گا</p>	

وائے۔ گرمی اتر اخصاف محشر میں نہ ہو | اب تک تو یہ توقع ہو کہ۔ واں ہو جائے گا

فائدہ کیا؟ سوچ۔ آخر تو بھی دانا ہوا | دوستی ناداں کی ہو۔ جی کاریاں ہو جائے گا

درد منت کش دوا نہ ہوا (۷۳) میں نہ اچھا ہوا۔ بُرا نہ ہوا
 جھج کرتے ہو کیوں رقیبوں کو؟ اک تماشا ہوا گلا نہ ہوا
 ہم کہاں قسمت آزمائے جاویں تو ہی جب خنجر آزما نہ ہوا
 کتنے شہسوار ہیں تیرے لب اکر قریب گالیاں کھا کے بے مزانہ ہوا
 ہو خبر گرم اُن کے آنے کی کج ہی گھر میں بوریا نہ ہوا
 کیا وہ مزد کی خدا فی تھی بندگی میں مرا بھلا نہ ہوا
 جان دی۔ دی ہوئی اُسی کی تھی حق تو یہ ہو کہ حق ادا نہ ہوا
 دُخم گرد گیا۔ ہو نہ منت کام کر کر گیا۔ روا نہ ہوا
 رہزنی ہو کہ دل سستانی ہوا لے کے دل۔ دل تباں روا نہ ہوا

۸۹۱۵۳۱
 ۱۴۱۰

کچھ تو پڑیے کہ لوگ کہتے ہیں
 آج غالب۔ غزل سرائے ہوا

گلہ ہو شوق کو دل میں بھی تنگی جا کا (۷۴) گھر میں محو ہوا اضطراب دریا کا
 یہ جانتا ہوں کہ تو۔ اور پارِ سخن مکتوب گر۔ ستم زدہ ہوں۔ ذوقِ خامہ فرسا کا
 حنائے پائے خزاں ہو۔ بہار اگر ہو یہی دوامِ کفایتِ خاطر ہو۔ عیش و نیا کا
 غمِ فراق میں تکلیفِ سیرِ گل مت دو مجھے دماغ نہیں۔ خندہ ہائے بیجا کا
 ہنوز محرمیِ حسن کو ترستا ہوں کرے ہو ہر رُئیِ موم کام چشمِ بینا کا
 دل اُس کو پہلے ہی ناز واداسے دے بیٹھے ہیں دماغ کہاں۔ حُسن کے بقا ضا کا
 نہ کہہ۔ کہ۔ گر یہ۔ بہ مقدارِ حسرتِ دل ہو مری نگاہ میں ہو حج و خج دریا کا

	فلک کو دیکھ کے کہتا ہوں اس کو یاد اسد جھانیں اس کی جو انداز کار فرما کا	
قطرہ میں کہ میر سے۔ نفس پرورد ہوا (۳۸) اعتبار عشق کی خانہ خرابی دیکھنا خط حارم کی سراسر رشتہ گو ہر ہوا غیر نے کی آہ۔ لیکن وہ خواجه پر ہوا		
جسب۔ یہ تقریب سفر۔ یار نے محل باندھا (۳۹) اہل بنیش نے یہ میر سنگدہ شوخی ماز یاس و امید نے۔ یک عہدہ میدان مانگا تپش شوق نے ہر ذرے پہ رکِ دل اپنا جہر آئینہ کو طوطی بسمل باندھا عجز ہمت نے ظہیرم دل ساک باندھا		
	نہندہ سے کشنی ذوق کے مضمون غالب گرچہ دل کھول کے دریا کو بھی ساحل باندھا	
میں۔ اور بزم محو سے۔ یوں نشہ کام آؤں (۴۰) تو ایک تیز جس میں۔ دونوں چھپے پڑے ہیں اگر میں نے کی تھی تو بہ ساقی کو کیا ہوا تھا وہ دن گئے۔ کہ اپنا دل سے جگر جدا تھا		
	در ماندگی میں غالب۔ کچھ بن پڑے تو جانوں جب رشتہ بے گرہ تھا۔ ماضی گرہ کشا تھا	
گھر ہمارا راجہ نہ روئے بھی تو۔ ویراں ہوتا (۴۱) تنگی دل کا لگہ کیا۔ یہ وہ کافر دل ہو بھو یک عمر دروغ۔ بار تو دیتا۔ بار سے بھر۔ گر بجر نہ ہوتا۔ تو۔ بیا بیا ہوتا کہ۔ اگر تنگ نہ ہوتا۔ تو۔ پریشاں ہوتا کاش۔ رعنواں ہی۔ دیوار کا دیاں ہوتا		
نہ تھا کچھ تو خدا تھا۔ کچھ نہ ہوتا۔ تو خدا ہوتا (۴۲) ہو احباب غم سے یوں بے جس۔ تو غم کیا ہر کے کو ہوئی ممت کہ غالب۔ مر گیا۔ پر باد آتا ہی ڈوب یا بچھ کو۔ ہونے لے۔ نہ ہوتا میں تو کیا ہوتا نہ ہوتا گر جدا تھ سے۔ تو نہ ان پر دھرا ہوتا وہ ہر اک ہاست پر کہنا کہ یوں ہوتا تو کیا ہوتا		

<p>ایک ذرہ نہیں۔ نہیں بے کار۔ باغ کا بے مے کسے ہو۔ طاقت آشوب آگے بلبل کے کاروبار پہیں خندہ ہائے شغل تازہ نہیں ہو۔ نشہ فکر سخن مجھے سو بار بند عشق سے آزاد ہم ہوئے بے خون دل ہو چم ہیں۔ سچ نمک غبار</p>	<p>(۳۳) یاں جادہ بھی۔ قبیلہ ہو۔ لالے کے داغ کا کھینچا ہو۔ بحر حوصلہ نے۔ خط ایام کا کہتے ہیں جس کو عشق۔ خلل ہو۔ داغ کا تو کیا کیے قدیم ہوں۔ دور چراغ کا ہر کیا کریں کہ دل ہی عدد ہو فراغ کا یہ ٹوکہ۔ خراب ہو۔ کڑ کے سراغ کا</p>
<p>باغ شکستہ تیرا۔ بساط لٹا دل ابر بہار۔ نمکدہ کس کے داغ کا</p>	
<p>وہ مری چین چین سے۔ غم نہاں۔ سمجھا ایک العیش نہیں۔ صیقل آئینہ ہنوز شرح اسباب گرفتاری خاطر مست پوچھ ہدگمانی نے نہ چاہا اسے سرگرم فراق عجز سے اپنے یہ۔ جانا۔ کہ وہ بد خو ہوگا سفر عشق میں کی ضعف نے راحت ملی تھا گریزاں۔ مژدہ یار سے۔ دل تادم مرگ</p>	<p>(۳۴) راز مکتوب ہ بے رہیلی عنوان۔ سمجھا چاک کرتا ہوں میں جب کہ گریباں۔ سمجھا اس قدر تنگ ہوا دل۔ کہ میں زنداں سمجھا نخ پہ ہر قطرہ عرق۔ دیدہ سیراں سمجھا نبض خس سے تپش شعلہ سوزاں سمجھا ہر قدم سائے کو میں اپنے شبستان سمجھا دفع پیکان قضا۔ اس قدر آساں سمجھا</p>
<p>✓ دل دیا جاں کے کیوں اس کو وفا دار خللی کی۔ کہ جو کافر کو مسلمان سمجھا</p>	
<p>پھر مجھے دیدہ تر یا د آیا دم لیا تھا نہ قیامت نے ہنوز سادگی ہائے تنگ۔ یعنی عذیر و اماندگی اسے صورت حال</p>	<p>(۳۵) دل جگر تشنہ فریاد آیا پھر تر اوقت سفر یا د آیا پھر وہ نیزنگ نظر یا د آیا نالہ کرتا تھا۔ جگر یا د آیا</p>

<p>کیوں ترا۔ راہ گزر۔ یا د آیا گھر ترا خلد میں گر۔ یا د آیا دل سے تنگ آجے جگر یا د آیا دلِ گم گشتہ۔ گر۔ یا د آیا دشت کو دیکھ کے گھر یا د آیا</p>	<p>زندگی۔ یوں بھی۔ گز رہی جاتی کیا ہی۔ رضواں سے لڑائی ہوگی آہ وہ بُرائی فریاد کہاں پھر ترے کوچے کو جاتا ہو خیال کوئی ویرانی سی ویرانی ہوا</p>
<p>میں نے مجھوں پہ لڑکپن میں اس سنگ اٹھایا تھا کہ سر یا د آیا</p>	
<p>آپ آتے تھے۔ مگر کوئی غناں گیر بھی تھا اُس میں کچھ شائبہ خوبی تغذیر بھی تھا کبھی فتراک میں تیرے کوئی نخچیر بھی تھا ہاں کچھ اک رنج گراں باری زنجیر بھی تھا بات کہنے کہ میں لب تشنہ تقریر بھی تھا گر گڑ بیٹھے تو۔ میں لائقِ تفریر بھی تھا نالہ کرتا تھا۔ ولے طالبِ تاثیر بھی تھا ہم ہی آشفتمہ سروں میں وہ جواں میر بھی تھا آخر اس شوخ کے تکرش میں کوئی تیر بھی تھا آدمی کوئی ہمارا دمِ مختہریر بھی تھا</p>	<p>ہوئی تاخیر۔ تو کچھ باعثِ تاخیر بھی تھا تم سے بچا ہو مجھے اپنی تباہی کا رگلا تو مجھے بھول گیا ہو تو پتا تبادلوں قید میں ہو ترے وحشی کو وہی زلفت کی یاد بجلی اک کو زندگئی آنکھوں کے آگے تو کیا یوسف اُس کو کہوں۔ ادھر کچھ نہ کہے خیر ہوئی دیکھ کر غیر کو۔ ہو کیوں نہ کیجھ ٹھنڈا پیشے میں عیب نہیں رکھیے نہ فرما کو نام ہم تھے مرنے کو کھڑے۔ پاس نہ آیا۔ نہ سہی پکڑے جاتے ہیں فرشتوں کے کھچے پر ناصق</p>
<p>بیختہ کے نہیں استاد نہیں ہو غالب کہتے ہیں اگلے زمانے میں کوئی میر بھی تھا</p>	
<p>زیارت کدہ ہوں۔ دل آزد دگاں کا میں دل ہوں۔ فریب و فافور دگاں کا</p>	<p>لبِ شک۔ ہر تشکی مردگاں کا ہمہ نا امید۔ ہنسہ ہلگامی</p>

<p>(۳۸) اور دل پہ ہر وہ ظلم کہ مجھ پر نہ ہوا تھا نور شید ہنوز اس کی برابر نہ ہوا تھا آنکھوں میں ہی وہ قطرہ کہ گوہر نہ ہوا تھا میں مقعدِ فتنہ محشر - نہ ہوا تھا یعنی - سبقِ شوقِ بکر نہ ہوا تھا میرا سر دامن بھی - ابھی تر نہ ہوا تھا</p>	<p>تو دوست کسی کا بھی ستم گر نہ ہوا تھا چھوڑا میرے غمشب کی طرح دستِ قضا نے توفیق پہ اندازہِ ہمت - ہی ازل سے جب تک کہ نہ دیکھا تھا قدر یا رکا عالم میں سادہ دل - آرزو گئی یا رے خوشیوں دریائے معاصی تنک آبی سے ہوا خشک</p>
<p>جاری تھی اس دردِ جگر سے مرے تحصیل آتش کہہ - جاگیرِ مسند نہ ہوا تھا</p>	
<p>(۳۹) رشتہ ہر شمع - خارِ کسوتِ فانوس تھا کس قدر - یارب! ہلاکِ حسرتِ پاپوں تھا دل پہ دل پیوستہ - گویا - اک لبِ انوس تھا جو کہ کھایا خونِ دل بے منتِ گیموس تھا</p>	<p>شب کہ وہ مجلسِ فرورِ خلوتِ ناموس تھا مشہدِ عاشق سے کوسوں تک جو آگتی ہو جتا حاصلِ الفت نہ دیکھا - جز شکستِ آرزو کیا کوں بیمارِ غم کی فراغت کا بیان</p>
<p>(۴۰) صاحبِ کو - دل نہ دینے پہ کتنا غور تھا اس کی خطا نہیں ہو - یہ میرا قصور تھا</p>	<p>آئینہ دیکھ - اپنا سامنہ لے کے رہ گئے قاصد کی اپنے ہاتھ سے گردن نہ مارے</p>
<p>(۴۱) جس دل پہ ناز تھا - مجھے - وہ دل نہیں رہا ہوں شمعِ کشتہ - درخوہِ محفل نہیں رہا شایانِ دست و بازوئے قاتل نہیں رہا یاں اختیارِ ناقص و کامل نہیں رہا غیر از نگاہِ اب کوئی حائل نہیں رہا</p>	<p>عرضِ نیازِ عشق کے قابل نہیں رہا جاتا ہوں دلِ غمِ حسرتِ ہستی لیے ہوئے مرنے کی - اسے دل - اور ہی تیر کر کہ میں بروئے شش بہستہ آئینہ باز ہو داکر دیئے ہیں شوق نے بندِ نقابِ حسن</p>

گوئیں رہا۔ رہیں ستم ہائے روزگار دل سے ہوائے کشتہ و فامٹ گئی گواں	لیکن ترے خیال سے غافل نہیں رہا حاصل سوائے حسرت حاصل نہیں رہا
پیدا و عشق سے نہیں ہوتا۔ مگر اس جس دل پہ ناز تھا۔ مجھے وہ دل نہیں رہا	
رشتک کہتا ہے کہ اس کا غیر سے اظہار صحت (۴۴) ذہ ذہ۔ ساغرِ مخی خیرنگ شوقِ یوساماں طرازِ نارِش اربابِ عجز میں۔ اور ایک آفت کا ٹکڑا وہ دلِ وحشی کہ چلوہ سنج رشتک ہم دیگر نہ رہنا چاہیے رابط یک شیرازہ وحشت میں۔ اجڑے بہا	غفل کہتی ہے کہ وہ بے ہوش کس کا آشنا گردش مجھوں۔ چشک ہائے لیلیٰ آشنا ذہ۔ صحرادست گاہ۔ و۔ قطرہ دیا آشنا عافیت کا دشمن اور آوارگی کا آشنا میر۔ زانو مونس۔ اور آئینہ تیر آشنا سبزہ بیگانہ۔ صبا آوارہ۔ گل نا آشنا
کوہ کن۔ نقاش یک تنال شیر خاں (۴۵) سنگ سے سرا کر ہووے نہ پیدا آشنا	
ذکر اس پری و ش کا۔ اور پھر بیاں اپنا م وہ کیوں ہست پیتے۔ بزمِ غیر میں یا رب نظر اک بلند می پر۔ اور ہم بنا سکتے وے وہ جس قدر دولت ہم ہنسی میں لائیں گے درِ دل کھوں کب تک جاؤں ان کو کھلاؤں گھٹتے گھٹتے مٹ جاتا۔ آپ نے عبت ہلا تاکرے نہ غازی۔ کر لیا ہے دشمن کو	بن گیا رقیب۔ آخر۔ تھا جہاز داں اپنا آج ہی ہوا منظور ان کو امتحاں اپنا عرش سے اُدھر ہوتا۔ کاشکے کھاں اپنا بارے۔ آشنا کھلا ان کا پاسباں اپنا انگلیاں نگار اپنی۔ خامنہ چکاں اپنا ننگ سجدہ سے میرے سنگ استاں اپنا دوست کی شکایت میں ہم نے ہمہاں اپنا
ہم کہاں کے دانا تھے۔ کس نے نہیں جانتے تھے بے سبب ہوا غالب دشمن آسمان اپنا	

<p>سُرمہ مفت نظر ہوں۔ میری قیمت یہ ہو رضیتِ نالہ مجھے دے۔ کہ مبادا ظالم</p>	<p>کہ رہے چشمِ خریدار پہ احساں میرا تیرے چہرے سے ہوا ہر غمِ نہاں میرا</p>
<p>خافل۔ بہ وہمِ ناز۔ خود آراہی۔ ورنہ یاں بزمِ قدح سے۔ عیشِ تننا نہ رکھ کہ رنگ رحمت اگر قبول کرے۔ کیا بعید ہو؟ مقل کو کس نشاط سے جاتا ہوں میں کہ ہو</p>	<p>(۴۵) بے شائبہ صبا۔ نہیں طرہ گیاہ کا صیدِ زدام جستہ ہو۔ اس دامنِ گاہ کا شرِ مندی سے۔ غدر نہ کرنا گناہ کا پُرگل۔ خیالِ زخم سے۔ دامنِ نگاہ کا</p>
	<p>جاں دہو آئے یک نگہ گرم ہو اس پر وانی ہو دکیل۔ ترے داد خواہ کا</p>
<p>جور سے باز آئے پر۔ باز آئیں کیا؟ راتِ دن گردش میں ہیں سات آسماں لاگ ہو۔ تو اس کو ہم سمجھیں۔ لگاؤ ہو لیے کیوں۔ نامہ بر کے ساتھ ساتھ موجِ خوں۔ سر سے گزری کیوں نہ بجائے عمر بھر دیکھا کیا مرنے کی راہ</p>	<p>(۴۶) کہتے ہیں ”ہم تجھ کو منہ دکھلائیں کیا؟“ ہو رہے گا کچھ نہ کچھ۔ گھبرا ئیں کیا جب نہ ہو کچھ بھی۔ تو دھوکا کھائیں کیا یارب۔ اپنے خط کو ہم پہنچائیں کیا آستانِ یار سے اُٹھ جائیں کیا مر گئے پر۔ دیکھئے دکھلا ئیں کیا</p>
	<p>بہ چھتے ہیں وہ کہ ”فالیپ کون ہو؟“ کوئی بتلاؤ کہ ہم سہسلا ئیں کیا؟</p>
<p>لطف سے۔ بے کثافت جلوہ پیدا کرنی سکتی</p>	<p>(۴۷) چمن زچھا رہی۔ آسینہ بادِ بہاری کا</p>

جہاں ساتی ہو تو۔ باطل ہے۔ دعویٰ پارسائی کا	حر لیب چوشتش دریا نہیں خود داری ساحل
<p>درود کا حد سے گز رنا ہے۔ دوا ہو جانا تھا لکھا۔ بات کے بنتے ہی۔ جدا ہو جانا مٹ گیا گھسنے میں۔ اس عقدہ کا دوا ہو جانا اس قدر دشمن ارباب وفا۔ دوا ہو جانا باور آیا نہیں پانی کا ہوا ہو جانا ہو گیا۔ گوشت سے ناخن کا جدا ہو جانا روتے روتے غمِ فرقت میں فنا ہو جانا کیوں ہے؟ گردہ جولان صبا ہو جانا دیکھ برسات میں۔ سبز آنکھ کا ہو جانا</p>	<p>(۷۸) عشرتِ قطرہ ہے۔ دریا میں فنا۔ ہو جانا تچہ سے قیمت میں مری صورتِ قفلِ مجید دل ہوا کشمکش چارہ زحمت میں تمام اب بھاسے بھی ہیں محروم۔ ہم۔ اللہ ضعف سے۔ گرہ۔ تبدیل بد دم سرد ہوا دل سے مٹنا تری انگشتِ خانی کا خیال ہو مجھے ابرہاری کا۔ برس کو کھلنا گر نہیں۔ نہایت گل کو ترے کوچہ کی ہوس تاکہ۔ تچہ پر کھلے اعجاز ہوئے صیقل</p>
<p>بخشے ہو جلوہ گل۔ ذوقِ تماشا غالب چشم کو چاہیے ہر رنگ میں وا ہو جانا</p>	
<p>ر د ل ی ب</p>	
<p>دے بٹھ مڑ کو۔ دل و دست شامیج شرب سایہ تاک میں ہوتی ہو۔ ہوا۔ موجِ شرب سر سے گزے پہ بھی ہوا ہامیج شرب موجِ ہستی کو۔ کرے فیض ہوا۔ موجِ شرب</p>	<p>(۷۹) پھر ہوا وقت۔ کہ ہوا بال کشا۔ موجِ شرب پوچھ ہمت۔ وجہ ہستی اربابِ چمن جو ہوا غرق مڑی بخت رسا رکھتا ہو ہو برسات وہ موسم کہ عجب کیا ہو؟ اگر</p>

دے ہی تسکیں۔ پرم آب بقا موج شراب
 شہر رنگ سے ہی بال کشا۔ موج شراب
 ہی تصور میں زبں۔ جلوہ نما۔ موج شراب
 بس کہ رکھتی ہی سر نشو و نما۔ موج شراب
 موج سبزہ نو خیز سے۔ تا۔ موج شراب
 رہبر قطرہ بہ دریا ہی خوشا۔ موج شراب

جس قدر روح نہاتی ہی۔ جگر تشنہ ناز
 بس کہ دوڑے ہی گت تاک میں خوں بہو کر
 موجہ گل سے۔ پیرا غالب ہی گزر کا وہ خیال
 نشے کے پردے میں ہی محو تماشا ہے دماغ
 ایک عالم پہیں طوفانی کیفیت فصل
 شرح ہنگامہ ہستی ہی زہے موسم گل

ہوش اڑتے ہیں مے جلوہ گل دیکھ اسد
 پھر ہوا وقت۔ کہ ہو بال کشا۔ موج شراب

روایت (ت)

جن لوگوں کی تھی درخور عقیدہ گمراہ انگشت
 خالی مجھے دکھلا کے بوقت سفر انگشت

افسوس کہ دیدیاں کا کیا رزق فلک نے (۵۰)
 کافی ہی۔ نشانی تری۔ پھلتے کا نہ دینا

لکھا ہوں اسد سوزشِ دل سے سخن گرم
 ہمارے نہ سکے کوئی مرے حرف پر انگشت

پھر اک روز مرنا ہی۔ حضرت سلامت
 لکھے ہو خداوند نعمت سلامت
 مبارک۔ مبارک۔ سلامت سلامت

رہا اگر کوئی تا قیامت۔ سلامت (۵۱)
 جگر کو مرے۔ عشقِ خوں تا بہ مشرب
 علی الزعم دشمن۔ شہید و فدا ہوں

نہیں گر۔ سرو برگ اور اک مہنی	تھا شائے نیزنگ صورت سلامت
منہ گئیں کھولتے ہی کھولتے آنکھیں غالب (۵۱)	یا ر لائے مری بالیں پائے۔ پر کس وقت!
آہ خط سے ہوا ہی سرد۔ جو۔ بازار دوست اسے دلِ ناماقبت اندیش ضبط شوق کر خانہ ویراں ساز بی حیرت تھا شاکیجیے عشق میں۔ بیدار شکب غیر نے مارا مجھے پیشم مارو شن۔ کہ اس بے درد کا دل شاد ہو غیر یوں کرتا ہی میری پریش اس کے بھڑیں تاکہ میں جانوں کہ اس کی رسائی داں تک جب کہ میں کرتا ہوں اپنا شکوہ ضعف دماغ چپکے چپکے مجھ کو روتے دیکھ پاتا ہے۔ اگر مہربانی ہائے دشمن کی شکایت کیجیے!	(۵۲) دو دو شمع کشتہ تھا۔ شاید خط رخسار دوست کون لاسکتا ہوتا پ جلوہ دیدار دوست؟ صورت نقش قدم ہوں۔ رفتہ رفتہ رخسار دوست کشتہ دشمن ہوں آخر۔ گرچہ تھا بیمار دوست دیدہ پنوں ہمارا۔ سانگر سرشار دوست بے تکلف دوست ہو جیسے کوئی غم غبار دوست مجھ کو دیتا ہے۔ پیام وعدہ دیدار دوست سر کرے ہی۔ وہ حدیث زلف غبار دوست ہنس کے کرتا ہے بیان شوخی گفتار دوست یابیاں کیجے پاس لذت آزار دوست
یہ غزل اپنی مجھ سے پسند آئی ہو آپ یہ ردیف شعر میں غالب زمین تکرار دوست	
ردیف (ج)	
گلشن میں بند و بست بہ رنگ و دگر آج (۵۳)	قمری کا طوق۔ حلقہ بیرون در ہی آج

<p>آتا ہی ایک پارہ دل - ہر فحاش کے ساتھ اسے عافیت کنارہ کراے انتظام چل</p>	<p>تارِ نفس کندِ شکارِ اثر ہی آج سیلابِ گریہ درپہ دیوارِ دہر آج</p>
<p>لوہم مرین عشق کے تیار دار ہیں</p>	<p>(۵۵) اچھا اگر نہ ہو - تو - مسیحا کا کیا علاج</p>
<p>ر د ی ف (پ ج)</p>	
<p>نفس نہ انجمن آرزو سے باہر کھینچ کمالِ گرمی سچی تلاش دید - نہ پوچھ تجھے بہانہ راحت ہی - انتظار سے دل ترسی طرہ ہی بہ حسرت - نظارہ نگس پنیم غمرہ - ادا کر - حق و دلیت ناز مرے قلعہ میں ہی - صہبائے آتش پہناں</p>	<p>(۵۶) اگر شراب نہیں - انتظارِ ساغر کھینچ برنگِ خار مرے آئنے سے جوہر کھینچ کیا ہو کس نے اشارہ کہ نازِ بستر کھینچ بکوری دل و چشمِ رقیب - ساغر کھینچ نیام پر دہ زخمِ جگر سے خنجر کھینچ بروئے سفرہ - کبابِ دلِ سمندر کھینچ</p>
<p>ر د ی ف (د)</p>	
<p>حسن - غمرے کی کشاکش سے چٹھا میرے بعد منصبِ شیفگی کے کوئی قابل نہ رہا شیعہ بچتی ہو - تو اس میں سے دھواں اٹھتا ہے خوں ہو دل خاک میں - احوالِ تباہ پر یعنی دو غرض نہیں جو ہر بے داد کو - جا</p>	<p>(۵۷) بارے آرام سے ہیں - اہلِ خیامیرے بعد ہوئی معزولی انداز و ادا میرے بعد شعلہ عشقِ سیہ پوش ہو امیرے بعد اُن کے ناخن ہوئے تھلجِ خیامیرے بعد گمہ ناز ہی سرے سے خیامیرے بعد</p>

چاک ہوتا ہی گریباں سے جدا میرے بعد
ہی مگر رلب ساقی پہ صلا میرے بعد
کہ کہے تعزیت سہرو و فامیرے بعد

ہی جنوں - اہل جنوں کے لیے - آغوش وداع
کون ہوتا ہی حریف مہر و افگن عشق؟
غم سے مڑتا ہوں کہ اتنا نہیں دنیا میں کوئی

آئے ہی بیکسی عشق پہ رونا غالب
کس کے گھر جائے گا سیلابِ بلا میرے

ردیلت (ر)

(۵۸) گھاہ شوق کو ہیں - بال و پر درو دیوار
کہ ہو گئے مرے دیوار و در - درو دیوار
گئے ہیں چند قدم پیشتر - درو دیوار
کہ مست ہی ترے کوچہ میں ہر درو دیوار
کہ ہیں دکانِ تیغِ نظر - درو دیوار
کہ گر پڑے نہ مرے پاؤں پر - درو دیوار
ہوئے فدا درو دیوار پر - درو دیوار
ہمیشہ روتے ہیں ہم دیکھ کر - درو دیوار
کہ ناچتے ہیں پڑے - سر بسر درو دیوار

بلا سے ہیں - جو یہ پیشِ نظر درو دیوار
و فوراً شک نے - کاشانے کا کیا یہ رنگ
نہیں ہی سایہ - کہ سن کر نویدِ مقدم یار
ہوئی ہو کس قدر ازانی ٹے جلوہ
جو ہو تجھے سر سوداے انتظار تو - آہ
جو مگر یہ کا سامان کب کیا میں نے
وہ آہ مارے ہسلے میں تو سائے سے
نظر میں کھٹکے ہو بن تیرے گھر کی آبادی
نہ پوچھ بے خودی عیشِ مقدم سیلاب

نہ کہہ کسی سے کہ غالب نہیں زمانے میں
حریفِ رازِ محبت - مگر درو دیوار

گھر حب بنا لیا تر سے در پر۔ کہے بغیر (۵۹) جانے گا اب بھی تو نہ مرا گھر کہے بغیر
 کہتے ہیں۔ جب رہی نہ مجھے طاقت سخن
 کام اُس سے اُٹھا ہو۔ کہ جس کا جہان میں
 جی میں ہی کچھ نہیں ہو ہمارے و گردنہ۔ ہم
 چھوڑوں گا میں۔ نہ اُس بُت کا فر کا پوجنا
 مقصد ہو ناز و غمرہ۔ ولے۔ گفتگو میں کام
 بہرا ہوں میں۔ تو چاہیے۔ دونا ہوا التفات

غالب۔ نہ کر حضور میں تو بار بار عرض
 ظاہر ہو تیرا حال سب اُن پر کہے بغیر

کیوں جیل گیا نہ تابِ مُنچ یا ردیکہ کر؟ (۶۰) جلتا ہوں۔ اپنی طاقت دیدار۔ دیکھ کر
 آتش ہرست کہتے ہیں۔ اہل جہاں مجھے
 کیا آبروئے عشق جہاں عام ہو جفا!
 آتا ہو میرے قتل کو۔ پر جوشِ رشک سے
 ثابت ہوا ہو۔ گردنِ مینا پھونِ خلق
 داحسرتا کہ یار نے کھینچا ستم سے ہاتھ
 یک جاتے ہیں ہم آپ متاعِ سخن کے ساتھ
 زنا رہا ہمد۔ سچہ صد دانہ تو رُڈال
 اِن آبلوں سے پانوں کے گھر اگیا تھا میں
 کیا بدگماں ہو مجھ سے کہ آئیے میں مرے

کرکنا ہوں۔ تم کو بے سبب آزار دیکھ کر
 مرتا ہوں اُس کے ہاتھ میں تلوار دیکھ کر
 لرزے ہو مچھو ترمی رفتار دیکھ کر
 ہم کو حریمِ لذت آزار دیکھ کر
 لیکن عیارِ طبعِ خسریہ ار دیکھ کر
 رہر و چلے ہو راہ کو ہموار دیکھ کر
 جی خوش ہوا ہو راہ کو پُر خار دیکھ کر
 طوطی کا عکس سمجھے ہو زنگار دیکھ کر

گرنی تھی ہم پہ برق تجلی۔ نہ طور پر	دیتے ہیں بادہ۔ طرف قدح غوار دیکھ کر
سر پہ ٹوناوہ غالب شوریدہ حال کا یاد آ گیا مجھے۔ تری دیوار دیکھ کر	
لرزتا ہی مراد۔ زحمتِ مہر و نشاں پر (۶۱) نہ چھوڑی حضرت یونسؑ یاں بی خانہ آلی فنا۔ تعلیم دین ہی جودی ہوں اس زمانے سے فراغت کس قدر تھی مجھے تشویشِ مرہم سے نہیں تعلیمِ الفت میں۔ کوئی طواریزِ نازِ ایل مجھے۔ اب دیکھ کر ابرِ شفقت آلودہ یاد آیا بجز پر وارِ شوقِ ناز۔ کیا باقی رہا ہوگا؟	میں ہوں وہ قطرہ شبنم۔ کہ جو غارِ بیاباں پر سفیدی دیدہ یعقوب کی پھرتی ہو زناں پر کہ محض لامِ الفت کھتا تھا دیوارِ دلبستاں پر بہم گر صلح کرتے پارہ ہائے دل لنگراں پر کہ پشتِ چشم سے جس کی نوے مہرِ عزاں پر کہ فرقت میں تری آتشِ برستی تھی گستاں پر قیامت اک ہوائے تند ہی خاکِ شہیداں پر
نہ لڑنا صبح سے غالب۔ کیا ہوا اگر اُس نے شدت کی ہمارا بھی تو آخر زور چلتا ہی گریباں پر	
(۶۲) ہو بس کہ۔ ہر اک اُن کے اشارے میں نشاں اور کرتے ہیں محبت۔ تو گزرتا ہی گماں اور یارب۔ وہ نہ سمجھے ہیں۔ نہ سمجھیں گے مری بات دے اور دل اُن کو۔ جو نہ دے مجھ کو دباں اور	

ابرو سے ہی کیا اُس نگہ ناز کو پہنچند
 ہو تیر مقرر۔ مگر اُس کی ہی کہاں اور
 تم شہر میں ہو۔ تو ہمیں کیا غم؟ جب اُٹھیں گے
 لے آئیں گے بازار سے۔ جا کر۔ دل وہاں اور
 ہر چند سبک دست ہوئے ہفت سکنی میں
 ہم ہیں۔ تو ابھی راہ میں ہی سبک گراں اور
 ہونہ جگر و شش میں دل کھول کے روتا
 ہوتے چوکی۔ دیدہ خوں نابہ نشاں اور
 مرتا ہوں۔ اس آواز پہ۔ ہر چند۔ سراٹھ جائے۔
 جلاؤ کو۔ لیکن وہ کہے جائیں کہ ”ہاں اور“
 لوگوں کو ہی۔ خورشید جہاں تاب کا دھوکا
 ہر روز دکھاتا ہوں میں اک داغ تھاں اور
 لیتا نہ اگر دل تمہیں دیتا۔ کوئی دم چین
 کرتا۔ جو نہ مرتا۔ کوئی دن۔ آہ و نغماں اور
 پالتے نہیں جب راہ۔ تو چڑھ جاتے ہیں نالے
 رکتی ہی مری طبع تو ہوتی ہی رواں اور
 ہیں اور بھی دنیا میں سنو رہے اچھے
 کہتے ہیں۔ کہ ”غالب“ کا ہی انداز بیاں اور

صفائے حیرت آئینہ ہی۔ سامانِ زنگ نہ نہ کی سامانِ پیش و جاہ نے تدبیر و حشمت کی	(۳) نیز آبِ برج ماندہ کا۔ پاتا ہو ننگ۔ آخر ہو انجامِ زمرہ بھی۔ مجھے داغِ پلنگ آخر
---	--

جنوں کی دست گیری کس سے ہو؟ گرہونہ عریانی^(۶۳)
 گریباں چاک کا حق ہو گیا ہو میری گردن پر
 بزرگ کا غذا آتش زدہ نیرنگ بے تابی
 ہزار آئینہ دل باندھے ہی۔ بال یک پتیدن پر
 فلک سے ہم کو عیش رفتہ کا کیا کیا تقاضا ہو؟
 متاع بردہ۔ کو سمجھے ہوئے ہیں۔ قرض رہزن پر
 ہم اور وہ بے سبب رنج۔ آشنادشمن کہ رکھتا ہو
 شعاع مہر سے تھمت نگہ کی۔ چشم روزن پر
 فنا کو سوپ کر۔ مشتاق ہو اپنی حقیقت کا
 فروغ طالع غاشاک ہو موقوف گلشن پر
 اسد۔ بسل ہو کس انداز کا قاتل سے کشا ہو
 کہ مشق ناز کر۔ خون دو عالم میری گردن پر

ستم کش مصلحت سے ہوں۔ کہ خواہاں تجھ پہ عاشق ہیں
 تکلف برطرف۔ مل جائے گا تجھ سا رقیب آخر

<p>لازم تھا۔ کہ دیکھو مرادستہ کوئی دن اور مٹ جائے گا سرگرترا پتھر نہ گھسے کا آٹے ہو کل۔ اور آج ہی کہتے ہو کہ ”جاؤں“ جاتے ہو رے کہتے ہو ”قیامت کو ملیں گے“ ہاں اے فلک پیہ۔ جواں تھا ابھی عارف</p>	<p>(۶۵)</p>	<p>تنہا گئے کیوں؟ اب رہو تنہا کوئی دن اور ہوں در پہ ترے ناصیب فرسا کوئی دن اور مانا۔ کہ ہمیشہ نہیں۔ اچھا۔ کوئی دن اور کیا خوب! قیامت کا ہو گو یا کوئی دن اور کیا تیرا اگر دتا جو نہ مرنا؟ کوئی دن اور</p>
--	-------------	---

پھر کیوں نہ رہا گھر کا وہ نقشہ کوئی دِل اور
کرتا ملک الموت تعافنا کوئی دِل اور
بچوں کا بھی دیکھا نہ تھا ش کوئی دِل اور
کرتا تھا جواں مرگ گزرا کوئی دِل اور

تم ماہِ شب چار دہم تھے مرے گھر کے
تم کون سے ایسے تھے کھرے داد و سند کے
مجھ سے نہیں نفرت سی۔ نیر سے لڑائی
گزری نہ بہر حال یہ مدت خوش و ناخوش؟

ناداں ہو چکے ہو۔ کہ کیوں جیتے ہیں غالب؟
قیمت میں ہو مرنے کی تمنا کوئی دِل اور

روایت (ر)

ہو داغِ عشق زینتِ جیبِ کفنِ ہنوز
ہوں گلِ فروشِ شوخیِ داغِ کفنِ ہنوز
خمیازہ کھینچے ہو بہت بے دادِ فنِ ہنوز

(۶۹) فارغِ مجھے نہ جان۔ کہ مانندِ صبح و مہر
ہو نا زِ مفلساں ز رازِ دستِ رفته۔ پر
مِی خاۓ جگر میں۔ یہاں خاک بھی نہیں

دعا قبول ہو یا رب۔ کہ عمرِ خضر دراز
ہنوز تیرے تصور میں ہو نشیب و فراز
کہ دیکھے آئینہٴ انتظار کو پر واز
مِی نہ خاک ہوئے پر ہو اُسے جلوہٴ ماز

(۷۰) حریفِ مطلبِ شکلِ نہیں۔ فنونِ نیاز
نہ ہو بہ ہرزہ۔ بیاباںِ نورد و ہمِ وجود
وصال۔ جلوہٴ تماشا ہو۔ پردِ باغِ کہاں
ہر ایک ذرہٴ عاشق ہو آفتابِ پرست

نہ پوچھ و سعتِ مِی خاۓ جنوں غالب!
جہاں بہ کا سہ گردوں ہو۔ ایک خاک انداز

<p>وسعت سعی کرم دیکھ۔ کہ سرتا سرخاک یک قلم کا غدا آتش زدہ ہو۔ صفحہ دشت</p>	<p>(۹۸) گزرے ہی۔ آبلہ پایا برگز بار۔ ہنوز نقش پائیں ہو تپ گرمی رفتار ہنوز</p>
<p>کیوں گر۔ اُس بُت سے رکھوں جان عزیز؟ دل سے نکلا۔ پہ نہ نکلا دل سے</p>	<p>(۹۹) کیا نہیں ہو مجھے ایمان عزیز؟ ہو ترے تیر کا پیکان عزیز</p>
<p>تاب لائے ہی بنے گی غالب واقعہ سخت ہو اور جان عزیز</p>	
<p>نہ گلِ نغمہ ہوں۔ نہ پردہ ساز تو۔ اور آرا۔ لُشِ حُسنِ کامل لافِ تمکین۔ فریبِ سادہ دلی ہوں گرفتارِ اَلْعَنَتِ صیاد وہ بھی دن ہو کہ اُس ستم گر سے نہیں دل میں مرے وہ قطرہٴ نحوں اے ترا جلوہ۔ یک قلم انگیز تو ہوا جلوہ گر۔ مبارک ہو مجھ کو پوچھا۔ تو کچھ غضب نہ ہوا</p>	<p>(۱۰۰) میں ہوں اپنی شکست کی آواز میں اور اندیشہ ہائے دور و دراز ہم ہیں۔ اور راز ہائے سینہ گداز ورنہ باقی ہو طاقت پر داز ناز کینچوں۔ بجائے حسرت تاز جس سے شرکاں ہوئی نہ ہو گبار اے ترا ظلم سر بہ سر انداز ریشِ سجدہ جبینِ نیاز میں غریب اور تو غریب نواز</p>
<p>اسد اللہ خاں۔ تمام ہوا اے دریا۔ وہ رہبرِ شاہ باز</p>	

رویت س

مژدہ - اے ذوقِ اسیری - کہ نظر آتا ہو
 جگر تشنہ آزار - تکتی نہ ہوا
 مُندگیاں کھولتے ہی کھولتے آنکھیں ہی ہوا
 میں بھی رک ٹک کے نہ مزا - جزاں کے بدلے
 دھن شیر میں جا بیٹھے - لیکن اے دل
 دیکھ کر چٹھہ کو - چمن - بس کہ منہ کرتا ہو

(۴۱) دام خالی قفسِ مرغ گرفتار کے پاس
 جوئے غول ہم نے بنائی - بون بون بون کے پاس
 خوب وقت آئے تم اس عاشقِ تکیہ کے پاس
 دشمن اک تیز سا ہوتا - مرے غم غور کے پاس
 نہ کھڑے ہو جیسے خوبانِ دل آزار کے پاس
 خود بہ خود - پہنچے ہو گل - گوشہ دستار کے پاس

مرگیا پھوڑ کے سر غالب وحشی - ہی - ہی -
 بیٹھنا اُس کا وہ آکر تری دیوار کے پاس

رویت (ش)

نہ لیوے گر - خس جو ہر - طراوت سبزہ خط سے
 گادے خانہ آئینہ میں - روئے بھگارتش
 فروغِ حسن سے ہوتی ہو حَلِ شکرِ عاشق
 نہ بھگے - شمع کے پاس - نکالے گر نہ عارِ تاش



رویف (ع)

چرخ واکرتا ہو ماہِ نو سے آغوشِ وداع

جادو رہ - نور کو وقفِ شام ہو تارِ شعاع

ہوئی ہے آتشِ مغل - آپِ زندگانی شمع
یہ بات بزم میں - روشن ہوئی زبانی شمع
بہ طرزِ اہل فنا ہو - فنا نہ خوانی شمع
ترے لرزے سے ظاہر ہو ناخوانی شمع
بہ جلوہ ریزی باد - وہ بہرِ فنا فی شمع
شگفتگی ہو شہیدِ گلِ خزا فی شمع

مُخِجِ مکار سے ہے - سوزِ جاودانی شمع
زبانِ اہل زباں میں ہے - مرگ - خاموشی
کرے ہو صرف بہ ایماے شعلہ قصہ تمام
غم اُس کو حسرت پر دانہ کا ہو - اے شعلہ!
ترے خیال سے روحِ بہتراز نکرتی ہے
نشاطِ داغِ غمِ عشق کی ہمارے پوچھ

جلے ہے - دیکھ کے بالینِ یار پر مجھ کو،
نہ کیوں ہو دل پہ مرے داغِ بگمائی شمع؟

رویف (ف)

مجبوریاں تلک ہوئے - اسی اختیارِ حیف!
اے ناتامیِ نفسِ شعلہ با - ر - حیف!

بیمِ رقیب سے نہیں کرتے وداعِ ہوش
جلتا ہو دل - کہ کیوں نہ ہم اک بار جل گئے؟



رویف (ک)

(۵۷) زخم پہ چھڑکیں کہاں۔ طفلان بے پروا نمک
گردِ راہ یار۔ ہی سامانِ نازِ زخمِ دل
مجھ کو رزائی رہے تجھ کو مبارک ہو جیو
شوہرِ جلال تھا کنارِ بحرِ کس کا؟ کہ آج
داد دیتا ہے مرے زخمِ جلکڑے۔ واہ واہ
چھوڑ کر جانا تین مجروحِ عاشقِ حیف ہی
غیر کی میت نہ کہینچوں گا۔ پے تو فیروزہ۔

کیا مزہ ہوتا۔ اگر پتھر میں بھی ہوتا نمک
ورنہ ہوتا ہی جہاں میں کس قدر پیدا نمک
نالہ بلبل کا درد۔ اور خندہ گل کا نمک
گردِ ساحل ہی۔ بہ زخمِ موجِ درد یا نمک
یاد کرتا ہی مجھے۔ دیکھے ہی وہ جن کا نمک
دل طلب کرتا ہی زخم۔ اور نگاہیں اعضا نمک
زخمِ مثلِ خندہ قاتل ہی۔ سرتا پا نمک

یاد ہیں غالب۔ تجھے وہ دن کہ وجدِ ذوق میں
زخم سے گرتا۔ تو میں پلکوں سے چٹتا تھا نمک

(۵۸) آہ کو چاہیے اگ عمر اثر ہوئے تک
دامِ ہر موج میں ہی۔ حلقہ صد کا مہنگ
عاشقی صبرِ طلب۔ اور تمنا بیتاب
ہم بے مانا۔ کہ تفاؤل نہ کرو گے۔ لیکن!
پر تو غور سے ہی بنیم کو فنا کی تسلیم
یک نظر پیش نہیں فرصتِ ہستی فاقل
غمِ ہستی کا اسد کس سے ہو جز مرگِ علاج

کون جیتا ہی۔ تری زلف کے رہوئے تک
دیکھیں کیا گزرتے ہی۔ قطرے پہ گہر ہوئے تک
دل کا کیا رنگ کروں۔ نولِ جگر ہوئے تک
حاک ہو جائیں گے ہم تم کو خبر ہوئے تک
میں بھی ہوں ایک عنایت کی نظر ہوئے تک
گر جی بزم ہی۔ یک رقصِ شر ہوئے تک
شیع ہر رنگ میں جلتی ہی سحر ہوئے تک

رویف (گ)

گر تجھ کو ہی یقین اجابت دعا نہ ملے (۷۰) یعنی - بغیر یک دل بے مدعا نہ مانگ
آتا ہی درخِ حسرتِ دل کا شمار - یاد مجھ سے - مرے گنہ کا حساب - ای غلامِ بگ

رویف (ل)

ہو کس قدر ہلاک فریبِ وفا لے گل! (۷۱) ببل کے کار و بار پہ پہن نہ ملے گل
آزادیِ نسیمِ مبارک - کہ ہر طرف بوٹے پڑے ہیں ملتہ دام ہوائے گل
جو تھا - سو سوچ رنگ کے دھوکے میں گر گیا اے وائے - نالہ لبِ غمیں لوائے گل
خوش حال اس حریفِ سیہ مست کا - کہ جو رکھتا ہو - مثل سایہ گل - سر پہ پائے گل
ایجا ذکر تھی ہوا سے تیرے لیے ہمارے میرا رقیب ہو - نفسِ عطر سائے گل
شرمندہ رکھتے ہیں مجھے با و ہمارے مینا لے بے شراب - و - دل بے ہوائے گل
سطوت سے تیرے جلوہ منِ عینور کی خوں ہو مری نگاہ میں رنگِ ادائے گل
تیرے ہی جلوے کا ہو یہ دھوکا کہ آج تک بے اختیار - دوڑے ہو گل - دھوائے گل

غالب - مجھے ہو اس سے ہم آغوشی آرزو
جس کا خیال ہو - گلِ حبیبِ قبائے گل

ردیف (م)

غم نہیں ہوتا ہوا آزادوں کو بیش ازیک نفس^(۹۹)
 برق سے کرتے ہیں روشن شمع ماتم خانہ ہم
 مٹھلیں برہم کرے ہی۔ گنجہ باز خیال
 ہیں ورق گردانی نیزنگ یک بت خانہ ہم
 باوجودیک جہاں۔ ہنگامہ پیدا ئی نہیں
 ہیں چراغانِ شبستانِ دل پروانہ ہم
 ضعف سے ہی۔ نہ قناعت سے یہ ترک جستجو
 ہیں وبالِ تکیہ گاہ ہمت مردانہ ہم

دائم الجس اس میں ہیں لاکھوں تمنائیں اس
 جانتے ہیں سینہ پردوں کو۔ زنداں خانہ ہم

بہ نالہ حاصلِ دلہنگی فراہم کر^(۱۰۰) متلع خانہ زنجیر جز صدِ معلوم

مجھ کو دیا رِغیر میں مارا وطن سے دور^(۱۰۱) رکھ لی مرے خدا نے مری بیکسی کی شرم
 وہ حلقہ ہائے زلف کیں میں ہوا سے خدا رکھ لیجو میرے دعویٰ و دستگی کی شرم

رولٹ (ن)

لوں۔ وام بختِ نختہ سے۔ یک خوابِ خوش۔ ولے
 غالب۔ یہ خوف ہو کہ کہاں سے ادا کروں

<p>(۸۶) وہ شب و روز و ماہ و سال کہاں؟ ذوقِ تظارہ جمال کہاں؟ شورِ سودا سب خط و خال کہاں؟ اب وہ رعنائی خیال کہاں؟ دل میں طاقت۔ جگر میں حال کہاں؟ داں جو جاوین گرہ میں مال کہاں؟ میں کہاں؟ اور یہ وبال کہاں؟</p>	<p>وہ فراق اور وہ وصال کہاں؟ فرصتِ کارِ بارِ رشوق کسے؟ دل تو دل۔ وہ دماغ بھی نہ رہا تھی وہ اک شخص کے تصور سے ایسا آساں نہیں ہو رونا ہم سے چھوٹا قمار خانہ، عشق فکرِ دنیا میں سرکھپاتا ہوں</p>
---	---

مضمحل ہو گئے قومی غالب
 وہ عناصر میں اعتدال کہاں؟

<p>(۸۷) ہوتی آئی ہو کہ اچھوں کو بُرا کہتے ہیں کہنے جاتے تو ہیں پر دیکھیے کیا کہتے ہیں جو مری و نغمہ کو اندوہ رہا کہتے ہیں اور پھر کون سے نالے کو رسا کہتے ہیں</p>	<p>کی دغا ہم سے تو غیر اس کو جاکہتے ہیں آج ہم اپنی پریشانی خاطر۔ اُن سے اگلے وقتوں کے ہیں یہ لوگ۔ انہیں کچھ نہ ہو دل میں آجائے ہو۔ ہوتی ہو فرصتِ شش</p>
--	--

قبلے کو۔ اہل نظر قبلہ نما کہتے ہیں
خارہ کو ترے۔ ہم مر گیا کہتے ہیں
آگ مطلوب ہو ہم کو۔ جو ہوا کہتے ہیں
اس کی ہر بات پر۔ ہم نام خدا کہتے ہیں

ہو پر۔ یہ سرحدِ ادراک سے اپنا مسجود
پائے انگار۔ پہ جب سے تجھے رحم آیا ہو
اک شر ردل میں ہو۔ اس کوئی ٹھہرائے گا کیا
دیکھیے لاتی ہو اس شیخ کی نخوت کیا رنگ

دشت و شینہ۔ اب مریہ کہوں شاید
مر گیا غالب آشفہ نو کہتے ہیں

آب رو کیا خاک۔ اس گل کی۔ کہ گلشن میں نہیں^(۸۵)
ہو گریاں تنگ پیرا جن۔ جو دامن میں نہیں
ضعف سے اے گریہ۔ کچھ باقی مرے تن میں نہیں
رنگ ہو کر اڑ گیا۔ جو خوں۔ کہ دامن میں نہیں
ہو گئے ہیں جمع اجزائے مٹکاہ آفتاب
دڑے اس کے گھر کی دیواروں کے روزن میں نہیں
کیا کہوں۔ تاریکی زندانِ غم۔ اندھیر ہو!
پٹیہ۔ اور صبح سے کم۔ جس کے روزن میں نہیں
بدلتی ہستی ہو۔ عشقِ خانہ ویراں ساز ہے
انجن بے شمع ہو۔ گر برقِ خرمن میں نہیں
زخم سلوانے سے مجھ پر چارہ جوئی کا ہو ملن
غیر سمجھا ہو کہ لذت زخم سوزن میں نہیں

بس کہ ہیں ہم اک بہارِ ناز کے مارے ہوؤ
 جلوہ گُل کے سوا گرد اپنے مدفن میں نہیں
 قطرہ قطرہ اک بیہولی ہو۔ نئے مارے سور کا
 توں بھی ذوق درد سے فارغ مرے تن میں نہیں
 لے گئی۔ ساتی کی نخواست۔ قلمِ آشامی مری
 موج ٹکی۔ آج رگ۔ ینا کی۔ گردن میں نہیں
 ہونفا رِ ضعت میں۔ کیا ناتوانی کی نمود؟
 قد کے بھکنے کی بھی گنجائش مرے تن میں نہیں

تھی دین میں شان کیا غالب؟ کہ ہو غربت میں قدر
 بے تکلف ہوں۔ وہ شستِ خس۔ کہ گھٹن میں نہیں

عہدے سے بیچ ناز کے باہر نہ آ سکا (۸۶)
 حلقے ہیں چشم ہائے کشادہ بہ سوئے دل
 ہیں۔ اور صد ہزار نوائے جگر خراش
 ظالم مرے گماں سے۔ مجھے منفعل نہ چاہ
 اگر اک ادا ہو تو اُسے اپنی قضا کوں
 ہر تارِ زلف کو نگہِ سرمہ سا کوں
 تو۔ اور ایک وہ نہ شنیدن لگایا کوں
 ہو ہو۔ خدا نہ کر دہ۔ تجھے۔ بے فاکوں

بہرِ ماں ہو کسے بلاؤ۔ تجھے چاہو جس وقت (۸۷)
 صنّف میں طعنہ اغیار کا مشکوہ کیا ہو؟
 نہیں گیا وقت نہیں ہوں کہ پھر آجی نہ سکوں
 خیر رہتا ہی نہیں مجھ کو ستم گر۔ ورنہ
 بات کچھ سرتو نہیں ہو کہ اٹھا بھی نہ سکوں
 کیا قسم ہو ترے سنے کی کہ کھا بھی نہ سکوں

<p>(۸۸) در نہ ہم چھڑیں گے رکھ کر غدرِ مستی ایکسان اس بلندی کے نصیبوں میں ہستی کی دن زنگ لائے گی ہمارے فاقہ سستی ایک دن بے صدا ہو جائیگا یہ سازِ ہستی ایک دن</p>	<p>ہم سے کھل جاؤ بوقتِ محو پستی ایک دن غرہ اوج بنائے عالم انکماں نہ پلوچھ قرض کی پیتے تھے مویکین سمجھتے تھے کہ ہاں نغمہ ہائے غم کو بھی اسے دل غنیمت جانے</p>
<p>دھول دھپا اُس سراپا مار کا شیوہ نہیں ہم ہی کر بیٹھے تھے غالب پیش دستی کیکن</p>	
<p>(۸۹) اک چھڑ ہو۔ وگرنہ۔ مراد امتحان نہیں پرسش ہو اور پائے سخن درمیاں نہیں نامہر ہاں نہیں ہو۔ اگر مہر ہاں نہیں آخر زباں تو رکھتے ہو تم۔ گرد ہاں نہیں</p>	<p>ہم پر بھاسے۔ ترک و فاکا گماں نہیں کس منہ سے شکر کیجیے اس لطفِ خاص کا ہم کو ستم عزیز۔ ستم گر کو ہم عزیز بوسہ نہیں۔ نہ دیجیے۔ دشنام ہی سہی</p>
<p>ت</p>	
<p>ہر چند۔ پشت گر می تاب و تو ان نہیں لب۔ پردہ سنج زمزمہ الا ماں نہیں دل میں چھڑ ہی چھو۔ شرہ گر خون چکان نہیں ہو عارِ دل۔ نفس۔ اگر آرزو فشاں نہیں سو گز زمیں کے بدلے بیاہاں۔ گراں نہیں گو یا جیوں پر سجدہ بیت کا نشاں نہیں روح القدس اگر چہ مرا ہم زباں نہیں غالب کو جانتا ہو کہ وہ نیم جاں نہیں</p>	<p>ہر چند۔ جاں گداز سی قمر و عتاب ہو جاں بمطرب ترانہ نیک من مزید ہو خفہ سے چیر سینہ اگر دل نہ ہو دو نیم ہو ننگ سینہ۔ دل اگر آتش کدہ نہ لفصاں نہیں۔ جنوں ہیں۔ ہلا سے ہو گھرِ غراب کہتے ہو "کیا لکھا ہو تری سر نوشت میں" پاتا ہوں اس سے داد کچھ اپنے سخن کی ہیں جاں ہی بہائے بوسہ۔ ولے کیوں کہے ابھی؟</p>

<p>(۹۰) ایک چکر ہو مرے پاؤں میں زنجیر نہیں جادہ - غیر از نگہ دیدہ تصویر - نہیں جادہ راہ وفا - جڑ و دم شمشیر - نہیں خوش ہوں - گر نالہ زبونی کش تاثیر نہیں لذت سنگ بہ اندازہ تقریر نہیں کوئی تقصیر - بجز غفلت تقصیر نہیں</p>	<p>مانخ دشت فروری کوئی تدبیر نہیں شوق اسی دشت میں دھڑائی کچھ کو کہہ لیا حسرت لذت آزار - رہی جاتی ہے رنج نو میدی جادہ - گوارا ریتو سرکھاتا ہے - جہاں زخم سراچھا ہو جائے جب کرم رخصت ہے بالی و گستاخی دے</p>
	<p>قالب - اپنا یہ عقیدہ ہے - بقول ناسخ ”آپ بے بہرہ ہے - جو معتد تیر نہیں“</p>
<p>ہیں حج سیدائے دل چم میں آپیں</p>	<p>(۹۱) مسترد مکہ دیدہ میں بھو یہ بھکا ہیں</p>
<p>کھل گئی مانند گل سو چاہے دیوار میں سرو ہو باوصف آزادی - گرفتار میں</p>	<p>(۹۲) پر نکال دیدہ جاشن ہے - دیکھا چلے ہے اکھٹا گل سے - غلط جو دھوٹی وارنگی</p>
<p>(۹۳) جاں سپاری شجر بید نہیں جاہم کی خاتم جمشید نہیں ذرہ بے پرو تو غور شید نہیں ورنہ مر جانے میں کچھ حید نہیں غم محرومی جادہ نہیں ہم کو جس نے کی بھی امید نہیں</p>	<p>عشق تاثیر سے نو مید نہیں سلطنت دست بہ دست آئی ہو جو تجلی تری سامان وجود راز مشوق نہ رسوا ہو جائے گردش رنگ مہرباں سے - ڈر ہو کہتے ہیں جیتے ہیں - امید پہ لوگ</p>

جہاں تیرا نقش قدم دیکھتے ہیں دل آتشگاہ - خالی کج دہن کے ترے سرو قامت سے اک قد آدم تماشہ کر۔ اے مجھ آئینہ داری سُراغِ تھنِ نالہ لے۔ داغِ دل سے	۹۷ خیاباں خیاباں ارم دیکھتے ہیں سویدا ہیں۔ سیرِ عدم دیکھتے ہیں قیامت کے فتنے کو کم دیکھتے ہیں تجھے کس تنہا سے ہم دیکھنے ہیں کہ شبِ رُو کا نقش قدم دیکھتے ہیں
---	---

بنا کر فیتروں کا ہم بھیس۔ غالب!
تماشاے اہلِ کرم دیکھتے ہیں

۹۵ کافر ہوں مگر نہ ملتی ہو راحت غلاب شبِ ہائے ہجر کو بھی رکھوں گرجا شب آنے کا عہد کر گئے۔ آئے جو خواب میں میں جانتا ہوں جو وہ لکھیں گے جواب میں ساقی نے کچھ مانا دیا ہو شراب میں کیوں بدگماں ہوں۔ دوستِ دشمن کی باتیں ڈالا ہو تم کو وہم نے کس بیچ و تاب میں جانِ نذر دینی بھول گیا اضطراب میں ہر اک مشکِ پڑی ہوئی طرفِ نقاب میں لاکوں لگاؤ ایک چرانا ہنگامہ کا وہ نالہ ادل میں خس کے برابر جگہ نہ پائے وہ سحر! مدعا طلبی میں نہ کام آئے!	۹۶ ملتی ہو خوشی یا رے نارِ التباب میں کب سے ہوں۔ کیا بتاؤں جہاں خراب ہیں تا۔ پھر نہ انتظار میں نیند آئے عمر بھر قاصد کے آتے آتے خط اک اور لکھ رکھوں مجھ تک کب ان کی بزم میں آتا تھا دورِ جام؟ جو۔ منکر و نا ہو۔ فریب اس پہ کیا چلے؟ میں مضطرب ہوں وصل میں۔ خوبِ فریب میں اور غلط وصل۔ خدا ساز بات ہو ہو تیوری چڑھی ہوئی اندر نقاب کے لاکوں لگاؤ ایک چرانا ہنگامہ کا وہ نالہ ادل میں خس کے برابر جگہ نہ پائے وہ سحر! مدعا طلبی میں نہ کام آئے!
--	---

غالب - چھٹی شراب - پر اب بھی کبھی
پتیا ہوں روزِ ابرو شبِ ماہتاب میں

گل کے لیے کر۔ آج - نہ حسرت شراب میں (۹۶) یہ سوزِ ظن ہی ساتی کوثر کے باب میں
ہیں آج کیوں ذلیل؟ کہ گل تک نہ تھی پسند
جاں کیوں نکھنے لگتی ہوتی سے دمِ سباع
رو میں ہی رخشِ عمر کہاں دیکھیے تھے
اتنا ہی مجھ کو اپنی حقیقت سے بُد ہی
اصلِ شہود و شاہد و مشہود - ایک ہی
ہو ششلی ہنو و صُور پر و جو و بحر
شرمِ اکِ ادائے نا زہی اپنے ہی سے سی
آراکشِ جمال سے فارغ نہیں ہنو ز
ہی غیب - عینب جس کو سمجھتے ہیں ہم شہود

جیراں ہوں - دل کوڑوں کہ پٹیوں جگر کو میں (۹۷)
مقدور ہو - تو ساتھ رکھوں فوجِ گر کو میں
چھوڑا نہ رشک لے کر ترے گھر کا نام لیں
ہر اک سے پوچھتا ہوں کہ جاؤں کہ صر کو میں

غالب - ندیم دوست سے آتی ہو بڑے سوت
مشغولِ حق ہوں - بندگی بڑے شراب میں

جانا پڑا رقیب کے در پر مزار بار
 اے کاشش! جانتا نہ ترے رہ گزر کو میں
 ہو کیا؟ جو کُن کے باندھیئے میری بلا ڈرے
 کیا جانتا نہیں ہوں تمہاری کمر کو میں
 لو۔ وہ بھی کہتے ہیں ”کہ یہ بے ننگ و نام ہو“
 یہ جانتا اگر۔ تو لٹا تا نہ گھر کو میں
 چلتا ہوں تھوڑی دودھ ہر ایک تیز رو کے ساتھ
 پہچانتا نہیں ہوں ابھی راہبر کو میں
 خواہش کو اعمتوں نے پرستش دیا قرار
 کیا پوچھا ہوں اُس بُت بے دادگر کو میں
 پھر بے خودی میں بھول گیا راہ کوئے یار
 جاتا دگر نہ ایک دن اپنی خبر کو میں
 اپنے پہ کر رہا ہوں قیاس اہل و ہر کا
 سمجھا ہوں دل پزیر متاعِ ہنر کو میں

غالب۔ خدا کرے کہ سوارِ سمن تاز
 دیکھوں علی بہادرِ عالی گھر میں

ذکر میرا۔ یہ بدی بھی اُسے منظور نہیں (۹۸) عین کی بات بگڑ جائے تو کچھ دور نہیں
 وعدہ سیر گلستاں ہو۔ خوشا طالع شوق
 لوگ کہتے ہیں کہ ”جو“ پر ہیں منظور نہیں
 شاعر ہستی مطلق کی کمر ہو عالم

ہم کو تقلید تنک ظرفی منصور نہیں
عشق پیر عہدہ کی گوں تن رنجور نہیں
تو تافل میں کسی رنگتے معذور نہیں
کس رعوت سے وہ کہتے ہیں کہ ہم نہیں
وائے وہ بادہ کہ افشردہ انگور نہیں

قطرہ اپنا بھی تحقیقت میں ہو دریا لیکن
حسرت اے ذوق خرابی کہ وہ طاققت ہی
ظلم کر ظلم۔ اگر لطف دریغ آتا ہو
میں جو کہتا ہوں کہ ہم لنگے قیامت میں ہیں
صاف درد سی کش پیانہ جہم میں ہم لوگ

ہوں ظوری کے مقابل میں خفائی غالب
میرے دعویٰ پہ یہ بحث آ کر کہ مشور نہیں

۹۹) ہوتا صائے جفا شکوہ بے داد نہیں
ہم کو تسلیم نہ کو نامی فرہاد نہیں
دشت میں کہو مجھے وہ عیش کہ گھر باد نہیں
لطمہ موج۔ کم از سیلی استاد نہیں
جانتا ہو کہ ہمیں طاققت نہ یاد نہیں
گر۔ چرا خان سر رہ گزیر باد نہیں؟
مردہ اے مرغ کہ گل زار میں صیاد نہیں
دی ہو جائے دہن۔ اس کو دم ایجا نہیں
یہی نقشہ ہو دے اس قدر آ باد نہیں

۱۰۰) جزمین طلب اے ستم ایجا و نہیں
عشق۔ و مزدوری عشرت گاہ خسرو کیا نہیں
کم نہیں وہ بھی خرابی بین پہ وسعت معلوم
اہل پیش کو ہر طوفان عواطف مکتب
وائے محرومی تسلیم و بد احوال و فا
رنگ تکیہیں دگل دلالہ پریشاں کیوں نہ
سبد گل کے تلے بند کرے ہو۔ گل چیں
نئی سے کرتی ہو اثبات۔ تراوش گویا
کم نہیں جلوہ گری میں تری کوچہ سے ہشت

مگر تے کس منہ سے ہو غربت کی شکایت غالب
تم کو بے مہری یاران وطن یاد نہیں؟

دونوں جہان دے کے وہ سمجھے۔ پیوش رہا
یاں آپڑی یہ شرم کہ تکرار کیا کریں
تھک تھک کے ہر مقام پہ دو چار رہ گئے
تیرا پستانہ پائیں۔ تو نا چاہ کیا کریں؟
کیا شمع کے نہیں ہیں ہوا خواہ۔ اہل بزم
ہو غم ہی جاں گداز تو غم خوار کیا کریں؟

ہو گئی وہ غیر کی شیریں بیانی کارگر
۱۰۱ عشق کا اُس کو گماں ہم بے بناؤں نہیں

تجلیا مست ہو۔ کہ سن لیلیٰ کا دشتِ قیس میں آنا
تعب سے وہ بولا "یوں بھی ہوتا ہو زمانے میں"
دلِ نازک پہ اُس کے رحم آتا ہو مجھے غالب
نہ کر سرگرم اُس کا فر کیا الفت آ زمانے میں

دل لگا کر لگ گیا اُن کو بھی تنہا بیٹھنا
۱۰۲ بارے اپنی بے کسی کی ہم نے پائی داو۔ یاں
ہیں زوالِ آما دہ۔ اجڑا آفرینش کے تمام
مہر گردوں ہو چراغ رہ گزارِ باد۔ یاں

یہ ہم جا بھریں دیوار و در کو دیکھتے ہیں
۱۰۳ کبھی مبرا کو کبھی نامہ بر کو دیکھتے ہیں
نظر لگے نہ کہیں اُس کے دست و بازو کو
یہ لوگ کیوں مرے زخم جگر کو دیکھتے ہیں
ترے جاہر طرِ گلہ۔ کو کیل دیکھیں
ہم اوجِ طالعِ لعل و گہر کو دیکھتے ہیں

<p>۱۰۵ شب فراق سے۔ روزِ جزا لیا دہیں بلا سے آج اگر دن کو ابر و باد نہیں جو جاؤں وال سے کہیں کو تو خیر باد نہیں کہ "آج بزم میں کچھ فتنہ و فساد نہیں" گلے سے کوچہ۔ محراب۔ نامراد نہیں دیا ہے ہم کو۔ خدا نے وہ دل کشا نہیں</p>	<p>نہیں۔ کہ مجھ کو قیامت کا اعتقاد نہیں کوئی کہے کہ "شبِ مہ میں کیا بُرائی ہو" جو آؤں سنے اُن کے تو مرجانہ کہیں کبھی جو یاد بھی آتا ہوں میں تو کہتے ہیں علاوہ عید کے ملتی ہو اور دن بھی شراب جہاں میں ہو غم و شادی ہم۔ ہمیں کیا کام</p>
	<p>تم اُن کے وعدے کا ذکر ان کیوں کرو غالب یہ کیا؟ کہ تم کو۔ اور وہ کہیں کہ "یاد نہیں"</p>
<p>۱۰۶ ہم بھی مضمون کی ہوا باندھتے ہیں ہم بھی اک اپنی ہوا باندھتے ہیں برق کو پا بہ حنا باندھتے ہیں اشک کو بے سرو پا باندھتے ہیں مست کب بندِ قبا باندھتے ہیں لوگ نالے کو رسا باندھتے ہیں آبلوں پر بھی حنا باندھتے ہیں</p>	<p>تیرے نوسن کو صبا باندھتے ہیں آہ کا کس نے اثر دیکھا ہو؟ تیری فرصت کے مقابل اے عمر قید ہستی سے رہائی معلوم لاشہ رنگ سے ہو واشدِ گل غلطی ہائے مضامین۔ مست پوچھ اہلِ تدبیر کی داماند گیاں</p>
	<p>سادہ پڑکار ہیں۔ خواہاں غالب ہم سے پیماں وفا باندھتے ہیں</p>

زمانہ سخت کم آزاہو بجانِ اسد ۱۰۷ اگر نہ ہم تو زیادہ توقع رکھتے ہیں

(۱۰۸)

دامِ پڑا ہوا تر سے در پہ نہیں ہوں میں؟
 خاک ایسی زندگی پہ کہ پتھر نہیں ہوں میں
 کیوں گردشِ مدام سے گھبرانے جاؤں؟
 اشان ہوں۔ پیالہ دساغر نہیں ہوں میں
 یارب زمانہ مجھ کو مٹاتا ہو کس لیے؟
 لوحِ جہاں - حرفِ کمر نہیں ہوں میں
 حدِ چاہیے۔ سزا میں عقوبت کے واسطے
 آخر گناہگار ہوں کافر نہیں ہوں میں
 کس واسطے عزیز نہیں جانتے مجھے؟
 نعل و زمر و زرد گوہر نہیں ہوں میں
 رکھتے ہو تم قدم میری آنکھوں سے کیوں دینے؟
 رتبے میں مہر و ماہ سے کم تر نہیں ہوں میں
 کرتے ہو مجھ کو منہ قدم بوس کس لیے؟
 کیا آسمان کے بھی برابر نہیں ہوں میں؟

غالب و لطیف خوار ہو دو شاہ کو دہا
 وہ دن گئے کہ کہتے تھے "نوکر نہیں ہوں میں"

سب کہاں کچھ لالہ دُگل میں نمایاں ہوئیں
 خاک میں کیا صورتیں ہونگی کہ پنہاں ہو گئیں
 یاد تھیں ہم کو بھی زنگارنگ بزم آرائیاں
 لیکن اب نقش و نگارِ طاقِ لسیاں ہو گئیں
 تھیں بناتِ نقشِ گردوں دن کو پردہ میں نہاں
 شب کو ان کے جی میں کیا آئی کہ عریاں ہو گئیں
 قید میں یعقوب نے لی گو۔ نہ یوسف کی خیر
 لیکن آنکھیں روزِ دیوارِ زنداں ہو گئیں
 سب رقیبوں سے ہوں ناخوش پیرِ زمانِ صر سے
 ہو زلیخا خوش کہ مجھ ماہِ کنناں ہو گئیں
 جوئے نول آنکھوں سے پہنے دھکے و شامِ فراق
 میں یہ سمجھوں لگا کہ شمعیں دو فروزاں ہو گئیں
 ان پر ہی زادوں سے یس کے خلد میں ہم انتقام
 قدرتِ حق سے یہی عہدیں اگر واں ہو گئیں
 نیند اُس کی ہو۔ دماغ اُس کا ہو۔ راتیں اُس کی ہیں
 تیری زلفیں جس کے بازو پہ پریشاں ہو گئیں
 میں چمن میں کیا گیا گویا۔ دبستاں کھل گیا
 بلبلیں سنکر مرے نلے غزل خواں ہو گئیں
 وہ نگاہیں کیوں ہوئی جاتی ہیں برب دل کے پار؟
 جو مری کوتاہیِ قیمت سے شرکاں ہو گئیں

بس کہ روکا میں نے اور سینے میں ابھریں پڑ پڑی
 میری آہیں بخیہ چاک گریباں ہو گئیں
 داں گیا بھی ہیں۔ تو ان کی گالیوں کا کیا جواب
 یاد تھیں جتنی دعائیں صرف درباں ہو گئیں
 جاں فزا ہو بادہ جس کے ہاتھ میں جام آگیا
 سب بکیریں ہاتھ کی گویا رگ جاں ہو گئیں
 ہم موحہ ہیں ہمارا کیش ہو ترک رسوم
 ملتیں جب مٹ گئیں اجڑائے ایساں ہو گئیں
 رنج سے جو گروا انسان۔ تو مٹ جاتا ہو رنج
 مشکلیں مجھ پر پڑیں اتنی کہ آساں ہو گئیں

یوں ہی گروتا رہا غالب تو اسے اہل جہاں
 دیکھنا ان لہستوں کو تم کہ دیراں ہو گئیں

دیوانگی سے دوش پہ زنا بھی نہیں
 دل کو نیا حسرت دیدار کر چکے
 ملتا تھا اگر نہیں آساں۔ تو سہل ہو
 بے عشق عمر کٹ نہیں سکتی ہو اور یہاں
 شو دیدگی کے ہاتھ سے جو سرد ہاں دوش
 گنجائشِ عداوت اعلیٰ راہ طرف
 ڈرنا لہ ہائے زار سے میرے خدا کو مان

۱۱۰ یعنی ہماری جیب میں اک تار بھی نہیں
 دیکھا تو ہم میں طاقت دیدار بھی نہیں
 دشوار نہ ہو ہی ہو۔ کہ دشوار بھی نہیں
 طاقت ہر قدر لذت آزار بھی نہیں
 صبر میں اسے خدا کوئی دیوار بھی نہیں
 یاں دل میں ضعف سے ہوسنا بھی نہیں
 آخر نواسے مرغ گفتار بھی نہیں

<p>دل میں ہو یا رکی صفت شرکات سے رکوشی اس سادگی پہ کون نہ مر جائے اے خدا</p>	<p>حال آں کہ طاقت تلش غاب بھی نہیں اڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں</p>
<p>دیکھا اسد کو خلوت و جلوت میں بارہا دیوانہ گر نہیں ہی تو ہشیا رہی نہیں</p>	
<p>نہیں ہی زخم کوئی بچنے کے دعوہ مرے تن میں ۱۱۱ ہوئی ہو بلع ذوق تماشا خانہ ویرانی وہ بیت خانہ بے داد کاوش ہائے شرکات تن بیاباں کس سے ہو ظلمت گستری ہر شے بستان کی نکویش۔ مانع بے ربطی شورِ جنوں آئی ہوئے اُس مہروں کے جلوہ نمائش کے لگے نہ جانوں نیک ہوں یا بد ہوں پر محبت مخافت ہزاروں دل دیے روشن جنوں عشق نے مجھ کو</p>	<p>ہوا ہی تارا شکریاں۔ رشتہ چشم سوزن میں کھنکھ سیلاب باقی ہی ہو بگ پندہ رفتاریا لیکن نام شاہد ہو۔ مرے ہر قطرہ خون تن میں شب مہ ہو جو رکھ دیں پندہ دیواروں کے نورین ہوا ہی خندہ احباب۔ پیچہ جیندیاں میں پرافشاں جو ہر تہذیب میں۔ مثل مذہر رفتن میں جو گل ہوں تو ہوں گلن میں جو تہذیب تو ہو گلن میں سب ہو کر سویدا ہو گیا ہر قطرہ خون تن میں</p>
<p>اسد۔ زندانی تاثیر الفت ہائے خواباں ہوں نہم دست نوازش۔ ہو گیا ایک طوق گلوں میں</p>	
<p>مرے جہان کے اپنی نظر میں خاک نہیں ۱۱۲ بگوشا رہو سے پر۔ ہو اڑا کے جاوے یہ کس بہشت مشامیل کی آمد آمد ہو؟</p>	<p>سوائے خون جگر۔ سو۔ جگر میں خاک نہیں وگر نہ تاب دتواں بال و پر میں خاک نہیں کہ غیر جلوہ گل رہ گزریں خاک نہیں</p>

اثر مرے نفس بے اثر میں خاک نہیں
شربِ خاتمہ کے دیوارِ دہلی میں خاک نہیں
سوائے حسرتِ تعمیر گھر میں خاک نہیں

بجلا اُسے نہ سہی۔ کچھ مجھی کو جسم آتا
خیالِ جلوہ گل سے خراب ہیں محسوس
ہوا ہوں عشق کی غارتگری سے شرمندہ

ہمارے شعر ہیں اب صرف دل لگی کے آسہ
کھلا۔ کہ فائدہ غرضِ ہنر میں خاک نہیں

دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشتِ درد سے بھر نہ آئے کیوں؟
روئیں گے ہم ہزار ایک کوئی، ہمیں ستائے کیوں؟
دیر نہیں۔ حرم نہیں۔ در نہیں آستان نہیں
بیٹھے ہیں رہ گز رہا ہم۔ غیر ہمیں اٹھائے کیوں؟
جب وہ جلالِ دلِ فردِ صورتِ مسریم روز
آپ ہی ہو نظر رہ سوزِ پردے میں منہ چھپائے کیوں؟
دشمنِ عمر۔ جاں ستاں۔ ماوکِ مانہ بے پناہ
تیرا ہی عکسِ مِخِ سہی۔ سامنے تیرے آئے کیوں؟
قیدِ حیات و بندِ غم۔ اصل میں دونوں ایک ہیں
موت سے پہلے آدمی غم سے نجات پائے کیوں؟
حُسن اور اُس پر حُسنِ ظن۔ رہ گئی بواہوس کی شرم
اپنے پہ اعتمادِ دو۔ غیر کو آرزوئے کیوں؟
واں وہ غرورِ عز و ناز۔ یاں یہ حجابِ پاسِ وضع
راہ میں ہم پلٹیں کہاں؟ بزم میں وہ بلائے کیوں

ہاں وہ نہیں خدا پرست۔ جاؤ وہ بے وفا سہی
جس کو ہوں دین و دل عزیز اُس کی گلی میں جاے کیوں؟

غالب خستہ کے بغیر کون سے کام بند ہیں
روپیے زار زار کیا؟ کیجیے ہائے ہائے کیوں

غنجہ ناشگفتہ کو دور سے منہ دکھا۔ کہ یوں؟ (۱۱۴)

بوسے کو پوچھتا ہوں میں عنبر سے مجھے بتلے یوں
پریش طرزِ لہری کیجیے کیا؟ کہ بن کے

اُس کے ہر اک اشارے سے نکلے ہی یہ ادا کر یوں
رات کے وقت میرے ساتھ رقیب کو لیے

آئے وہ یاں خدا کرے۔ پر نہ کرے خدائے یوں
"غیر سے رات کیا بنی" یہ جو کہا۔ تو دیجیے

سامنے آن بیٹھنا۔ اور یہ دیکھنا۔ کہ یوں
بزم میں اُس کے روبرو کیوں نہ نموش بیٹھیے

اُس کی تو غامشی میں بھی ہی رہی مدعا کہ یوں
میں نے کہا کہ "بزمِ ناز چاہیے عینے تھی

سن کے ستم ظریف نے مجھ کو اٹھا دیا کہ یوں
مجھ سے کہا جو یار نے تجھ سے ہیں ہوش کس طرح؟

دیکھ کے میری بے خودی چلنے لگی ہوا کہ یوں
کب مجھے کوئے یار میں رہنے کی وضع یاد تھی؟

آئینہ دار بن گئی حیرت نقش پا - کہ یوں

گر ترے دل میں ہو خیالِ دلِ پیشِ قی کا نوال؟
 مہجِ محیطِ آب ہیں۔ مارے ہو دستِ پیکہ ہیں

جو یہ کہے کہ ریختہ کیوں کہ ہو رشکِ فارسی
 گفتہ غالب ایک بار پڑہ کے اُسے ناکہ ہیں

ر د ی ف و

۱۱۵) حسد سے دل اگر افسردہ ہو گرم تماشا ہو
 بہ قدرِ صبر ستِ دل چاہیے ذوقِ معاشی بھی
 کہ چشمِ تنگ شاید کثرتِ نظار سے داہو
 بھروں ایک گوشہ دہن۔ اگر آپ ہفت دیا ہو
 کفِ ہنر خاکِ گلشن۔ نیکلِ قمری نالہ فرسا ہو

۱۱۶) کعبے میں جا رہا۔ تو نہ دو وطنہ کیا کہیں
 طاعت میں بتا رہے نہ محی و انگبین کی لگ
 ہوں مخرف نہ کیوں رہ و رسمِ ثواب سے
 آئی اگر بلا تو جگر سے طلیٰ نہیں
 بھولا ہوں حقِ صحبتِ اہلِ کشت کو
 دوزخ میں ڈال دو کوئی لیکر بہشت کو
 طیرِ حاکم ہو قحط۔ ظلمِ سر نو شمت کو
 ایرا ہی دے کے بچہ بنے چاہا کشت کو

غالب کچھ اپنی سعی سے۔ اپنا نہیں مجھے
 خرمِ نجلے۔ اگر نہ ملج کھائے کشت کو

۱۱۷) وارستہ اس سے ہیں۔ کہ محبت ہی کیوں نہ ہو
 کہتے ہمارے ساتھ عداوت ہی کیوں نہ ہو

ہو دل پہ باریشِ محبت ہی کیوں نہ ہو
 ہر چند برسبیلِ شکایت ہی کیوں نہ ہو
 یوں ہو تو چارہ غم الفت ہی کیوں نہ ہو
 اپنے سے کھینچنا ہوں خجالت ہی کیوں نہ ہو
 ہم انجن سمجھتے ہیں خلوت ہی کیوں نہ ہو
 حاصل نہ کیجئے دہر سے عبرت ہی کیوں نہ ہو
 اپنے سے کر نہ غیر سے خوشگئی نہ ہو
 عمر عزیز صرف عبادت ہی کیوں نہ ہو

چھوڑا نہ مجھ میں ضعف نے رنگِ احتلاط کا
 ہی مجھ کو تجھ سے تذکرہ غیر کا گلہ
 بیدار ہوئی ہی کہتے ہیں ”ہر درد کی دوا“
 ڈالانا ہے کسی نے کسی سے معاملہ
 ہی آدمی بجائے خود اک محشر خیال
 ہنگامہ زبونی تمنا ہو۔ انفعال
 وارستگی۔ ہانڈ بیگانگی نہیں
 سٹنا ہو صورتِ فرصتِ ہستی کا غم کوئی؟

اس فتنہ خو کے در سے اب اٹھتے نہیں اسد
 اس میں ہمارے سر پر قیامت ہی کیوں نہ ہو

نفس میں ہوں۔ گرا چھا بھی نہ جانیں میرے شیون کو^(۱۱۸)
 مرا ہونا بڑا کیا ہو لدا سخاں گلشن کو
 نہیں گرا ہمدی آساں نہ ہو یہ رشک کیا کم ہو؟
 نہ دی ہوتی خدا یا۔ آرزو سے دوست دشمن کو
 نہ نکلا آنکھ سے تیری اک آنسو۔ اس جراحِ پیر
 کیا سینے میں جس نے خوب چکاں ٹرگاں سوزن کو
 خدا شرمائے ہاتھوں کو کہہ رہے کشاکش میں
 کبھی میرے گریباں کو کبھی جاناں کے دامن کو

ابھی ہم قتل گہ کا دیکھنا آساں سمجھتے ہیں
 نہیں دیکھا شنا در جوئے خوں میں تیرے تو سن کو
 ہوا چرچا جو میرے پاؤں کی زنجیر بننے کا
 کیا بیتاب کال میں مجنیش جو ہرنے آہن کو
 خوشی کیا؟ کھیت پر میرے اگر سو بار آدے
 سمجھتا ہوں کہ ڈھونڈھے ہی ابھی سے برقی سن کو
 وفاداری بہ شرط استواری اصل ایماں ہی
 مرے بت خانہ میں تو کعبہ میں گاڑو برہمن کو
 شہادت تھی مری قسمت میں جو دمی تھی یہ جو مجھ کو
 جہاں تلوار کو دیکھا جھکا دبتا تھا گردن کو
 نہ لٹتا دن کو۔ تو کب رات کو یوں بے خبر سوتا
 رہا کھڑکا نہ پوری کا۔ دعا دیتا ہوں رہن کو
 سخن کیا کہہ نہیں سکتے؟ کہ جو یاں ہوں جو اہر کے
 جگر کیا ہم نہیں رکھتے؟ کہ کھودیں جا کے معدن کو

مرے شاہ سلیمان جاہ سے نسبت نہیں غالب
 فریدون و جم و کھ خسروداراب وہن کو

(۱۱۹)
 دھوٹا ہوں جب میں پیئے کو اس سیم تن کے پاؤ
 رکھتا ہی ضد سے کینچ کے باہر لگن کے پاؤ

دی سادگی سے جان پڑوں کو کن کے پاؤ
 یہاں تک کہوں مٹوٹ گئے پیرزن کے پاؤ
 بھاگے تھے ہم بہت سو اسی کی سزا ہو ہم
 ہو کر اسیر دابتے ہیں راہ زن کے پاؤ
 مرا ہم کی جستجو میں پھرا ہوں جو دور دور
 تن سے سو انگار ہیں۔ اس خستہ تن کے پاؤ
 اللہ رے ذوقِ دشتِ نور دسی کہ بعد مرگ
 جلتے ہیں خود بخود دمرے۔ اندر کفن کے پاؤ
 ہو چوٹ گل بہا ریں یاں تک۔ کہ ہر طرف
 اڑتے ہوئے اُبھتے ہیں مرغِ چن کے پاؤ
 شب کو کسی کے خواب میں آیا نہ ہو کہیں
 دُکھتے ہیں آج اس بُستِ نازک بدکن کے پاؤ

غالب مرے کلام میں کیوں کر مزانہ ہوا
 پتیا ہوں دھوکے حشر و شیریں جن کے پاؤ

داں اُس کو ہولِ دل ہو۔ تو یاں میں ہوں شرمسار^(۱۲۰)
 یعنی یہ میری آہ کی تاثیر سے نہ ہو
 اپنے کو دیکھتا نہیں۔ ذوقِ ستم تو دیکھ
 آئینہ تاکہ دیدہ و نچیر سے نہ ہو

صد رہا ہنگام۔ زمیں بوس قدم ہو ہم کو
 کس قدر ذوق گرفتاری ہم ہو ہم کو
 پیر سے کوچہ سے کہاں طاقباز ہم ہو ہم کو؟
 یہ نگاہ غلط انداز تو سمجھ ہو ہم کو
 مالہ مرغ سحر۔ تیغ دودم ہو ہم کو
 ہنس گئے بولے کہ۔ ”ترے سر کی قسم ہو ہم کو“
 پاس بے رونق دیدہ ہم ہو ہم کو
 ہم وہ عاجز کہ تغافل بھی تم ہو ہم کو

وال پہنچ کر جوش آتا ہی ہم ہو ہم کو
 دل کو میں اور مجھے دل جو وفار کھتا ہو
 ضعف سے نقش پے مور ہو طوق گردن
 جان کر کبھی تغافل۔ کہ کچھ امید بھی ہو
 رشک ہم طرحی و درواثر بانگ حزیں
 سر اڑانے کے جو وعدے کو مکر چاہا
 دل کسے خوں کرنے کی کیا وجہ؟ لیکن ناچار
 تم وہ نازک۔ کہ نموشی کو فغاں کہتے ہو

قطعہ

ہوس سیر و تماشا۔ سو وہ کم ہو ہم کو
 عزم سیر و تحف و طوف حرم ہو ہم کو

لغو آنے کا باعث نہیں کھلتا۔ یعنی
 مقطع سلسلہ شوق نہیں ہو یہ شہر

ایسے جاتی ہو کہیں۔ ایک توقع غالب
 جاوہ رہ۔ کششِ کافِ کرم ہو ہم کو

مجھ کو بھی پوچھتے رہو تو کیا گناہ ہو
 قاتل اگر رقیب ہے تو تم گواہ ہو
 انا کہ تم بستر نہیں۔ نور شید و ماہ ہو
 مرتنا ہوں میں کہ یہ نہ کسی کی نگاہ ہو
 مسجد ہو۔ مدرسہ ہو۔ کوئی خانقاہ ہو
 لیکن خدا کرے وہ ترا جلوہ گاہ ہو

تم جاؤ تم کو غیر سے جو رسم و راہ ہو
 پہچتے نہیں مواخذہ روزِ حشر سے
 کیا وہ بھی بے گنہ کنش و حق ناشناس ہیں؟
 اُبھرا ہوا نقاب میں ہے اُن کے ایک مار
 جب مومکہ ہٹا۔ تو پھر اب کیا جگہ کی قید
 سنتے ہیں جو بہشت کی تعریف سب سے

غالب بھی گر نہ ہو تو کچھ ایسا ضرور نہیں
دنیا ہو یا رب! اور مرا بادشاہ تہ

گئی وہ بات کہ ہو گفتگو۔ تو کیوں کر ہو
ہمارے ذہن میں اس فکر کا ہونا موصال
ادب ہو اور یہی کشمکش۔ تو کیا سب کچھ
نتیجہ کہ کوہ گزارہ صنم پرستوں کا
البتہ ہوتی ہے۔ اگر دیکھتے ہو آئینہ
جسے نصیب ہو روز سیاہ میرا سا
بہیں پھر ان سے امید اور انہیں ہماری فکر
غلط نہ تھا ہمیں خط پر گماں تسلی کا
بتاؤ مسٹر کو دیکھ کر ہو مجھ کو قرار؟

۱۲۳ کہے سے کچھ نہ ہوا پھر کہو۔ تو کیوں کر ہو
کہ گر نہ ہو۔ تو کہاں چاہیں ہو۔ تو کیوں کر ہو
حیا ہی اور یہی گو گو۔ تو کیوں کر ہو
ہنوں کی ہو اگر ایسی ہی تو کیوں کر ہو
جو قسم سے شہر میں ہوں ایک تو کیوں کر ہو
وہ شخص دن نہ کہے رات کو تو کیوں کر ہو
ہماری بات ہی پوچھیں نہ وہ تو کیوں کر ہو
نہ ماننے دیدہ ویدار جو۔ تو کیوں کر ہو
یہ نیش ہو رگ جاں میں فرو تو کیوں کر ہو

مجھے جنوں نہیں غالب۔ ولے یہ قول صنو
فراق یار میں شکین ہو تو کیوں کر ہو

کسی کو دے کے دل کوئی لوائیخ فناں کیوں ہو (۱۲۴)
نہ ہو جب دل ہی سینہ میں تو پھر منہ میں نیاں کیوں ہو
وہ اپنی جو نہ چھوڑیں گے۔ ہم اپنی وضع کیوں چھوڑیں
سب سے بچے کیا پوچھیں؟ کہ ہم سے سرگراں کیوں ہو؟

کیا غم خوار نے رسوا لگے آگ اس محبت کو
 نہ لاوے تاب جو غم کی وہ میرا زواں کیوں ہو
 وفاق کی کہاں کا عشق جب سر پھوڑنا ٹھہرا
 تو پھر اسے سنگِ دل! تیرا ہی سنگِ تاش کیوں ہو
 قفس پر مجھ سے رودادِ چین کہتے نہ ڈنہ ہمدم!
 گری ہو جس پہ کل بجلی وہ میرا آشیان کیوں ہو
 یہ کہہ سکتے ہو؟ "ہم دل میں نہیں ہیں" پر تیرا دل
 کہ جب دل میں تھا یہ تم ہو تو آنکھوں سے نہاں کیوں ہو
 غلط ہی جنبِ دل کا شکوہ۔ دیکھو جو کم کا ہو؟
 نہ بھینچو گرم اپنے کو کاشکاش درمیاں کیوں ہو
 یہ فتنہ آدمی کی خانہ ویرانی کو کیا کم ہو؟
 ہوئے تم دوست جس کے دشمن اس کا آسمان کیوں ہو
 یہی ہو آزمائش تو ستا کس کو کہتے ہیں؟
 مدد کے ہو لیے جب تم۔ تو میرا اتھاں کیوں ہو
 کہا تم نے کہ "کیوں ہو غیر کے ملنے میں رسوائی"
 بجا کہتے ہو۔ سچ کہتے ہو۔ پھر کیوں کہ "ہاں کیوں ہو"

مکالا چاہتا ہو کام کیا طمنوں سے تو غالب؟
 ترے بے مہر کہنے سے وہ نہج نہ ہر باں کیوں ہو

رہیے اب ایسی جگہ چل کر جہاں کوئی نہ ہو ۱۲۵ ہم سخن کوئی نہ ہو اور ہم زبان کوئی نہ ہو

بے در و دیوار سا اک گھر بنایا چاہیئے پڑیے گریہاں تو کوئی نہ ہوتا ردار	کوئی ہم سایہ نہ ہو اور پاساں کوئی نہ ہو اور اگر مجاہیئے تو نوہ خواں کوئی نہ ہو
--	---

رہیف (۵)

از ہر تہ بہ ذرہ - دل و دل ہو آئنے ۱۲۶ طوطی کو شش جہت سے مقابل ہوا آئنے	ہو سبزہ زار ہر در و دیوار غم کدہ ۱۲۷ جس کی بہاریہ ہو - پھر اُس کی خزان نہ پوچھ ناچار بے کسی کی بھی حسرت اٹھائے دشواری رہ دستم بہر ہاں نہ پوچھ
---	--

رہیف (۶)

صد جلوہ رو بہ رویہ و چتر گاں اٹھائیے ۱۲۸ طاقت کہاں کہ دید کا احساں اٹھائیے ہو سنگ پر براتِ معاشِ جنوں عشق یعنی ہنوز منتِ طفلان اٹھائیے دیوار - بارِ منتِ مزدور سے ہی خم اے عاتقانِ خراب نہ احساں اٹھائیے یا میرے زخمِ رشک کو رسوا نہ کیجیے یا پردہ تبسم نہاں اٹھائیے	۱۲۹ سجد کے زیر سایہ خرابات چاہیئے عاشق ہوئے ہیں آپ بھی اک اور شخص پر دے داداے فلکِ دلِ حسرتِ بہشت کی لیکھ ہیں مہرِ نون کے لیے ہنمِ محوری جہوں پاس آنکھ - قبلہ حاجات چاہیئے آخرِ ستم کی کچھ تو مکافات چاہیئے ہاں کچھ نہ کچھ تلافیِ مافات چاہیئے تقریب کچھ تو بہر ملاقات چاہیئے
---	--

موسے غرض نشاط ہو کس روسیاء کو	اک گونہ بخود می مجھے دن رات چاہیے
ہو نگ لالہ دگل و ستریں جدا جدا	ہر رنگ میں بہار کا اثبات چاہیے

ق

سراپے خم پہ چاہیئے ہنگام بخود می	روسے قبلہ وقت مناجات چاہیئے
یعنی پر حسب گردش پیمانہ صفات	عارف ہمیشہ مست مژدات چاہیئے

نشو و نما ہی اہل سے غالب فروع کو
خاموشی ہی سے نکلے ہو جبات چاہیئے

بساطِ عمر میں تھا ایک دل یک قطرہ^(۱۳۰) خوں۔ وہ بھی
سورہتا ہو بہ انداز چکیدن۔ سرنگوں وہ بھی
رہے اس شوخ سے آزر دہ ہم۔ چندے تکلف سے
تکلف برطرف۔ تھا ایک انداز جنوں وہ بھی
خیال مرگ کب۔ تسکین دل آزر دہ کو بخشنے
مرے دامنِ تنہا میں ہو ایک صبرِ زبوں وہ بھی
نہ کرتا کاششِ نالہ۔ مجھ کو کیا معلوم تھا؟ ہمد
کہ ہوگا باعثِ انزائشِ درو دروں وہ بھی
نہ اٹا پڑشیں تیغِ جفا پر نازِ بند ماؤ
مرے دریاے بے تابی میں ہو اک موجِ خوں وہ بھی
مُحشر کی خواہش۔ ساقی گردوں سے کیا کیجے؟
لیے بٹھا ہر آبِ دوچار جامِ داڑگوں وہ بھی

مرے دل میں ہر غالب شوقِ وصل و شکوہ ہجر اں
خدا وہ دن کرے جو اُس سے میں یہ بھی کہوں۔ وہ بھی

ہر نرم بتاں میں سخنِ آزرده لبوں سے ^(۱۳۱)
تنگ آئے ہیں ہم ایسے خوشا مد طلبوں سے
ہر دورِ فتح۔ وجہ پریشانی صہبا
یک بار لگا دو خمِ مے میرے لبوں سے
رندانِ دہم کدہ۔ گستاخ ہیں ز اہد
دہنا ر نہ ہونا طرف۔ ان بے ادبوں سے
بے داد و نفاذ کچھ۔ کہ جاتی رہی آخر
ہر چند مری جان کو تھا بلبلوں سے

تا۔ ہم کو شکایت کی بھی باقی نہ رہے جا ۱۳۲ سن لیتے ہیں گو ذکر ہمارا نہیں کرتے

غالب۔ تراحوال سنا دیں گے ہم اُن کو
وہ سن کے بلا لیں۔ یہ اجارا نہیں کرتے

بگھر میں تھا کیا؟ کہ تراغم اُسے عارت کرتا ^(۱۳۳)
وہ جو رکھتے تھے ہم۔ اک حسرتِ تعمیر سوہی

غم دنیا سے گرا پائی بھی فرصت سر نہ کھانے کی
 فلک کا دیکھنا۔ تقریب تیرے یاد آنے کی
 کھلے گا کس طرح مضمون مرے مکتوب کا یارب!
 قسم کھائی ہو اُس کا فرنے کا غم کے جلانے کی
 پلٹا پڑنیاں میں شعلہ آتش کا آسان ہو۔
 دئے مشکل ہو حکمت۔ دل میں سوزِ غم چھپا کی
 مٹھیں منظور اپنے زنجیروں کا دیکھ آتا تھا
 اٹھتے تھے سیرِ گل کو۔ دیکھنا۔ شوخی بہانے کی
 ہماری سادگی تھی۔ اتفانتِ ما ز پر مڑنا
 تیرا آمانہ تھا۔ ظالم۔ مگر متبید جانے کی
 لکھ کو بے عادت کا تحمل کر نہیں سکتی
 مری طاقت کہ ضامن تھی تو کسے انا ٹھٹھا کی

کہوں کیا خوبی اوصناعِ ابلے زماں غالب
 بدی کی اُس نے جس سے ہم نے کی تھی اربابِ نیکی

۱۳۵	دلِ جوشِ گریہ میں ہو ڈوبی ہوئی اسامی میں بھی جلے ہوؤں میں ہوں دلع ناتامی	۱۳۶	حاصل سے ہاتھ دھو بیٹھے آرزو خرامی اُس شمع کی طرح سے جس کو کوئی بجھاے
۱۳۷	جس میں کہ ایک بیضیہ مورا آسمان ہو پر تو سے آفتاب کے ذریعے میلان ہو	۱۳۸	کیا تنگ ہم ستمزدگاں کا جہان ہو! ہو کائنات کو حرکت تیرے ذوق سے

غافل کو میرے شیشے پہ چو کا گمان ہو
آوے نہ کیوں پسند کہ ٹھنڈا کمان ہو
بس چپ رہو ہمارے بھی منہ میں بان ہو
فرماں روا کے کشورِ منہر وستان ہو
کس سے کہوں کہ داغِ جگر کا نشان ہو

حالاں کہ ہو یہ سیلی خار اسے لالہ رنگ
کی اُس نے گرم سینہ اہلِ ہوس میں جا
کیا خوبِ نعم نے غیر کو بوسہ نہیں دیا
بیٹھا ہو جو کہ سایہ دیوارِ یار میں
سستی کا اعتبار بھی غم نے مٹا دیا

ہو بارے اعتماد و فاداری اس قدر
غالب ہم اس میں خوش ہیں کہ نامہ ران ہو

درد سے میرے ہو کچھ کولے قرار ہی ہائے ہائے^(۱۳۴)
کیا ہوئی ظالم تری غفلت شکاری ہائے ہائے
تیرے دل میں گرد نہ تھا آشوبِ نعم کا وصلہ
کوٹنے پھر کیوں کی تھی میری غمگساری ہائے ہائے
کیوں مری غم خوار گی کا کچھ کو آیا تھا خیال؟
دشمنی اپنی تھی میری دوست داری ہائے ہائے
عمر بھر کا تو نے پیمان و فاباندھا تو کیا؟
عمر کو بھی تو نہیں ہو پائے داری ہائے ہائے
زہر لگتی ہو مجھے آب و ہوا سے زندگی
یعنی تجھ سے تھی اسے ماساز گاری ہائے ہائے
گلِ فشانِ ہائے نازِ جلوہ کو کیا ہو گیا؟
خاک پہ ہوتی ہو تیری لالہ کاری ہائے ہائے

شرم رسوائی سے جا چھپنا نقابِ خاک میں
 ختم ہو الفت کی تچہ پر پردہ داری ہائے
 خاک میں ناموسِ پیمانِ محبت مل گئی
 اٹھ گئی دنیا سے راہ و رسمِ داری ہائے
 ہاتھ ہی تیغِ آزمائش کا کام سے جاتا رہا
 دل پہ اک لگنے نپا یا زخمِ کاری ہائے ہائے
 کس طرح کالے لکڑی شب ہائے تاریک کمال
 ہو نظرِ غم کو وہ اختر شمارِ ہائے ہائے
 گوشہ - مجبورِ پیام - و چشمِ محرومِ جمال
 ایک دل تپس پر یہ نا امید داری ہائے ہائے

عشق نے پکڑا نہ تھا غائب ابھی الفت کا رنگ
 رہ گیا تھا دل میں جو کچھ ذوقِ غم داری ہائے ہائے

سرسنگی میں عالمِ مہتی سے پاس ہو
 لیتا نہیں - مرے دلِ آوارہ کی خبر
 کیجیے بیاں سرورِ تپِ غم - کہاں تنگ
 ہو وہ غمِ ویران سے بے گناہ وفا
 پی - جس قدر شبِ منتاب میں شراب
 تسکین کو دے نوید - کہ مرنے کی آس ہو
 اب تک وہ جانتا ہے کہ میرے ہی پاس ہو
 مہر - مرے بدن پہ زبانِ سپاس ہو
 ہر چند اُس کے پاس دلِ حق شناس ہو
 اس طبعی مزاج کو گرمی ہی اس پاس ہو

ہر اک مکان کو ہو کلیں سے شرفِ اسد
 مجنوں جو مر گیا ہو تو جگ اُداس ہو

۱۳۹ خوش ہوں کہ میری بات سمجھنی محال ہو
 دل - فردج و پنج زباں ہائے لال ہو
 رحمت کہ عذر خواہ لب بے سوال ہو
 اے شوقِ مشعل! یہ تجھے کیا خیال ہو
 نافِ زمین ہو نہ کہ نافِ غزال ہو
 دریا زمین کو عرقِ انفال ہو

مگر غاشی سے فائدہ - اخلائے حال ہو
 کس کو سناؤں حسرتِ اظہار کا گلہ
 کس پر دے میں ہو آئینہ پرداز اے خدا
 ہو ہو خدا نہ خواستہ وہ، اور دشمنی
 مشکیں لباسِ کعبہ - علی کے قدم سے جان
 وحشت پہ میری عرصہ آفاق تنگ تھا

ہستی کے مت فریب میں آجایو اسد
 عالم تمام حلقہٴ دایم خیال ہو

تم اپنے شکوے کی بانیں نہ کھو دکھو دگر پوچھو
 (۱۴۰)
 حذر کرو مرے دل سے کلاس میں لگ دینی ہو
 دلایہ دروالم بھی تو مغتسم ہو کہ آخر
 دگر یہ سحری ہو نہ آہ نیم شبی ہو

۱۴۱ ظاہر کا خد ترے خط کا غلط بردار ہو
 ہم نہیں جلتے - نفس ہر چند آتش بار ہو
 ہر کوئی در ماندگی میں نالے سے ناچار ہو
 جس کے جلوے سے زمین آسمان سرشار ہو
 زندگی سے بھی مرا جی اندول ہیزار ہو
 تجھ پہ کل جاوے کلاس کو حسرت دیدار ہو

ایک جاحظِ وفا لکھا تھا وہ بھی مٹ گیا
 جی جلیے ذوقِ فنا کی ماتما می پر نہ کیوں؟
 آگ سے پانی میں بجھتے وقت اُٹتی ہو
 ہو وہی بدستی ہر ذرہ کا خود عذر خواہ
 مجھ سے مت کہہ "تو ہیں کہتا تھا اپنی زندگی"
 آنکھ کی تصویر سزاوار پہ کھینچی ہو - کہ تا

<p>۱۳۷ کنڈھا بھی کماروں کو بدلنے نہیں دیتے</p>	<p>پینس میں گزرتے ہیں جو کچھ سے وہ میرے</p>
<p>۱۳۸ جسے کہتے ہیں نالہ وہ اسی عالم کا غنقا ہو وہی ہم ہیں۔ قفس ہو اور ماتم ہاں و پر کا ہو اثر فزا و دل ہائے عزیز کا کس نے دیکھا ہو؟ کہن انوس ملنا عسد تجدیر تمنا ہو</p>	<p>مری سہتی فضاے حیرت آبا و تمنا ہو غزال کیا فصل گل کہتے ہیں کس کو کوئی موسم ہو ونائے دلبر الٰہی اتفاقاً۔ ورنہ اسے ہمد نہ لائے شوخی اندیشہ۔ تاب پارچہ نو میدی</p>
<p>ق</p>	
<p>۱۳۹ نبض بیار وفا دو دھڑکے کشتہ ہو ورنہ یاں بے رونقی۔ سوچ چلائے کشتہ ہو</p>	<p>رحم کز ظالم۔ کہ کیا بود چرخ کشتہ ہو دل لگی کی آرزو بیچین رکھتی ہو یہیں</p>
<p>(۱۳۵) چشمِ خوباں۔ خامشی میں بھی نوا پردازند سرِ منہ نو کونے کہ دو شعلہ آواز ہو پیکرِ عشاق۔ سازِ طالعِ ناساز ہو نالہ گویا گروشِ سیارہ کی آواز ہو دست گاہ دیدہ خوباںِ محسنوں دیکھنا یک بیا باں جلوہ گل۔ فرشِ پا انداز ہو</p>	
<p>۱۴۰ میری وحشت۔ تری شہرت ہی سہی کچھ نہیں ہو تو عداوت ہی سہی اے وہ مجلس نہیں۔ خلوت ہی سہی غیر کو تجھ سے محبت ہی سہی</p>	<p>عشق مجھ کو نہیں۔ وحشت ہی سہی قطع کیجے نہ تعلق ہم سے میرے ہونے میں ہو کیا رسوائی؟ ہم بھی دشمن تو نہیں ہیں اپنے</p>

<p>آگئی گر نہیں غفلت ہی سہی دل کے غول کرنے کی فرصت ہی سہی نہ سہی عشق مصیبت ہی سہی آہ و فزیا د کی رخصت ہی سہی بے نیازی تری عادت ہی سہی</p>	<p>اپنی ہستی ہی سے ہو جو کچھ ہو عمر - ہر چند کہ ہو - برق خرام ہم کوئی تزک وفا کرتے ہیں کچھ تو دے اے فلکِ نالضات ہم بھی تسلیم کی خو ڈالیں گے</p>
<p>یار سے چھپر چلی جاے اسد گر نہیں وصل - تو حسرت ہی سہی</p>	
<p>صبح وطن ہو خندہ ونداں نما مجھے جس کی صدا ہو جلوہ برقِ فنا مجھے ما - باز گشت سے نہ رہے وفا مجھے آنے لگی ہو نکھٹنگل سے جیا مجھے شعروں کے انتخاب نے رسوا کیا مجھے</p>	<p>۱۳۷ ہو آرمیدگی میں نکو ہش بجا مجھے ڈھونڈے ہو اُس منہ آتش نفس کو جی ستانہ طو کروں ہوں رہ وادی خیال کرتا ہو بس کہ باغ میں تو بے جا بیاں کھلتا کسی پہ کیوں مرے دل کا ماسا ملے</p>
<p>زندگی اپنی جب اس شکل سے گزری غالب^(۱۳۸) ہم بھی کیا یاد کریں گے کہ خدا رکھتے تھے</p>	
<p>۱۳۹ بیٹھا رہا - اگرچہ اشارے ہو اکیے میں اد جاؤں دے ترے بن صدا کیے مدت ہوئی اور دعوتِ آب و ہوا کیے</p>	<p>اُس بزم میں مجھے نہیں بنتی جیا کیے دل ہی تو ہو سیاستِ درباں سے ڈر گیا رکھتا پھروں ہوں غرقہ و سجادہ رہن کو</p>

حضرت بھی کل کہیں گے کہ ہم کیا کیا کیے نولنے وہ گنج ہائے گراں مایہ کیا کیے؟ کس دن ہمارے سر پہ آئے چلا کیے؟ دیئے لگا ہڑ بو سے بعینہ التجا کیے بھولے سے اُس نے سیکڑوں دھڑوفا کیے	بے صرف ہی گزرتی ہو۔ ہو گرچہ عمر خضر مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اولیٰ کم کس روز تمہیں نہ تراشا کیے حدو؟ صحبت میں غیر کی نہ پڑی ہو کہیں نہ خو صند کی ہو اور بات مگر غریبی نہیں
---	--

غالب۔ ہمیں کہو کہ ملے کا جواب کیا انا کہ تم کہا کیے۔ اور وہ سنا کیے	
--	--

۱۵۰ اس سال کے حساب کو برق آفتاب ہو بال تدرود جلد موج شراب ہو فی بھاگنے کی گوں۔ نہ اقامت کی آبا ہو خافل گماں کرے ہو کہ گیتی خراب ہو جو میں بہار۔ جلوسے کو جس کے نقاب ہو مانکہ تیرے رنج سے نگہ کامیاب ہو	رتقا بر عمر قلی رہ اضطراب ہو نیکے می ہو سرو نشاط بہار سے زنجی ہوا ہو پاشنہ پائے ثبات کا جادو بادہ نوشی رنداں، ہوشش جہت نظارہ کیا حریف ہو اس برقی حسن کا میں۔ نامراد دل کی تسلی کو کیا کروں
--	---

گزر را کا صد پہ مجھ کو شک سوال و جواب ہو	
---	--

دیکھا قسمت کہ آپ اپنے پہ رشک آجائے ہو میں اُسے دیکھوں بھلا کب مجھ سے دیکھا جائے ہو	
---	--

ہاتھ دھو دل سے۔ یہی گرمی گرا ندیشے میں ہو
 آب گیند تندی صہبائے بگھلا جائے ہو
 غیر کو۔ یارب اوہ کیوں کر مینے گستاخی کرے
 گر حیا بھی اُس کو آتی ہو۔ تو شرمنا جائے ہو
 شوق کو یہ لست کہ ہر دم نالہ کھینچے جا بیٹے
 دل کی وہ حالت کہ دم لینے سے گھبرا جائے ہو
 دور چشم بد۔ تری بزم طرب سے واہ واہ
 لہنہ ہوتا ہوا داں۔ گر نالہ میرا جائے ہو
 گرچہ ہو طر زینا فل پر وہ دایر را ز عشق
 پرہم۔ ایسے کھوئے جاتے ہیں کہ وہ پابجا ہو
 اُس کی بزم آریاں سن کر دل رنجور ہاں
 شل نقش مدعا سے غیر۔ بیٹھا جائے ہو
 ہو کے عاشق وہ پرہی مینے اور نازک بن گیا
 زنگ کھلنا جائے ہو۔ جتنا کہ اڑتا جائے ہو
 نقش کو اس کے مصور پر بھی کیا کیا ناز ہیں
 کھینچتا ہو جس قدر اتنا ہی کھینچتا جائے ہو

۲۱۔

سایہ میرا مجھ سے مثل دود بھاگے ہو اسد
 پاس مجھ آتش بہ جاں کے کس سے ٹھہرا جائے ہو

۲۰۱۰۔

گرم فرما درکھا۔ شکل نہالی نے مجھے
 تب اماں ہجر میں دی ہر دلیالی نے مجھے

(۱۵۶)

<p>لے لیا مجھ سے مری ہمت عالی نے مجھ کر دیا کا فزان اصنام خیالی نے مجھ عجب آرام دیا بے پروا بالی نے مجھ</p>	<p>نسبہ و نقدِ دو عالم کی حقیقت معلوم کشت آرائی ہو وحدت ہو پرستاری و ہم ہو سِ گل کا تصور میں بھی کھٹکا نہ رہا</p>
<p>۱۵۳ برقی فرمیں راحت - خوں گرم دہن ہاں ہو باوجود دلچسپی - خواب گل پریشاں ہو داغِ پشتِ دستِ عجز - شعلہ من بہ دہلاں ہو</p>	<p>کارگاہِ ہستی میں - لالہ داغِ سماں ہو غنچہ تاشگفتن با - برگِ مافیتِ معلوم ہم سے رنجِ بیتابی کس طرح اٹھایا جائے ؟</p>
<p>۱۵۴ ہم بیاباں میں ہیں اور گھر میں ہمارا آئی ہو</p>	<p>اگر رہا ہو درو دیوار سے سبزہ خالب</p>
<p>(۱۵۵) سادگی پر اُس کی مرحلے کی حسرتِ دل میں ہو بس نہیں چلتا کہ پھر خجھر کفِ قاتل میں ہو دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اُس نے کہا میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہو گرچہ ہو کس کس بُرائی سے ملے بائیں ہمہ ذکرِ میرا مجھ سے بہتر ہو کہ اُس مخل میں ہو بس ہجوِ ناامیدی خاک میں مل جائے گی یہ چراکِ لذتِ ہماری سہی بے حاصل میں ہو رنج رہ کیوں کھینچیے ؟ واما ندگی کو عشق ہو اُٹھ نہیں سکتا ہمارا جو قدم - منزل میں ہو</p>	

جلوہ زارِ آتش دوزخ ہمارا دل سہی
فتنہ شورِ قیامت کس کی آب و گل میں ہو

ہو دل شوریدہ غالب۔ طلسمِ بیج و تاب ہے
رہم کر اپنی تمنا پہ کہ کس کی شکل میں ہو

دل سے تری نگاہ جگر تک اُتر گئی
شق ہو گیا ہو سینہ۔ خوشا لذتِ فراغت
وہ بادہ مشہان کی سرستیاں کہاں؟
اڑتی پھرے ہو خاکِ مری کو سے پاؤں
دیکھو تو دل فریبی اندازِ نقش پا
ہر بوالہوس نے من پرستی شفا رکی
نظارے نے بھی کام کیا داں نقاب کا
فردا ددی کا تفرقہ کیا رست گیا

۱۵۶
دونوں کو اک ادا میں رضا مند کر گئی
تکلیف پر وہ داری زخمِ جگر گئی
اُٹھے بس اب کہ لذتِ خواب سحر گئی
بارے اب اے ہوا۔ ہوسِ بالِ دہر گئی
موجِ غرامِ یار بھی کیا گل کتر گئی
اب آہِ دئے شہیدِ اہلِ نظر گئی
مستی سے ہر نگہ تری رخ پر کبھر گئی
کل تم گئے کہ ہم پہ قیامت گزر گئی

ما راز مانے نے اسدا لٹکھاں ہتیں
وہ دلوے کہاں وہ جوانی کدھر گئی؟

(۱۵۷)
تسکیں کو ہم نہ روئیں۔ جو ذوقِ نظر لے
جور ان حنلہ میں تری صورت گر لے

اپنی گلی میں مجھ کو نہ کر دفن بعد قتل
 میرے پتے سے خلق کو کیوں تیرا گھر ملے
 ساتی گری کی مشرم کہ دلچ۔ ورنہ ہم
 ہر شب پیابھی کرتے ہیں۔ جو جس قدر ملے
 تجھ سے تو کچھ کلام نہیں۔ لیکن اے ندیم
 میرا سلام کہتو۔ اگر نامہ بر ملے
 تم کو بھی ہم دکھائیں کہ مجنوں نے کیا کیا
 فرمت کشاکش غم پنہاں سے گر ملے
 لازم نہیں۔ کہ خضر کی ہم پیروی کریں
 جانا۔ کہ اک بزرگ ہمیں ہم سفر ملے

اے سائنات کو چہرہ دلدار دیکھتے
 تم کو کہیں جو غالب آشفۃ سر ملے

کوئی دن گر زندگانی اور ہو
 آتشِ دوزخ میں یہ گری کہاں
 بار بار دیکھی ہیں ان کی رنجشیں
 دے کے خطہ منہ دیکھتا ہوں نامہ بر
 قاطع اعمار ہیں اکثر نجوم
 اپنے جی میں ہم نے ٹھانی اور ہو
 سوز غم ہائے نہانی اور ہو
 پر کچھ اب کے سرگرائی اور ہو
 کچھ تو پیغام زبانی اور ہو
 وہ بلائے آسہانی اور ہو

جو چکیں غالب بلائیں سب تمام
 ایک مرگ ناگسائی اور ہو

کوئی اسید بر نہیں آتی موت کا ایک دن معین ہو آگے آتی تھی حالِ دل پہ ہنسی جانتا ہوں ثوابِ طاعت و زہد ہو کچھ ایسی ہی بات جو چپ ہوں کہوں نہ چوں کہ یاد کرتے ہیں دماغِ دل گر نقشہ نہیں آتا ہم وہاں ہیں جہاں سے ہم کو بھی مرتے ہیں آرزو میں مرنے کی	کوئی صورت نظر نہیں آتی میند کیوں رات بھر نہیں آتی اب کسی بات پر نہیں آتی پر طبیعت ادھر نہیں آتی ورنہ کیا بات کر نہیں آتی میری آواز گر نہیں آتی بوجھی اے چارہ گر نہیں آتی؟ کچھ ہماری خبر نہیں آتی موت آتی ہو۔ پر نہیں آتی
کبے کس منہ سے جاؤ گے غالباً؟ شرم تم کو مگر نہیں آتی	
دلِ ناداں تجھے ہوا کیا ہو؟ ہم ہیں شقائق اور وہ بیزار میں بھی منہ میں زبان رکھتا ہوں جب کہ تجھ بن نہیں کوئی موجود یہ ہی چہرہ لوگ کیسے ہیں؟ شکن زلفِ عنبریں کیوں ہو؟ ہنرہ و گل کناں سے آئے ہیں؟ ہم کو ان سے وفا کی ہوا اسید	۱۷۰ آخر اس درد کی دوا کیا ہو؟ یا اکتی یہ ناجبر کیا ہو؟ کاش پوچھو کہ "مد" کا کیا ہو؟ پھر یہ ہنگامہ اے خدا کیا ہو؟ غمزہ و عشوہ و ادا کیا ہو؟ نگہ چشمِ سرمہ کیا ہو؟ ابر کیا چیز ہو؟ ہوا کیا ہو؟ جو نہیں جانتے - وفا کیا ہو؟

اور درویش کی صدا کیا ہو
میں نہیں جانتا۔ دعا کیا ہو

ہاں بھلا کر۔ تر ا بھلا ہوگا
جان تم پر نثار کرتا ہوں

میں نے مانا کہ۔ کچھ نہیں۔ غالب
مفت ہاتھ آئے تو بُرا کیا ہو؟

(۱۹۱۱)

کہتے تو ہو تم سب کہ بُتِ غالب ہو آئے

اک مرتبہ گھبرا کے کہو کوئی کہ وہ آئے

ہو کشمکشِ نزع میں۔ ہاں جذبِ محبت

کچھ کہہ نہ سکوں۔ پر وہ مرے پچھنے کو آئے

ہو صاعقہ و شعلہ و سیلاب کا عالم

آنا ہی۔ سچ میں مری آتا نہیں گو آئے

ظاہر ہو کہ گھبرا کے نہ بھاگیں گے نجیب ترین

ہاں منہ سے مگر بادِ دوشینہ کی بو آئے

جلاد سے ڈرتے ہیں۔ نہ واعظ سے جھگڑتے

ہم سمجھے ہوئے ہیں اُسے جس بھیس میں آئے

ہاں اہلِ طلب کون سنے طعنہ نایا و نفا

دیکھا کہ سوہ ملتا نہیں اپنے ہی کو کھو آئے

اپنا نہیں وہ شیوہ کہ آرام سے بیٹھیں

اُس در پہ نہیں بار تو کیجئے ہی کو ہو آئے

کی ہم نفسوں نے اثر گر یہ میں تقدیر
اچھے رہے آپ اُس سے مگر مجھ کو ڈبو آئے

اُس انجمنِ ناز کی کیا بات ہو؟ غالب!
ہم بھی گئے والہ اور تری تلمذِ یر کو رو آئے

پھر کچھ اک دل کو بے قرار سی ہی ۱۶۲
پھر جگر کھودنے لگا ناخن
سینہ جو یائے زخم کا رسی ہو
آیدِ فضلِ لالہ کا رسی ہو
قبلہ مقصدِ نگاہِ نیاز
پھر وہی پردہ عاری ہو

ق

چشمِ دلّالِ جنسِ سوائی
وہی صبرِ نگِ نالہ فرسائی
دل ہوائے خرامِ ناز سے پھر
جلوہ پھر عزمِ ناز کرتا ہو
دل خریدارِ ذوقِ خواری ہو
وہی صد گونہ اشکبارِ سی ہو
مشرستانِ بے قرار سی ہو
روزِ بازِ ارجاں سپاری ہو
پھر اسی بے وفا پ مرتے ہیں

ق

پھر کھلا ہو دیوِ عدسہ ناز
ہو رہا ہو جہان میں اندھیر
پھر دیا پارہ جگر نے سوال
پھر ہوئے ہیں گواہِ عشقِ طلب
گرمِ بازارِ فوجِ داری ہو
زلزلہ کی پھر شہتہ داری ہو
ایک فریادِ آہِ و زاری ہو
اشکِ باری کی کا حکم جاری ہو
آج پھر اُس کی رو بکاری ہو
دل و شرگاں کا جو مقدمہ تھا

بے خودی بے سبب نہیں غالب
کچھ تو ہو جس کی پردہ داری ہو

جنوں تہمت کش شکیں نہ ہو۔ گشتِ ادائی کی^(۱۶۳)
نمک پائشِ خراشِ دل ہولتِ زندگانی کی
کشاکشِ ہائے مہتی سے کرے کیا سعیِ آزادی
ہوئی زنجیرِ معج آب کو۔ فرصتِ روانی کی
پس از مردن بھی دیوانہ زیارتِ گاہِ لظاں ہو
مشرابِ سنگ نے تربتِ پر میری گلِ فشان کی

نکویشِ ہی سزا۔ فریادی بے دادِ دل بری^(۱۶۴)
مبادا خندہٴ دندانِ ثا جو صبح۔ محشر کی
رگِ لیلیٰ کو۔ خاکِ دشتِ جنوں پر لگی بجھے
اگر بوسے بجائے دانہ۔ دہقانِ نوکِ شتر کی
پر پردانہ۔ شاید بادِ بانِ کشتیِ مَحْرقا
ہوئی مجلس کی گرمی سے روانیِ دورِ ساغری
کہوں بے دادِ ذوقِ پر فشانِ عرصِ کیا قدرت
کہ طاقتِ ارٹ گئی۔ اڑنے سے پہلے میرے شہ پر کی
کہاں نمکِ روؤں اُس کے خیمے کے پیچھے قیامت ہو!
مری تہمت میں یارب۔ کیا دیتی دیوارِ پتھر کی

بے اعتمادیوں سے۔ ٹیک سب میں ہم ہوئے

جتنے زیادہ ہو گئے۔ اتنے ہی کم ہوئے
پہاں تھا دامِ سخت قریبِ آشیان کے

مڑنے نہ پائے تھے کہ گرفتار ہم ہوئے
ہستی ہمار سی۔ اپنی فنا پر دلیل ہو

یاں نکاسے ٹیک آپ ہی اپنی قسم ہوئے
سخی کشانِ عشق کی پیچھے ہی کیا خبر؟

وہ لوگ رفته رفته سراپا الم ہوئے
تیری وفات سے کیا ہو تلا فی کہ دہریں

تیرے سوا بھی ہم پہ بہت سے شتم ہوئے
لکھتے رہے جڑوں کی حکایاتِ نوح چکاں

ہر چند اس میں باغِ ہمارے ظلم ہوئے
اللہ سی تیری تندہی خود جس کے بیم سے

اجزائے نالہ۔ دل میں مرے رزقِ ہم ہوئے
اہلِ ہوس کی نفع ہو۔ ترکِ نبردِ عشق

جو پاؤں اٹھ گئے سو ہی ان کے علم ہوئے
نالے عدم میں چند ہمارے سپرد تھے۔

جواں نہ کھج سکے۔ سو وہ یاں آکے دم ہوئے

چھوڑی اسد۔ نہ ہم نے گدائی میں دل لگی

سائل ہوئے تو۔ عاشقِ اہلِ کرم ہوئے

جو نہ نقدِ دل کی۔ کرے شعلہ پاسبانی^(۱۷۷)

مجھے اس سے کیا توقع ؟ بہ زمانہ جوانی

کبھی کو دکی میں جس نے۔ نہ سُنی مری کہانی
یہ نہیں دیکھ کسی کو دنیا نہیں خوب۔ ورنہ کتنا

کہ مرے مدد کو یارب ! ملے میری زندگانی

ظلمتِ کدے میں میرے شبِ غم کا جوش^(۱۷۸)

اک شمع ہو دلیلِ سحر۔ سو غموش ہو
فی ثرود وصال نہ تظارہ جمال

مدت ہوئی کہ آشتی چشم و گوش ہو
موتنے کیا ہو جسینِ مود آرا کو بے حجاب

اے شوق۔ یاں اجازتِ تسلیم و ہوش ہو
گوہر کو عقدِ گردنِ غباں میں دیکھنا

کیا اونچ پرستارہ گوہر فروش ہو
دیدار بادہ۔ حوصلہ ساتی نہ نگاہ مست

نرم خیال۔ محکدہ بے خروش ہو

قصہ

دہنار ! اگر عینِ ہوس ناؤ و فوش ہو
میری سنو ! جو گوشِ حقیقتِ نبوش ہو
مضطرب بہ نغمہ رہزنِ تکمین و ہوش ہو

اے تازہ وارِ دانِ بساطِ ہوائے دل
دیکھو مجھے ! جو دیدہٴ عمیرتِ نگاہ ہو
ساتی بہ جلوہٴ دشمنِ ایمان و آگہی

<p>دامان باغبان و کف گل فروش ہو یہ جنبت نگاہ دہ فردوس گوشت ہو نی وہ سرور و شور نہ جوش و خروش ہو اک شمع رہ گئی ہو سو وہ بھی خوش ہو</p>	<p>یہ شب کو دیکھتے تھے کہ ہر گوشہ بساط لطفِ خرام ساتی و ذوقِ صدائے چنگ یا صبح دم جو دیکھئے۔ آکر تو بزم میں وہ فراقِ صحبتِ شب کی جلی ہوئی</p>	
	<p>آتے ہیں غیب سے یہ مفاہیم خیال ہیں غالب۔ صریح غامہ۔ نوائے سروش ہو</p>	
<p>امتحاں اور بھی باقی ہو تو یہ بھی نہ سہی شوقِ گلچینِ گلستانِ لعلی نہ سہی ایک دن گر نہ ہوا بزم میں باقی نہ سہی گر نہیں۔ شمع سپہ خانہ لیلی نہ سہی نوحہ غم ہی سہی۔ نغمہ شادی نہ سہی گر نہیں ہیں مرے اشعار میں مینی سہی</p>	<p>۱۶۸</p>	<p>نہ ہوئی گر مرے مرنے سے تسلی۔ نہ سہی خارجہ الم حسرت دیدار تو ہو میر پرستاں۔ غمِ موم سے گھائے ہی بنی نفسِ قیس۔ کہ ہو چشم و چراغ صحرا ایک بیگم پر موقوف ہو گھر کی رونق نہ۔ نائش کی تمنائے صلے کی پروا</p>
	<p>عشرتِ صحبتِ خواہاں ہی عنایت سمجھو نہ ہوئی غالب۔ اگر عمر طبعی نہ سہی</p>	
<p>(۱۶۹) غیبِ نشاط سے جلا کے چلے ہیں ہم آگے کہ اپنے سارے سر۔ پاؤں سے ہو دو قدم آگے</p>		

قضا نے تھا مجھے چاہا خرابِ بادۃ العت
 فقط ”خراب“ لکھا۔ بس نہ چل سکا قلم آگے
 غم زمانہ نے جھاڑی نشاۃ عشق کی مستی
 وگر نہ ہم بھی اٹھاتے تھے لذتِ الم آگے
 خدا کے واسطے۔ داد اس جوں شوق کی دنیا
 کہ اس کے در پہ پہنچتے ہیں نامہ بر سے ہم آگے
 یہ عمر بھر چرپاشیاں اٹھائی ہیں ہم نے
 تمہارے آئیو۔ اے طرہ ہائے غم بہ خم آگے
 دل و جگر ہیں ہر افساں جو ایک موجِ غلوں کو
 ہم اپنے زخم میں سمجھے ہوئے تھے اس کو دم آگے

قسم خازے پہ آنے کی میرے کھاتے ہیں غالب
 ہمیشہ کھاتے تھے جو میری جان کی قسم آگے

شکوے کے نام سے بے مہر خا ہوتا ہو
 پُر ہوں میں۔ شکوے کیوں آگے جیسے باجا
 گو سجتا نہیں پر عینِ ملا فی دیکھو
 عشق کی راہ میں ہو چرخِ مکوکب کی چال
 کیوں نہ ٹھہریں ہر دنیا کو بے داد کہ ہم
 خوب تھا پہلے سے ہوئے جو ہم اپنے بدخواہ
 مالہ جاتا تھا پہرے عرش سے میل اور اب
 یہ بھی مست کہ ”جو کہتے تو گلا ہوتا ہو“
 اک ذرا چھڑیے پھر دیکھ لے کیا ہوتا ہو
 شکوہ جو رے سرگرم خفا ہوتا ہو
 سست رو جیسے کوئی آبلہ پا ہوتا ہو
 آپ اٹھ لاتے ہیں کہ تیر خطا ہوتا ہو
 کہ بھلا جانتے ہیں اور بُرا ہوتا ہو
 لب تک آتا ہو جو ایسا ہی رس ہوتا ہو

قطرہ

شاہ کی طرح میں یوں نغمہ سرا ہوتا ہوں
تیرے اکرام کا حق کس سے ادا ہوتا ہوں
تو وہ لشکر کا ترے۔ نعل بہا ہوتا ہوں
آستانہ پہ ترے معذنا صیہ سا ہوتا ہوں
یہ بھی تیرا ہی کر م۔ ذوق فزا ہوتا ہوں

خامہ میرا کہ وہ ہو بار بار بزم سخن
ایں شہنشاہ کو اکب سپہ۔ و۔ مہر علم
سات اقلیم کا حاصل جو فراہم کیجے
ہر مہینے میں جو یہ بدر سے ہوتا ہو بل
میں جو گنتا ہوں آئین غزل خوانی میں

رکھو غالب۔ مجھے اس تیغ ذوالی میں حاف
آج کچھ درد میرے دل میں سوا ہوتا ہوں

۱۴۱
ہمیں کو کہ یہ انداز گفتگو کیا ہو
کوئی تھا تو کہ وہ شوخ تند خو کیا ہو
وگر نہ خوف بد آموزی عدو کیا ہو
ہماری جمیب کو اب حاجت رہو کیا ہو
کہہ دیتے ہو جو اب را کھ جستجو کیا ہو
جب آکھ ہی سے نہ ٹپکا تو پھر لو کیا ہو
سوائے مادہ گل فام مشکبو کیا ہو
پہ شیشہ وقیح و کوزہ و سبو کیا ہو
تو کس امید پہ کہیے کہ ”آرزو کیا ہو“
وگر نہ شہر میں غالب کی آبرو کیا ہو

ہر ایک بات پہ کہتے ہو تم کہ ”تو کیا ہو“
نہ شعلے میں یہ کرشمہ۔ نہ برق میں یہ ادا
یہ رشک ہو کہ وہ ہوتا ہو ہم سخن تم سے
چپک رہا ہے بدن پر ہو سے پیرا ہون
جلہ ہو جسم حیاں دل بھی جل گیا ہو گا
رگوں میں دوڑتے پھرنے کے ہم نہیں قائل
وہ چہر جس کے لیے ہم کو ہو ہشت عزت
پیوں شراب اگر خم بھی دیکھ لوں دو چار
رہی نہ طاقت گننا۔ اور اگر ہو بھی
ہو اوشہ کا مصاحب پھر سے ہو اترانا

میں اُنہیں چھیڑوں۔ اور کچھ نہ کہیں،
 قمر ہو۔ یا بلا ہو۔ جو کچھ ہو
 میری قسمت میں غم گر اتنا تھا

آہی جاتا۔ وہ راہ پر غالب
 کوئی دن اور بھی جیے ہوتے

آ۔ کہ مری جان کو قرار نہیں ہو
 دیتے ہیں جنت۔ حیات دہر کے ہلے
 گریہ نکالے ہو تری بزم سے مجھ کو
 ہم سے عبت ہو۔ گمان رنجش خاطر
 دل سے اٹھا! لطف جلوہ ہلے معانی
 قتل کا میرے عہد تو کیا ہو بارے

نوں نے قسم نکشی کی کھائی ہو غالب
 تیری قسم کا کچھ اعتبار نہیں ہو

جو ہم غم سے یاں تک سرگونی مجھ کو حاصل ہو^(۱۷۴)
 کہ تیار دامن دتا رہ نظر میں فرق شکل ہو
 رفسے زخم سے۔ مطلب ہو لذت زخم سوزن کی
 سمجھو موت۔ کہ پاس دوست سے دیو انتقال ہو

وہ گل جس گلستاں میں جلوہ فرمائی کرے غالب
چٹکتا غنچہ دل کا صدائے خندہ دل ہو

(۱۴۵)

پاہ دامن ہو رہا ہوں۔ بس کہ میں صحرانورد

خارہ پا ہیں جو سہ آئینہ زانو مجھے

دیکھنا حالت مرے دل کی ہم آغوشی کے وقت

ہو نگاہ آشنا۔ تیرا سر ہر مو مجھے

ہوں سراپا ساز آہنگ شکایت کچھ نہ پوچھ

ہو ہی بہتر کہ لوگوں میں نہ چھڑے تو مجھے

جاں کا لہجہ صورتِ دیوار میں آوے
تو۔ اُس قدِ دلکش سے جو گل نہایت آوے
جب تختِ جگر دیدہ خوباں میں آوے
کچھ مخمخ کو مزہ بھی مرے آزار میں آوے
طوطی کی طرح آئینہ گفتار میں آوے
اک آبلہ پا وادی پر خار میں آوے
آغوشِ خمِ حلقہ زنتار میں آوے
کیوں شاہِ گلِ باغ سے باز رہیں آوے
جب۔ اک نفس اُٹھ جائے تیرا آوے
اسے واسطے اگر معرضِ اظہار میں آوے

جس بزم میں تو ناز سے گفتا رہیں آوے
سائے کی طرح ساتھ پھوس سرودِ صنوبر
تب نازِ گراں مانگی اشکِ بجا ہو
وے مجھ کو شکایت کی اجازت کہ سنگرا
اُس چشمِ فنوں گر کا اگر پائے اشارہ
کانٹوں کی زباں سوکھ گئی چپاس سے یارب
مر جاؤں نہ کیوں رشک سے؟ جب وہ تنِ نازک
خارِ گریباں نہ ہو گئے ہو سں زہر
تب چاکِ گریباں کا مزہ ہو۔ ذلِ مالاں
آتشِ کدہ ہو سینہ مرا۔ رازِ نہاں سے

انجینہٴ مہنی کا طلسم اُس کو سمجھیے
جو لفظ کہہ - غالب اُسے اشعار میں لکھے

مُن مہ - گرچہ بہ ہنگامِ کمال - اچھا ہو^(۱۷۰)
اُس سے میرا مہ عورشیدِ جمال اچھا ہو
بوسہ دیتے نہیں - اور دل پہ ہو ہر لحظہ نگاہ
جی میں کہتے ہیں کہ "مفت اُسے تو مال تھا ہو"
اور بازار سے لے آئے - اگر ٹوٹ گیا
سارے غم سے مراجعِ سفال اچھا ہو
بے طلب ہیں - تو مزا اس میں سوا ملتا ہو
وہ گدا - جس کو نہ ہو نوے سوال اچھا ہو
اُن کے دیکھے سے جو آ جاتی ہو منہ پر رونق
وہ سمجھتے ہیں کہ بیمار کا حال اچھا ہو
دیکھتے پاتے ہیں عشاقِ تہوں سے کیا فیض
اک برہن نے کہا ہو کہ "یہ سال اچھا ہو"
ہم سن تیشے نے فریاد کو شیریں سے کیا
جس طرح کا کہ کسی میں ہو کمال اچھا ہو
قطرہ دریا میں جو ل جاے تو دریا ہو جاے
کام اچھا ہو وہ جس کا کہ مال اچھا ہو
خضرِ سلطان کو رکھے خالقِ اکبر سب
شاہ کے باغ میں یہ تازہ نہال اچھا ہو

ہم کو معلوم ہو جنت کی حقیقت - لیکن
دل کے خوش رکھنے کو غالب - یہ خیال اچھا ہو

ہم رہیں یوں تشنہ لب پیغام کے
ہتھکڑے ہیں چرخِ نیلی فام کے
ہم تو عاشق ہیں تمہارے نام کے
دھوئے دہتے جامہٴ احرام کے
یہ بھی حلقے ہیں تمہارے دام کے
دیکھیے کب دن پھریں حام کے

غیر میں محل میں بوسے جام کے
خستگی کا تم سے کیا شکوہ؟ کہ بہ
خط لکھیں گے - گرچہ مطلب کچھ نہ ہو
رات پنی زمزم پہ مڑ - اور صبح دم
دل کو آنکھوں نے پھنسا یا کیا؟ مگر
شاہ کے ہو غسلِ صحت کی خبر

عشق نے غالب نکمت کر دیا
وہ نہ ہم بھی آدمی تھے کام کے

کہ ہوئے سر و سر و متا شاہی

۱۴۸
ق

اس کو کہتے ہیں عالم آراہی
روکشِ سلج چرخِ میناہی
بن گیا روئے آب پر کاہی
پیشم نرگس کو دی ہو میناہی
بادہ نوشی ہو باد پہاہی

پھر اس انداز سے بہا راہی

دیکھو اسے ساکنانِ خطہٴ خاک
کہ نہیں ہو گئی ہو سرتاسر
سبزے کو جب کہیں جگہ نہ ملی
سبزہٴ گل کے دیکھنے کے لیے
ہو ہوا میں شراب کی تاثیر

کیوں نہ دنیا کو ہونو خوشی غالب
مشاور دیندار نے شفا پائی

تمنا فل دوست ہوں۔ میرا دریغ عجز عالی ہو^(۱۸۰)
اگر پہلو تھی کیجے۔ تو جا میری بھی خالی ہو
رہا آباد عالم۔ اہل ہمت کے نہ ہونے سے
بھرے ہیں جس قدر جام و سُبُو۔ جو خانہ خالی ہو

کب وہ سنتا ہو کہانی میری
نخلش غمناخوں ریز نہ پلوچھ
کیا بیاں کر کے مرادیں گے مارو
ہوں زخود رفتہ بیدائے خیال
تقابل ہو مقابل میرا
قدر رنگِ سر رہ رکھتا ہوں
گر دُبا دُر رہے تابی ہوں
دہن اُس کا جو نہ معلوم ہوا

اور پھر۔ وہ بھی۔ زبانی میری
دیکھ۔ خوں نا بہ فشا نی میری
مگر۔ آشفۃ بیانی میری
بھول جانا ہو نشانی میری
رک گیا۔ دیکھ روا نی میری
سخت ارزاں ہو گرائی میری
صرصر شوق ہو بانی میری
کھل گئی ہیچ مدانی میری

کر دیا ضعف نے عاجز غالب
ننگ پیری ہو جو اپنی میری

پائے طاؤس پڑ خامہ مانی مانگے

نفسِ نازِ بیتِ طناز۔ بہ آغوشِ رقیب

غم وہ افسانہ کہ آشفتمہ بیانی مانگے
شعلہ تانبہض جگر۔ ریشہ دوانی مانگے

تو وہ ہر خو کہ تخیر کو۔ تماشا جانے
وہ تپ عشق تمنا ہو کہ پھر صورت شمع

گلشن کو تری صحبت۔ اذبس کہ خوش آئی ہو^(۱۸۶)
ہر غنچے کا گل ہونا۔ آغوش کشائی ہو
داں کلگر استفا۔ ہر دم ہو بند ہی پر
یاں نالے کو اور اٹل دعوایے رسائی ہو
اذبس کہ سکھاتا ہو غم ضبط کے انداز سے
جو داغ نظر آیا اک چشم نائی ہو

کہ دیو یا رب اسے قیمت میں مدد کی
دل میں نظر آتی تو ہوا اک بوند لہو کی
یاں تو کوئی سنتا نہیں فریاد کسو کی
خنجر نے کبھی بات نہ پوچھی ہو گلو کی

جس زخم کی ہو سکتی ہو تدبیر روز کی
اچھا ہو سیر انگشت خانی کا تصور
کیوں ڈرتے ہو عشاق کی بے وصلگی سے
دشمن نے کبھی منہ نہ لگایا ہو جگر کو

صدیعت! وہ ناکام۔ کہ اک عمر سے غالب
مست میں ہے ایک بتِ عربہ جو کی

سیاہ پاشیہا گرمی آئینہ دے ہو۔ ہم^(۱۸۵)
یہاں یکے ہوئے ہیں ول ہے قرار کے

آغوشِ گل - کشودہ برائے دواع ہو
اسے عندلیب! چل کہ چلے دن بہار کے

۱۸۳ ہو وصل - ہجر - عالمِ تمکین و ضبط میں
اُس لب سے مل ہی جائیگا کہ کبھی تو - ہاں
مَشوقِ شونخ و عاشقِ دیوانہ چاہیئے
شوقِ فنون و جرسِ بزمِ نہ چاہیئے

۱۸۴ چاہیئے اچھوں کو جتنا چاہیئے
صحبّتِ رنداں سے واجب ہو عند
چاہنے کو تیرے کیا سمجھا تھا دل؟
چاکِ مست کہ صیب بے ایامِ گل
دوستی کا پردہ ہو بیگانگی
دشمنی نے میری - کھو یا عزیز کو
اپنی رسوائی میں - کیا چلتی ہو سعی
منحصر مرنے پہ ہو جس کی اُمید
غافل - ان مہِ طلعوں کے واسطے
یہ اگر چاہیں - تو پھر کیا چاہیئے
جائے مڑ اپنے کو کھینچا چاہیئے
بارے اب اس سے بھی سمجھا چاہیئے
کچھ اُدھر کا بھی اشار چاہیئے
منہ چھپانا ہم سے چھوڑا چاہیئے
کس قدر دشمن ہو؟ دیکھا چاہیئے
یار ہی ہنگامہ آرا چاہیئے
ما اُمید سی اُس کی دیکھا چاہیئے
چاہنے والا بھی اچھا چاہیئے

چاہتے ہیں خوب رویوں کو -
آپ کی صورت تو دیکھا چاہیئے

ہر قدمِ دوری منزل ہو نایاں مجھ سے (۱۸۸)
میری رفتار سے بھاگے ہی بہا ہاں مجھ سے

درسِ عنوانِ تماشا۔ بہ تغافل۔ خوش تر
 ہو نگہ۔ رشتہ شیرازہ شرکاں مجھ سے
 دشتِ آتشِ دل سے شبِ تنہائی میں
 صورتِ دود رہا سایہ۔ گریزاں مجھ سے
 غمِ عشاق نہ ہو سادگی آموزِ بستاں
 کس قدر خانہ آئینہ ہو ویراں مجھ سے
 اثرِ آہ سے۔ جادہ صحرائے جنوں
 صورتِ رشتہ گوہرِ چرغاں مجھ سے
 بے خودی بہتر قیودِ فراغت ہو جو
 پڑ ہے۔ سائے کی طرح میرا بستاں مجھ سے
 شوقِ دیدار میں گر تو مجھے گردن مارے
 ہو نگہ شلِ گلِ شمع۔ پریشاں مجھ سے
 بے کسی ہائے شبِ ہجر کی حسرت۔ ہو ہو
 سایہِ خورشیدِ قیامت میں ہو پنہاں مجھ سے
 گردشِ ساغرِ صد جلوہ رنگیں تجھ سے
 آئینہ داری یک دیدہ حیراں مجھ سے

آگ گرم سے اک آگ ٹپکتی ہو۔ اس
 ہو۔ چہ اغان۔ حس و عاشاکِ گلستاں مجھ سے

نکتہ چیں ہو۔ غمِ دل اُس کو مٹائے نہ بنے ^(۱۸۹) کیا بنے باسا۔ جہاں باتِ ہلکے نہ بنے

اُس پہن جائے کچھ ایسی کہ بن آئے نہ بنے
کاش یوں بھی ہو کہ بن میرے متائے نہ بنے
کوئی پوچھے کہ "یہ کیا ہے" تو چھپائے نہ بنے
ہاتھ آئیں۔ تو انھیں ہاتھ لگائے نہ بنے
پر وہ چھوڑا ہے وہ اُس نے کہ اٹھائے نہ بنے
نم کو چاہوں کہ نہ آؤ تو بلائے نہ بنے
کام وہ آن پڑا ہے کہ بنائے نہ بنے

میں بلاتا تو ہوں اُس کو گمراہی جذبہ دل
کھیل سچا ہے۔ کہیں چھوڑ نہ دے۔ بھول نہ جا
غیر پھر تاہو۔ یہ یوں ترے خط کو کہ۔ اگر
اس نزاکت کا بُرا ہو۔ وہ بھلے ہیں تو کیا
کہہ سکے کون کہ یہ جلوہ گری کس کی ہے؟
موت کی راہ نہ دیکھوں؟ کہ بن آئے نہ رہے
بوچھ وہ سر سے گرا جو کہ اٹھائے نہ اٹھے

عشق پر زور نہیں ہے یہ وہ آتش غالب
کہ لگائے نہ لگے۔ اور بجھائے نہ بنے

چاک کی خواہش اگر وحشت بہ عریانی کرے (۱۹)
صبح کے مانند زخمِ دل۔ گریبانِ کرے
جلوے کا تیرے وہ عالم ہو کہ گریبے خیال
دیدہ دل کو زیارت گاہ حیرانی کرے
ہو شکستین سے بھی دل نو مید۔ یارب کب تک
آبِ گینہ کوہِ پرِ عرصِ گراں جانی کرے
مؤکہہ گر چشمِ مستِ ہمارے سے پائے شکست
سوئے شیشہ دیدہ ساغر کی عریانی کرے
خطِ عارض کو لکھا ہے۔ زلف کو اُلفت سے ہمہ
یک قلم منتظر رہو جو کچھ پریشانی کرے

وہ آکے خواب میں تسکینِ اضطراب تو دے^(۱۹۱)
 ولے مجھے تپشِ دلِ مجالِ خواب تو دے
 کرے ہو قتلِ کھاوٹ میں تیرا و دینا
 تری طح کوئی 'تیغِ نگہ کو آب تو دے
 دکھا کے جنبشِ لب ہی تمام کر ہم کو
 نہ دے جو بوسہ تو منہ سے کہیں جو اقبائے
 پلا دے اوک سے ساتی۔ جو ہم سے نفرت ہو
 پیالہ گر نہیں دیتا نہ دے شراب تو دے

اسد خوشی سے مرے ہاتھ پاؤں پھول گئے
 کہا جاسے "ذرا میرے پاؤں داب تو دے"

تپش سے میری وقفِ کشمکش ہر تارِ بستر ہو
 سرِ شگِ سر بہ صحرِ ادا دہ۔ لورالینِ داس ہو
 خوشا اقبالِ رنجور سی۔ عیادت کو تم آئے ہو
 یہ طوفانِ گاہِ جوشِ اضطرابِ شامِ تنہائی
 ابھی آتی ہو بوالشِ سوس کی زلفِ شکیں کی
 ۱۹۲
 مرا سرِ رنجِ بالیں ہو۔ مرانِ بارِ بستر ہو
 دل بے دستِ ہانڈا دہ۔ بنو رداِ بستر ہو
 فروغِ شمعِ بالیں۔ طالعِ بیدارِ بستر ہو
 شعلِ آفتابِ صبحِ محشر۔ تارِ بستر ہو
 ہماری دید کو۔ خوابِ زلیخا۔ عارِ بستر ہو

کہوں کیا دل کی کیا حالت ہو۔ ہجرِ بارِیں غالب
 کہ بے تابی سے ہر اک تارِ بسترِ خارِ بستر ہو

مطر ہو رشتہ اُفت - رگ گردن نہ ہو جائے
غور دوستی - آفت ہو - تو دشمن نہ ہو جائے

بجھ اس فصل میں کوتاہی نشو و نما غالب
اگر گل سرو کے قامت پہ پیرا ہن نہ ہو جائے

فریاد کی کوئی کوئی نہیں ہو "نالہ - پابند کی نہیں ہو
کیوں بولتے ہیں باغبان توبہ؟ گر باغ گدائے کو نہیں ہو
ہر چند ہر ایک شو میں تو ہو ہر چہ سی تو کوئی شو نہیں ہو
ہاں گھائیو مست فریب ہستی ہر چند کہ "ہو "نہیں ہو
شادی سے گزر - کہ غم نہ ہوئے اُردی جو نہ تو دی نہیں ہو
کیوں رُوِ قدح کرے ہو ز اہا؟ کوئی - پس کی تو نہیں ہو

ہستی ہو نہ کچھ عدم ہو - غالب
آفر تو کیا ہو؟ ای "نہیں ہو"

نہ پوچھ فخر مرہم جہدِ دل کا
کہ اس میں ریزہ الماس جزو اعظم ہو
ہست دونوں میں تغافل نے تیرے پیدا کی
وہ ایک نگہ - کہ بغا ہر نگاہ سے کم ہو

ہم رشک کو اپنے بھی گوارا نہیں کرتے ۱۹۱ مرتے ہیں۔ دے اُن کی تمنا نہیں کرتے
دیر پردہ اُنہیں۔ غیر سے ہو ربط نہائی

یہ باعثِ فوسیدیٰ اربابِ ہوس ہو
غالب کو برا کہتے ہو اچھا نہیں کرنے

کرے ہو بادہ ترے لب سے کسبِ رنگِ فروغ^(۱۹۰)
خطِ پیالہ سراسر نگاہِ گل چیں ہو
کبھی تو اس دِلِ شوریدہ کی بھی داد ملے
کہ ایک عمر سے حسرت پرستِ بایں ہو
بہ جا ہو گر نہ سنے نالہ ہائے بلبلِ دار
کہ گوشِ گل۔ نیم شبِ غم سے پنہ آگیں ہو

اسد ہو نزع ہیں۔ چل بے وفا! براے خدا
مقامِ ترکِ حجاب و دایعِ تمکین ہو

کیوں نہ ہو؟ چشمِ تہاں جو تغافل کیوں نہ ہو؟^(۱۹۸)
یعنی اُس بیمار کو نظارے سے پرہیز ہو
مرتے مرتے دیکھنے کی آرزو رہ جائے گی
وائے ناکامی کہ اُس کا فر کا خنجر تیز ہو

عارضِ گل دیکھ روئے یار یا دایا اسد
جوششِ فصل بہاری اشتیاقی انگیز ہو

۱۹۹
ہوا رقیب تو ہو۔ نامہ بر ہو۔ کیا کہیے؟
قضا سے شکوہ ہیں کس قدر ہو کیا کہیے؟
اگر نہ کہیے کہ "دشمن کا گھر ہو" ! کیا کہیے؟
کہ بن کہے ہی نہیں سب خبر ہو کیا کہیے
کہ یہ کہے کہ "سیرہ گزر ہو کیا کہیے"
ہمارے ہاتھ میں کچھ ہو مگر ہو کیا کہیے
ہیں جواب سے قطع نظر جو کیا کہیے
ستم ہائے متلع ہنر ہو کیا کہیے؟

۱۹۹
دیا ہو دل اگر اُس کو بشر ہو کیا کہیے؟
یہ صد کہ آج نہ آئے اور آسے بن نہ رہے
رہے ہو یوں کہ وہ بے گم کہ کوئے دوست کو اب
زبے کرشمہ کہ یوں دے رکھا ہو ہم کو فریب
سمجھ کے کرتے ہیں باز اریں وہ پریش حال
میں نہیں ہو سرِ رشتہ وفا کا خیال
انہیں سوال پر زخمِ جنوں ہو کیوں لڑتیے؟
حسد۔ سزائے کمال سن ہو کیا کیجے؟

کہا ہو کس نے کہ غالب بُرا نہیں لیکن
سوائے اس کے کہ آشفۃ سر ہو کیا کہیے

۲۰۰
کر گئی واسنہ تن میری عریانی مجھے
مرحبا میں۔ کیا مبارک ہو گلِ لبانی مجھے
جائنا جو محوِ پریش ہائے پہنائی مجھے
لکھ دیا منجملہ اسباب ویرانی مجھے
اس قدر ذوقِ نوائے مرغِ بستی مجھے
لے گیا تھا گو رمیں ذوقِ تن آسانی مجھے

۲۰۰
دیکھ کر در پردہ گرم دامنِ انسانی مجھے
بن گیا تیغِ نگاہِ یار کا رنگِ خاں
کیوں نہ ہو بے اتھالی؟ اُس کی خاطر جمع ہو
میرے غمِ خائے کی قیمت جب رقم ہونے لگی
بدگماں بیوتا ہو وہ کا فرِ تنو کا شے
وائے واں بھی شورِ محشر نے نہ دم لینے دیا

وعدہ آنے کا وفا کیجئے۔ یہ کیا انداز ہو ہاں نشاط آمدِ فضل بہاری، واہ! واہ!	تم نے کیوں سوچی ہو میرے گھر کی دہائی مجھے پھر ہوا تو نازہ سوداے غزلخواہی مجھے
	دی مرے بھائی کو حق نے از سرفرو زندگی بیزا بوسہ ہو غالب پوسہِ ثنائی مجھے
یا دہوشا دی میں بھی ہنگامہ یارب مجھے ہو کشادہ خاطر و ابستہ۔ در رہن سخی یارب! اس آشفتگی کی داد کس سے چاہیے طبع ہو مستحق لذت ہائے حسرت کیا کروں	۲۰۱ سب سے زائد ہوا ہو خندہ زیر لب مجھے تھا طلم تھل ا بجد۔ خانہ کتب مجھے رنک، سائش پہ ہو زندانیوں کی اب مجھے آرزو سے ہو شکست آرزو مطلب مجھے
	دل لگا کر آپ بھی غالب مجھی سے ہو گئے عشق سے آتے تھے مانع میرا صاحب مجھے
حضورِ شاہ میں اہلِ سخن کی از مائش ہو ^(۲۰۲) ہم میں خوش نوا یاں چین کی از مائش ہو قد و گیسو ہیں۔ قیس و کوہ کن کی از مائش ہو جہاں ہم ہیں وہاں دار و رسن کی از مائش ہو کریں گے کوہ کن کے وصلہ کا امتحان آخر ہو زائستہ کے نیروئے تن کی از مائش ہو	

نیم مصر کو کیا پیر کفوں کی ہوا خواہی؟
 اُسے یوسٹ کی بوئے پیرین کی آزمائش ہو
 وہ آیا بزم میں، دیکھو! نہ کیو پھر کہ غافل تھے
 ٹکیب و صبر اہل انجن کی آزمائش ہو
 رہی دل ہی میں تیرا اچھا جگر کے پار ہو۔ بہتر
 غرض شست بست ناوک فکن کی آزمائش ہو
 نہیں کچھ شجر زمار کے پھندے میں گیرائی
 وفاداری میں شیخ و برہمن کی آزمائش ہو
 ہزارہ۔ اسے دل وابستہ بے تابی سے کہا حاصل
 مگر پھر تاب زلف پر شکن کی آزمائش ہو
 لگ دپڑی میں جب اترے زہر غم تب دیکھیے کیا ہو؟
 ابھی تو تلخی کام و دہن کی آزمائش ہو

وہ آئیں گے مرے مگر وعدہ کیسا؟ دیکھنا غالب
 نئے فتنوں میں اب چرخ کمن کی آزمائش ہو

(۲۰۳)
 کبھی نیکی بھی اس کے جی میں گرا جائے ہو مجھ سے
 جہاں کیں کر کے اپنی یاد۔ شرما جائے ہو مجھ سے
 خدا یا جند بے دل کی مگر تاثیر اٹھی ہو
 کہ جتنا کھینچتا ہوں اور کھینچتا جائے ہو مجھ سے

وہ بدحوہ اور میری داستانِ عشق طولانی
 عبارت مختصر قاصد بھی گھر جائے مجھ سے
 اُدھر وہ بدگمانی ہو۔ ادھر یہ ناتوانی ہو
 نہ پوچھا جائے، اُس سے نہ بولا جائے، مجھ سے
 سنبھلنے دے مجھے اے ناامیدی! کیا قیامت ہے؟
 کہ دامنِ خیالِ یار چھوٹا جائے، مجھ سے
 تکلفِ برطرفِ نفاذِ رگی میں بھی سی۔ لیکن
 وہ دیکھا جائے۔ کب یہ ظلم دیکھا جائے مجھ سے؟
 ہوئے ہیں پانوں ہی پہلے۔ نبرِ عشق میں زنجی
 نہ بھاگا جائے، مجھ سے۔ نہ ٹھہرا جائے، مجھ سے

قیامت ہے کہ وہ دے مدعی کا ہم سفر غالب
 وہ کا فرا جو حد کو بھی نہ سونپا جائے، مجھ سے

زبس کہ مشقِ تماشا۔ جنوںِ حلاوت ہے
 نہ جانوں کہبوں کہ مٹے داغِ طینِ بدعہدی
 پہ بیجِ دناپ ہوں، اسلکِ عافیتِ مت توڑ
 وفا مقابلِ دو عوائے عشق بے بنیاد
 گمشاد و نیستِ قرہ۔ سیلیِ ندامت ہے
 تجھے کہ آئینہ بھی و رطہِ ملامت ہے
 نگاہِ عجزِ سرِ رشیدِ سلا مت ہے
 جنوںِ ساختہ و فضلِ گلِ قیامت ہے

لاغر اتنا ہوں کہ گر تو نرم ہیں۔ جا۔ دے مجھے
 کیا تعجب ہے؟ کہ اُس کو دیکھ کر آجائے رسم
 میرا زمرہ۔ دیکھ کہ گر کوئی تولا دے مجھے
 واں تلک۔ کوئی کسی جیلے سے پہنچا دے مجھے

<p>کھول کر پرودہ ذرا آٹکیں ہی دکھلا دے مجھے زلعہ گریں جاؤں۔ تو شانے میں لٹھا دے مجھے</p>	<p>منہ نہ دکھلا دے نہ دکھلا پر بہ اندازِ عتاب یاں ملک میری گرفتاری سے وہ خوش ہو کریں</p>
<p>۲۰۶ ہوتا ہو۔ شب و روز تماشا مرے آگے اک بات ہو اعجازِ میما۔ مرے آگے جز وہم نہیں ہستی اشیاء مرے آگے گھستا ہو چیں۔ خاک پہ دریا مرے آگے تو دیکھ۔ کہ کیا رنگ ہو پیرا مرے آگے بیٹھا ہو بُتِ آئینہ سیا مرے آگے رکھ دے کوئی پیانا نہ وصبا مرے آگے کیوں کر کوں۔ "لو نام نہ اُن کا مرے آگے" کعبہ مرے پیچھے ہو۔ کلیسا مرے آگے بجوں کو بُرا کہتی ہو۔ یللا مرے آگے آئی شب ہجران کی تمنا مرے آگے آتا ہو ابھی دیکھیے کیا کیا مرے آگے رہنے دوا بھی ساغر و مینا مرے آگے</p>	<p>باز کچھ اطفال ہو دنیا۔ مرے آگے اک کھیل ہو اونگہ سیلماں مرے نزدیک جز نام نہیں صورتِ عالم۔ مجھے منظور ہوتا ہو ناں گرد میں صحرا۔ مرے ہوتے ست پوچھ کہ کیا حال ہو میرا ترے پیچھے عج کہتے ہو خود بین و خود آرا ہوں۔ نیکوئی نہیں پھر دیکھیے اندازِ گل افشائی گفتار کفرت کا گماں گزرے ہو میں شکستے گزرا ایاں مجھے روکے ہو جو کھینچے ہو مجھے کفر عاشق ہوں پر مستحقِ فریبی ہو مرا کام خوش ہوتے ہیں پر وصل میں یوں نہیں جاتے ہو ہمزاد اک قلمِ خوں۔ کاش یہی ہو گو ہاتھ میں جنبش نہیں آنکھوں میں تو دم ہو</p>
<p>ہم پیشہ وہم مشرب وہم راز ہو مبرا قالب کو برا کیوں کہو۔ اچھا۔ مرے آگے</p>	
<p>۲۰۷ تمہیں کہو کہ جو تم یوں کہو تو کیا کہتے ؟</p>	<p>کہتے "مدا کہتے"</p>

مجھے تو خودی کہ جو کچھ کہو ”بجا“ کہیے
 نگاہِ ناز کو پھر کیوں نہ آشنا کہیے
 وہ زخمِ تیغ ہی جس کو کہ دل کشا کہیے
 جو اس سزا کہے اس کو نہ نا سزا کہیے
 کہیں مصیبتِ نا سازی دوا کہیے
 کبھی حکایتِ صبر گریز پا کہیے
 کئے زبان تو خنجر گو مر جا کہیے
 روانیِ روش و مستی ادا کہیے
 طراوتِ چمن و خوبی ہوا کہیے

نہ تو وطن سے پھر تم کہ ہم ستمگر ہیں
 وہ نیشتر سہی۔ پر دل میں جب اتر جائے
 نہیں ذریعہٴ راحت۔ جراحِ است پیکار
 جو مدعی بنے اس کے نہ مدعی بنیے
 کہیں حقیقتِ جاں کا ہی مرغن لکھیے
 کبھی شکایتِ یخ گراں لیش کیجیے
 رہے نہ جان تو قاتل کو غول ہا دیجیے
 نہیں نگار کو الفت نہ ہونگا ر تو ہی
 نہیں بہار کو فرصت نہ ہو بہار تو ہو

سفینہ جب کہ کنا رے پہ آگیا غالب!
 خدا سے کیا ستم و چرنا خدا کہیے

روئے سے اور عشق میں بیباک ہو گئے^{۳۰۸}
 دھوئے گئے ہم اتنے کہ بس پاک ہو گئے
 صرف بہائے می ہوئے آلاتِ مکتبی
 تھے یہ ہی دو حساب بیروں پاک ہو گئے
 رسوائے دہر گو ہوئے آوارگی سے تم
 بارے طبیعتوں کے تو چالاک ہو گئے
 کہتا ہو کون نالہ بلبس کو بے اثر؟
 پردے میں گل کے لاکھ جگر چاک ہو گئے

پوچھے ہو کیا وجود و عدم۔ اہل شوق کا؟
 آپ اپنی آگ کے خس و خاشاک ہو گئے
 کرنے گئے تھے اس سے تغافل کا ہم گلہ
 کی ایک ہی نگاہ کہ ہم خاک ہو گئے
 اس رنگ سے اٹھائی کل اس اسد کی نیش
 دشمن بھی جس کو دیکھ کے غمناک ہو گئے

نشہ ہاشا داپ رنگ۔ دسازہ مست طرب
 شیشہ می۔ سر و سبز جیسے بارِ نعمت ہو
 ہم نشیں مست کہہ۔ کہ ”برہم کر نہ نرم عیش دوست“
 وال تو میرے نالے کو بھی اعتبارِ نعمت ہو

<p>دعویٰ جمعیتِ احباب جائے خندہ ہو یک جاں زانو۔ تال۔ در قہائے خندہ ہو ورنہ۔ دمان و دل افشردن بیگانہ ہو دل جھپٹا کر یہ کولب آشنائے خندہ ہو آئینہ زانوئے فکر اختراع جلوہ ہو چشم و اگر ویدہ۔ آغوش و دل جلوہ ہو</p>	<p>عرضِ نازِ شوخی و دندال۔ برائے خندہ ہو ہو عدم میں غچہ محو عرسِ اسبابِ گل کلفتِ امردگی کو۔ عیشِ بے تابِ حرام سوزِ باطن کے ہیں احبابِ نگر۔ ورنہ یاں حسنِ بے پردہ خریدارِ متاعِ جلوہ ہو تاکھا۔ اے آگئی! رنگِ تماشا با نختن؟</p>
--	---

جب تک دہانِ زخم نہ پیدا کرے کوئی
 شکل۔ کہ تجھ سے راہِ سخن۔ واکرے کوئی

عالم - غبارِ وحشتِ جنوں ہو سر پہ سر
 کب تک خیالِ طرہ لیملا کرے کوئی
 افسردگی نہیں - طربِ انشاءے التفات
 ہاں دروہن کے - دل میں مگر جا کرے کوئی
 رونے سے اے ندیمِ الامت نہ کر مجھے
 آخر - کبھی تو عقدہ ذل واکرے کوئی
 چاکِ جگر سے - جب رہ پرش نہ وا ہوئی
 کیا فائدہ ؟ کہ حبیب کو رسوا کرے کوئی
 لختِ جگر سے ہو رگِ ہر خار - شاخِ گل
 تاجند ! باغبانی صحرا کرے کوئی
 ماکامی گاہ ہو برقی نظارہ سوز
 تو وہ نہیں کہ تجھ کو تماشا کرے کوئی
 ہرنگِ دشت ہو صدفِ گوشتِ گوسفست
 نقصاں نہیں جنوں سے جو سودا کرے کوئی
 سربر ہوئی نہ وعدہ صبرِ آرماسے عمر
 فرصت کہاں ؟ کہ تیری تمنا کرے کوئی
 ہو وحشتِ طبیعتِ ایجاد - یا سن خمیز
 یہ درد وہ نہیں کہ نہ پیدا کرے کوئی
 بیکار رہی جنوں کو ہو سر پٹینے کا شغل
 جب ہاتھ ٹوٹ جائیں - تو پھر کیا کرے کوئی

میں فروغ شمع سخن۔ دور ہو اس
پہلے دلِ غماختہ پیدا کرے کوئی

میرے دکھ کی دوا کرے کوئی
ایسے قاتل کا کیا کرے کوئی
دل میں ایسے کے جا کرے کوئی
وہ کہیں۔ اور سنا کرے کوئی
کچھ نہ سمجھے خدا کرے۔ کوئی
نہ کہو۔ مگر بُرا کرے کوئی
نجش دو۔ مگر خطا کرے کوئی
کس کی حاجت روا کرے کوئی؟
اب کسے رہنا کرے کوئی؟

ابنِ مریم ہو کرے کوئی
شرع و آئین پر مدار سہی
چال جیسے کڑی کمان کا تیر
بات پر واں زبان کٹتی ہو
بک رہا ہوں جنوں میں کیا کیا کچھ
نہ سُنو۔ مگر بُرا کہے کوئی
روک لو۔ مگر غلط چلے کوئی
کون ہو جو نہیں ہو حاجت مند؟
کیا کیا خضر نے سکندر سے؟

جب توقع ہی اٹھ گئی غالب
کیوں کسی کا گلہ کرے کوئی؟

بہت سہی غم گیتی۔ شراب کم کیا ہو؟
غلامِ ساقی کو تر ہوں۔ مجھ کو غم کیسا ہو
تمہاری طرزِ روش جانتے ہیں ہم کیا ہو؟
رقیب پر ہو اگر لطف۔ تو ستم کیا ہو؟

کئے تو شب کیس کا طے تو سانپ کھلا دے
 کوئی بتاؤ کہ وہ زلفِ خم پر خسم کیا ہو؟
 کھاکرے کوئی احکام طالع مولود
 کسے خبر ہو کہ وہاں جنبشِ قلم کیا ہو
 نہ حشر و نشر کا قائل نہ کیش و ملت کا
 خدا کے واسطے ایسے کی پھر قسم کیا ہو
 وہ داد و دیدِ گراں مایہ شرط ہو ہدم
 وگر نہ مہرِ سلیمان و جامِ جسم کیا ہو

سخن میں خاتمہ غالب کی آتش افشانی
 یقین ہو ہم کو بھی لیکن اب اس میں کیا ہو؟

سایہ شاخِ گل - اخی نظر آتا ہو مجھے
 ہوں میں وہ سبز مکہ نہر آبِ گانا ہو مجھے
 آئینہ خانے میں کوئی ایسے جاتا ہو مجھے
 آسمان پیضہ قمری نظر آتا ہو مجھے
 دیکھوں اب سر گئے پر کون اٹھاتا ہو مجھے

بلغ - پا کر خفتانی - یہ ڈراتا ہو مجھے
 جو ہر تیغ بہ سرچشمہ و گیر معلوم
 مدعا - محو تماشا ئے شکستِ دل ہو
 مالہ - سرمایہ یک عالم - و عالم کفِ خاک
 زندگی میں تو وہ محل سے اٹھادیتے تھے

اترا سے کیوں نہ خاک سرِ رہ گزرا کی
 لوگوں میں کیوں نمود نہ بولالہ نزار کی
 کیوں کر نہ کھایے - کہ ہو اسے ہمار کی

روندی ہوئی ہو کو کبہ شہرِ یاد کی
 جب اس کے دیکھنے کے لیے آئیں بادشاہ
 بھوکے نہیں ہیں سیرِ گلستاں کے ہم دے

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نہکلے
 بہت نہکلے مرے ارمان لیکن پھر بھی کم نہکلے
 ڈرے کیوں میرا قاتل؟ کیا ہے گاؤں کی گروں پر
 وہ نول جو چشم تر سے عمر بھریوں دم بدم نہکلے
 کھانا خلد سے آدم کا سنتے آئے ہیں۔ لیکن
 بہت بے آبرو ہو کر ترے کوچے سے ہم نہکلے
 بھرم کھل جائے ظالم تیرے قامت کی درازی کا
 اگر اس طرہ پر پہنچ حشم کا تیج و حشم نہکلے
 مگر کھو اے کوئی اس کو خط۔ تو ہم سے کھو اے۔
 ہوئی صبح۔ اور گھر سے کان پر رکھ کر ظلم نہکلے
 ہوئی اس دور میں منسوب مجھ سے بادہ آشامی
 پھر آیا وہ زمانہ۔ جو جہاں میں جامِ جم نہکلے
 ہوئی جن سے نوحہ نیگی کی داد پانے کی
 وہ ہم سے بھی زیادہ خستہ تیغ ستم نہکلے
 محبت میں نہیں ہو فرق جینے اور مرنے کا
 اسی کو دیکھ کر جیتے ہیں جس کا فریہ دم نہکلے
 ذرا کر زور سینے پر کہ تیر پڑ ستم نہکلے
 جو وہ نہکلے تو دل نہکلے دل نہکلے تو دم نہکلے
 خدا کے واسطے پر وہ نہ کہیے اٹھا ظالم
 کہیں ایسا نہو۔ یاں بھی وہی کا فر صم نہکلے

	کماں و خانہ کا دروازہ غالب اور کہاں واعظ پر اتنا جانتے ہیں کل وہ جاتا تھا کہ۔ ہم نکلے	
بے تکلف لے شراب چستہ کیا ہو جائیے از سر نو زندگی ہو۔ گر رہا ہو جائیے	۲۱۹	کوہ کے ہوں بارِ خاطر گر صدا ہو جائیے بغیر آستانِ گلِ بالِ دہریہ کی قفس
موجِ شراب۔ یک طرفہ خواب ناک ہو جیبِ خیال بھی ترے ہاتھوں سے چاک ہو	۲۱۸	مستی بزدِ وقِ غفلتِ ساقی۔ ہلاک ہو جز زخمِ تیغِ ناز۔ نہیں دل میں آرزو
	جوشِ جنوں سے کچھ نظر آتا نہیں اس صحرا ہمارے آنکھ میں یک شتِ خاک ہو	~ ~ ~
لبِ میلنی کی حبش۔ کرتی ہو گوارہ جنبانی قیامت کشتہ لعلِ تباں کا خواب سنگیں ہو		
نقشِ پاؤں کان میں رکھتا ہو اگلی۔ جادہ سے شیشے میں نہیں پری پنہاں ہو موجِ بادہ سے	۲۲۰	آمدِ سیلاب طوفانِ صدائے آب ہو بزمِ خم۔ وحشت کدہ ہو کس کی چشمِ مست کا
مطلب نہیں کچھ اس سے کہ مطلب ہی ہوتا ہے	۲۲۱	ہوں میں بھی تماشا کی نیزنگِ متنا
مری قسمت میں یوں تصویر ہو شبِ ہما بچراں کی	۲۲۲	سیا ہی جیسے گرجائے دمِ تحریر کا غد پر

ہجوم نالہ۔ حیرت عاجزِ عرضِ یک افناں ۲۳
 غموشی۔ ریشہ صدِ نیشاں سے حس بہ ونداں ۲۴
 تکلف برطرف۔ جو جاں ستاں تر۔ لطف بدنویاں
 نگاہ بے حجابِ ناز۔ تیغ تیزِ عریاں ۲۵
 ہوئی یہ کثرتِ غم سے تلف کیفیتِ شادی
 کہ صبحِ عید۔ محجہ کو بدتر از چاکِ گریباں ۲۶
 دل و دیں نقدِ لاساقتی سے گرسودا کیا چاہے
 کہ اس بازار میں ساغرِ متاعِ دست گرداں ۲۷
 غم۔ آغوشِ بلا میں پھر ورش دیتا ہو عاشق کو
 چراغِ روشن اپنا۔ قلمِ صرصر کام جاں ۲۸

<p>۲۳ نگاہ دل سے تری سرا سا نکلتی ہو صبا۔ جو غنچے کے پردے میں جا نکلتی ہو کہ زخمِ روزِ ندر سے ہوا نکلتی ہو</p>	<p>۲۴ غموشیوں میں تماشا ادا نکلتی ہو فشا رنگیِ خلوت سے بنتی ہو شبنم نہ پوچھ سنیہ عاشق سے آبِ تیغِ نگاہ</p>
<p>۲۵ نافہ دماغ آہوئے دشتِ انتشار ہو آئینہ فرشِ شش جہت امتقار ہو گردِ ام یہ ہو۔ وسعتِ صحرا شکار ہو نظارہ کا مقدمہ پھر رو بکار ہو اسے عندلیب! وفتادِ راع بہار ہو وہ آئے یا نہ آئے پہ پاں انتظار ہو</p>	<p>۲۶ جس جانِ نسیم شانہ کیش زلفِ یار ہو کس کا سراغ جلوہ ہو حیرت کو؟ اے خدا ہو ذرہ ذرہ تنگی جاسے چنارِ شوق دل مدعی و دیدہ بنا مدعا علیہ چھڑکے ہو شبنم۔ آئینہ برگِ گل پر آب تیغِ آہڑی ہو وعدہ دل و ار کی مجھے</p>

ہر ذرے کے نقاب میں دل بیقرار ہو
طوفانِ آمد آمدِ فضل بہا رہو
اسے بے دماغ آئینہ تمثال دار ہو

بے پردہ۔ سوئے وادی مجنوں گزرنہ کر
اسے عندلیب۔ یکے فیض بہر آشیاں
دل مت گنوا۔ خبر نہ سہی۔ سیر ہی سہی

غفلت کفیلِ عمر و اسرارِ صانعِ نشاط
اسے مرگِ ناگماں تجھے کیا انتظار ہو

ایسا کہاں سے لاؤں کہ تجھ سا کہیں جسے
گلِ دستہ نگاہ۔ سویدا کہیں جسے
افسوں انتظارِ تنہا کہیں جسے
وہ ایک مشیتِ خاک۔ کہ صحرایا کہیں جسے
شوقِ عنان گیسختہ دریا کہیں جسے
صبح بہارِ پندہ میسنا کہیں جسے

آئینہ کیوں نہ دوں؟ کہ تماشا کہیں جسے
حسرت لے لارکھا۔ تری نرم خیال میں
چونکا ہو کس نے گوشِ محبت میں لے خدا
سر پہ بچویم دردِ غریبی سے ڈلیے
ہو چشمِ تریں حسرت دیدار سے نہاں
دور کار ہو۔ سنگتِ گل ہائے عیش کو

غالبِ جزا نہ مان جو واعظِ بُرا کہے
ایسا بھی کوئی ہو کہ سب اچھا کہیں جسے

دماغِ دل بے درجنِ گراہِ حیا ہو
آئینہ بہ دستِ بختِ بدستِ خدا ہو
جی کس قدر افسردگیِ دل پہ چلا ہو
آئینہ بہ اندازِ گل۔ آغوشِ کشا ہو

شبنم۔ بہ گلِ لالہ۔ نہ خالی زادِ ادا ہو
دل۔ بخون شدہ کشمکشِ حسرتِ دیدار
شعلے سے نہ ہوتی ہو جس شعلہ نے جو کی
تمثال میں تیری ہو وہ شوخی کہ لبِ ذوق

اے نالہ نشانِ جگر سوختہ کیا ہو
مشقِ تی دیے حوصلگی۔ طرفہ بلا ہو
دستِ تر شگِ آمدہ پیمان وفا ہو
تیغِ ستم۔ آئینہ تصویرِ منا ہو
سائے کی طرح اہم پر عجب وقت پڑا ہو
یارب! اگر ان کردہ گناہوں کی سزا ہو

قمر کی کفِ خاکسترو بلبَلِ قفسِ رنگ
نولنے تری! مسرودہ کیا دشتِ دل کو
مجبوری و دعوائے گرفتاری الفت
معلوم ہوا حالِ شہیدِ ان گزشتہ
اے پرتوِ خورشیدِ جہاں تاباں اوجھری
ناکرد گناہوں کی بھی حسرت کی لمے داد

بے گانگی خلق سے بے دل نہو غالب
کوئی نہیں تیرا تو مری جان خدا ہو

قیمت کھلی تیرے قد و رخ سے ظہور کی
پڑتی ہو آنکھ تیرے شہیدوں پر۔ عور کی
کیا بات ہو تمہاری شرابِ بطور کی
گو یا بھی سنی نہیں آوازِ صو ر کی
مڑتی سی اک خبر ہو نہ بانی طہور کی
کب سے ان بتوں کو بھی نسبت ہو دوسر کی
آؤ نہ ہم بھی سیر کریں کوہِ طور کی
کی جس سے بات اُس نے شکایتِ ضرور کی

منظور تھی یہ شکل۔ تجلی کو نور کی
اک نول چکان کن ہیں کروں بناؤ ہیں
واعظنہ تم ہیونہ کسی کو پلا سکو
لڑتا ہو مجھ سے حشر میں قاتل کہ کیوں ٹھا
آمد ہمار کی ہو جو بلبَل ہو نفسِ سیخ
گو خواں نہیں۔ پوراں کے نکالے ہو تو ہیں
کیا فرض ہو؟ کہ سب کو ملے ایک سا جواب
گرمی سہی کلام میں لیکن نہ اس قدر

غالب! اگر سفر میں مجھے ساتھ لے لیں
رج کا ثواب۔ نذر کروں گا حنور کی

۲۱۹ غم کھانے میں بودا دلِ ناکام بہت ہو
 کہتے ہوئے ساقی سے حیا آتی ہو ورنہ
 فی تیر کماں میں ہو نہ صیا و کمیں میں
 کیا زہد کو ناؤں۔ کہ نہو گر چہ ریائی
 ہیں اہلِ خرد۔ کس روشِ خاص پہ نازاں
 زمزم ہکا چھوڑو۔ مجھے کیا طوفِ حرم سے
 ہو فکر کہ اب بھی نہ بنے بات۔ کہ ان کو
 خوں ہو کے جل کر آکھ سے ٹپکا نہیں اے مرگ!

یہ سچ کہ کم ہو ہو گلفام۔ بہت ہو
 ہو یوں کہ مجھے درد نہ جام۔ بہت ہو
 گوشے میں تفس کے مجھے آرام۔ بہت ہو
 پاداشِ عمل کی طبعِ خام۔ بہت ہو
 پابستگی رسم و رو عام۔ بہت ہو
 آلودہ بہ نوحہ۔ جامہٴ احرام۔ بہت ہو
 انکار نہیں اور مجھے ابرام۔ بہت ہو
 رہنے دے مجھے یاں کلا بھی کام۔ بہت ہو

ہو گا کوئی ایسا بھی کہ غالب کو نہ جانے
 شاعر تو وہ اچھا ہو۔ پس بدنام بہت ہو

۲۲۰

دست ہوئی ہو بار کو مہاں کیے ہوئے
 جوشِ قدح سے بزمِ چراغاں کیے ہوئے
 کرتا ہوں حبیبِ چہرِ جگرِ لحت لحت کو
 عرصہ ہوا ہو دعوتِ شرکاں کیے ہوئے
 پھر وضعِ احتیاط سے رکنے لگا ہو دم
 برسوں ہوئے ہیں چاکِ گریباں کیے ہوئے
 پھر گرمِ نالہ ہائے شرر بار ہو نفس
 دست ہوئی ہو سیرِ چراغاں کیے ہوئے

پھر پششِ جراحتِ دل کو چلا ہو عشق
 سامانِ صد ہزار نکداں کیے ہوئے
 پھر بھر رہا ہو خامہٴ شرکاں۔ بنو دل
 سازِ چمن طرازیِ داماں کیے ہوئے
 باہم دگر ہوئے ہیں دل و دیدہ پھر رقیب
 لغارِ خیال کا ساماں کیے ہوئے
 دل پھر طوافِ کوئےِ ملامت کو جائے ہو
 پندار کا صنم کدہ ویراں کیے ہوئے
 پھر شوق کر رہا ہو خسریٰ کی طلب
 عرصِ متاعِ عقل و دل و جاں کیے ہوئے
 دوڑے ہو پھر ہر ایک گلِ دلالت پر خیال
 صد گلستاں نگاہ کا ساماں کیے ہوئے
 پھر جا رہا ہوں۔ نامہٴ دلدار کھو لٹا
 جاں۔ نذرِ دل فریبیِ عنواں کیے ہوئے
 مانگے ہو پھر کسی کو لبِ بام پر ہو س
 زلفِ سیادِ رخ پر ہریشاں کیے ہوئے
 چاہے ہو پھر کسی کو مقابل میں آرزو
 سرے سے تیز دشنہٴ مژگاں کیے ہوئے
 اک نو بہارِ ناز کو تاکے ہو پھر نگاہ
 چہرہٴ فروغِ محی سے گلستاں کیے ہوئے

پھر جی میں ہو کہ در پہ کسی کے پڑے رہیں
 سرزیر بارِ منتِ درباں کیے ہوئے
 جی ڈھونڈتا ہو پھر وہی فرصت کہ رات دن
 بیٹھے رہیں تصویرِ جانِاں کیے ہوئے

غالب ہیں نہ چھپے کہ پھر عیشِ اشک سے
 بیٹھے ہیں ہم - تہیہ طوفاں کیے ہوئے

نوبدرِ امن ہو بے داد و دوست - جاں کے لیے
 رہی نہ طرزِ ستم کوئی آسماں کے لیے
 بلا سے گر مژدہ یار - تشنہ نون ہو
 رکھوں کچھ اپنی بھی مژگانِ عولِ فشاں کے لیے
 وہ زندہ ہم ہیں کہ ہیں روشناسِ خلق - انے حضور!
 نہ تھکے چور بنے عمرِ جاوداں کے لیے
 رہا بلا میں بھی میں مبتلائے آفتِ زلزلہ
 بلائے جاں ہو - ادائیرِ اک جہاں کے لیے
 فلک! نہ دور رکھ اُس سے مجھے - کہیں ہی نہیں
 دراز دستیِ قاتل کے امتحاں کے لیے
 مثال یہ مری کوشش کی ہو کہ مرغِ اسیر
 کرے قفس میں فراہم - خس آشیاں کے لیے

گدا سمجھ کے وہ چپ تھا مری جو شامت آئے
 اٹھا اور اٹھ کے قدم میں نے پاسباں کے لیے
 یہ قدر شوق نہیں نظر نگنائے غزل
 کچھ اور چاہیئے وسعت مرے بیاں کے لیے
 دیا ہو خلق کو بھی تائے نظر نہ لگے۔
 بنا ہو عیش بخل حسین خاں کے لیے
 زباں پر بار خدا یہ کس کا نام آیا۔
 کہ میرے نطق نے بوسے ری زباں کے لیے
 نصیرِ دولت و دیں۔ اور معینِ ملت و ملک
 بنا ہو چرخِ بریں جس کے آستان کے لیے

بنیں گے اور ستارے۔ اب کہاں کے لیے
 سفینہ چاہیئے اس بحرِ بیکراں کے لیے

زمانہ عہدیں اُس کے ہو محو آرائش
 ورقِ تمام ہو اور وحِ باقی ہو

ادائے خاص سے غالب ہوا ہو نکتہ سر
 صلہ عام ہو یارانِ نکتہ داں کے لیے

(غزلیات تمام ہیں)

قصائد

قصیدہ اول

منقبت میں

سازیک دوزہ نہیں فیضِ جن سے بیکار
 مستی باد صبا سے ہو لعلِ سبزہ
 سحر جو جامِ زمرہ کی طرح داغِ پلنگ
 مستی ابر سے گلچینِ طرب ہو۔ حسرت
 کوہ و صحرا۔ ہمہ سموری شوقِ بلبل
 سوئے ہو فیض ہو۔ صورتِ شرکانِ یتیم
 کاٹ کر پھینکیے ناخن۔ توبہ اندازِ ہلال
 کعبہ ہر خاک پر گردوں شدہ قمری پرواز
 ہو کہہ میں ہو اگر آرزوئے گلِ چینی
 سوچ گل ڈھونڈ نہ خلوت کدہ غنچہ باغ
 کھینچے گر مانی اندیشہ۔ چمن کی تصویر
 لعل سے کی ہو۔ زمرہ مدحتِ شاہ
 وہ شہنشاہ کہ جس کی پد کتبِ سرا
 فلکِ العرش۔ جویم نجم و دوشیز مزدور
 سبزہ نہ چمن و یک خطِ پشتِ لب بام

سایہ لالہ بے دغ سویدائے بہار
 ریزہ شیشہ می جو ہر تیغ کسار
 سازہ ہو۔ ریشہ تاریخِ صفت روئے شہسوار
 کہ اس آغوش میں ممکن ہو۔ دو عالم کا فتنار
 راہِ خواہیدہ ہوئی خندہ گل سے بیدار
 سرفروشتِ دو جہاں ابرہہ بیک سطرِ غبار
 قوتِ نامیہ اس کو بھی نہ چھوڑے بیکار
 دایم ہر کاغذِ آتش زدہ۔ طاووسِ نکار
 بھول جا۔ یک قدیح بادہ بہ طاقِ گلزار
 گم کرے گوشہٴ مخوفانہ میں گر تو دستار
 سبز۔ مثلِ خطِ فوخیز ہو۔ خطِ پرکار
 طوطی سبزہ کسار سے پیدا۔ منتقا
 چشمِ جہرل۔ ہوئی۔ قالبِ حشمتِ دیوار
 رشتہ فیضِ ازل۔ سازِ طنابِ مہمار
 رفعتِ ہمتِ صد عارف و یک اوجِ حصار

وہ رہے مروضہ بال پر سی سے بے زار
چشم نقش قدم - آئینہ - بخت - بیدار
گردن دشت کی - امید کو احرام بہار
عرض غمیا زہ ایجاد ہو ہر منج غبار

واں کے خاشاک سے حال ہو جیسے یک پرکا
خاک صحرائے بخت - جو ہر سیر عرفا
ذره اس گرد کا - خورشید کو آئینہ نماز
آفرینش کو ہو واں سے طلب مستی ناز

مطلع ثانی

دل پروانہ چہاغان - پر بلبل گل زار
ذوق میں جلوے کے تیرے پہ ہوا سے دیدار
سلک اختریں - نہ نو - شرہ گو ہر بار
ہم ریاضت کو ترے حوصلے سے انتظار
جام سے تیرے عیاں - بادہ جوئی اسرار
یک طرف نادش قرگان و دگر سو غم خار
خاک در کی تری جو چشم نہ ہوا آئینہ دار
عرض غمیا زہ سیلاب ہو - طاق دیوار

فیض سے تیرے ہوا سے شمع شبستان بہار
نیکل طاؤس کرے آئینہ خانہ - پرواز
تیری اولاد کے غم سے ہو بروئے گردوں
ہم عبادت کو ترا نقش قدم سہ نماز
طرح میں تیری نہاں - زمرہ نعت نبی
جو ہر دست دعا آئینہ یعنی تائیسر
مردمک سے ہو غم غماۃ اقبال نگاہ
دشمن آل نبی کو بہ طرب غماۃ دھرم

دیدہ تادل اس آئینہ یک پر تو شوق
فیض معنی سے خط ساغر رستم سرشار

قصیدہ دوم

منقبت میں

ہم کہاں ہوتے ؟ اگر حق نہ ہوتا خود میں

دہر جز جلوہ کیا بی معشوق نہیں

بے دلی ہائے تماشہ کہ نہ جرت ہو نہ فوق
 ہرزہ ہو لغتہ ذہب و ہم ہستی و عدم
 نقش محنی - ہمہ خمیا زہ عرض صورت
 لاف دانش غلط و بفع عبادت معلوم
 مثل مضمون و فاباد بہ دست تسلیم
 عشق بے ربلی شیرازہ اجزائے حواس
 کوہ کن گرسنہ مزد و طرب گاہ و رقیب
 کس نے دیکھا - نفس اہل و قاف آتش خبیثہ؟
 صاحب زمزمہ اہل جہاں ہوں - لیکن
 کس قدر ہر دہ سرا ہوں اکہ عیاذاً باللہ
 نقش لعل لکھ - اسے خامہ ہڈیاں تحریر
 منہر فیض خدا - جان و دل غیمت رسل
 ہو وہ سراپا ایجاد جہاں گرم خرام
 جلوہ پرداز ہو نقش قدم اس کا جس کا
 نسبت نام سے اس کی ہو یہ رتبہ کہ رہے
 فیض خلق اس کا ہی شامی ہو کہ ہوتا ہو سدا
 برقی تیغ کا اس کی ہو جہاں میں چہر چا
 کفر سوز اس کا وہ جلوہ ہو کہ جس سے ٹوٹے
 جاں بنیاد دل و جاں فیض رسانا لاشاہ
 جسم اطر کو ترے - دوش پیہر - مہر
 کس سے مکن اتوری بیج بنیر از واجب؟
 آستان پر ہو ترے جوہر آئینہ نگ

یکسی ہائے تماکہ نہ دنیا ہو نہ ویں
 لہو ہو آئینہ فرق جسون و تنکیں
 سخن حق - ہمہ پیمانہ ذوق شمس
 ذر و یک ساغر غفلت ہو چہ دنیا و چہ دیں
 صورت نقش قدم خاک بہ فرق تکلیں
 وصل - زنگار رنج آئینہ حسن یقیں
 بے ستوں - آئینہ خواب گراں شیریں
 کس نے پایا اثر نالہ دل ہائے حزیں؟
 نہ سرد برگ ستائش - نہ دیباغ نفوس
 یک قلم - غایب آداب و قار و تنکیں
 یا علی - عرض کر اسے فطرت و سواس قرب
 قبلہ آل نبی - کتبہ ایجاد یعقین
 ہر کتب خاک ہو وال گردہ تصویر زین
 وہ کتب خاک ہو ناموس و دو عالم کی این
 اہد آ پست فلک غم شدہ ناز زین
 بوئے گل سے نفس باوصبا عطر آگین
 قطع ہو جائے نہ سر رشتہ ایجاد کہیں
 رنگ عاشق کی طرح روئی بہت خانہ چیں
 وصی ختم رسل تو ہو بہ فتوای یقیں
 نام نامی کو ترے - ناصیہ عرش یگین
 شعلہ شمع مگر شمع پہ باندھے آئیں
 رقم ہند کی حضرت جب تریل امیں

خاکبوں کو جو خدائے دیے جان و دل و دین
تیری تسلیم کو ہیں لوح و قلم دست و جبین
کس سے ہو سکتی ہو آرائش فردوس بریں
کہ سوا تیرے کوئی اُس کا حسید یا نہیں
ہو تیرے عرصہ فضل پر ازیں کہ یقیں
کہ اجابت کہے ہر حرف پہ سو بار آئیں
کہ رہیں خونِ جگر سے مری آنکھیں رنگیں
کہ جہاں تک چلے اُس سے قدم اور مجھے نہیں
بگہ جلوہ پرست و فتنِ صدق گزین
وقتِ احباب گل و سنبل فردوس بریں

تیرے در کے لیے اسبابِ نشا را دادہ
تیری مدحت کے لیے ہیں دل و جان کام دلاں
کس سے ہو سکتی ہو مداحِ مدیحِ خدا؟
جنسِ باز اید معاصی اسد الشرا
شوخیِ عرضِ مطالب میں ہو گستاخِ طلب
دے دعا کو مری وہ مرتبہ حُسنِ قبول
غمِ شبیر سے ہو سینہ پیاں تک لبریز
طبع کو الفتِ دلدل میں یہ سرگرمی شوق
دل الفتِ نسب و سینہ توجیدِ فضا
صرف اعدا۔ اثرِ شعلہ دود و دوزخ

قصیدہ سوم

شاہِ ظفر کی مدح میں عید الفطر کے موقع پر لکھا گیا

جس کو تو جھک کے کر رہا ہو سلام
یہی انداز اور یہی اندام
بندہ عاجز ہو گردشِ ایام
آسمان نے بچھا رکھا تھا دام
حبِ ملائے نشاطِ عامِ عوام
لے کے آیا ہو عید کا پیغام

ہاں مہ نوائیں ہم اُس کا نام
دودن آیا ہو تو نظر دمِ صبح
بارے دودن کہاں رہا غائب
اڑ کے جاتا کہاں کہ تاروں کا
مرحبا اے سرورِ خاصِ خواص
عذر میں تین دن نہ آنے کے

صبح ہو جائے اور آسے شام
تیرا آغاز اور ترا انجام
مجھ کو سمجھا ہی کیا کہیں نام
ایک ہی ہی امید گاہ نام
غالب اُس کا مگر نہیں ہی غلام؟
تب کہا ہی بہ طرز استفہام
قرب ہر روزہ برسبیل دوام

اُس کو بھولا نہ چاہیے کتنا
ایک میں کیا کہ سب نے جان لیا
رازِ دل مجھ سے کیوں چھپاتا ہی
جانتا ہوں کہ کج دنیا میں
میں نے مانا کہ تو ہی حلقہ بگوش
جانتا ہوں کہ جانتا ہی تو
مہرتاں کو ہو تو ہو۔ ایچ۔ ماہ

ق

جز بہ تقریب عید ماہ صیام
پھر بنا چاہتا ہی ماہ تمام
مجھ کو کیا بانٹ دیگا تو انعام
اور کے لین دین سے کیا کام
گر تجھے ہی امیدِ رحمت عام
کیا نہ دے گا مجھے مژگناں؟
کر چکی قطع تیری تیری گام
کوئے و مشکوئے دھن و منظرِ بام
اپنی صورت کا اک بلوریں جام
تو سن طبع چاہتا تھا گام

تجھ کو کیا پایہ روشناسی کا
جانتا ہوں کہ اُس کے فیض سے تو
ماہ بن۔ ماہ تاب بن۔ میں کون؟
میرا اپنا جدا سالہ جو
تو مجھے آرزوئے بخشش خاص
جو کہ بخشے گا تجھ کو فخر و غرور
جبکہ چودہ منازلِ فلکی
تیرے ہر نو سے ہوں فروغ پذیر
دیکھنا میرے ہاتھ میں بسیر
پھر غزل کی روشنی پہ چل نکلا

غزل

تجھ کو کس نے کہا کہ ہو بدنام

زہرِ غم کر چکا تھا میرا کام

غم سے جب ہو گئی ہو دیست حرام
کہ نہ سمجھیں وہ لذت دشنام
اب تو باندھا ہو دیریں احرام
چرخ نے لی ہو جس سے گردش دام
دل کے لینے میں جن کو ہو ابرام

مہی پھر کیوں نہ میں پیے جاؤں
بوسہ کیسا؟ یہی غنیمت ہو!
کبھی میں جا بجائیں گے نا توں
اُس قدح کا ہو دور مجھ کو نقد
بوسہ دینے میں اُن کو ہو انکار

چھیڑتا ہوں کہ اُن کو غصہ آے
کیوں رکھوں؟ ورنہ غالب اپنا نام

اس پری چہرہ بیک نیز خرام
ہیں مہ و مہروز ہر دہرام
نام شاہنشہ بلند مقام
منظر ذوالجلال والا کرام
نوبہار حدیثہ اسلام
جس کا ہر قول معنی المام
رزم میں اوستا دستم و سام
ای اتر اعد فرخی فرجام
لوحش اللہ! عارفانہ کلام
جرعہ خواروں تیرے مرشد جام
ایرج و تور و حسد و بہرام
گیو گو دُر ز و بیسن و زہام

کہہ چکا میں تو سب کچھ اب تو کہہ
کون ہو جس کے در پہ ناصیب سا
تو نہیں جانتا تو مجھ سے سن
قبلہ چشم و دل بہادر شاہ
شہسوار طریقتہ انصاف
جس کا ہر فعل صورت اعجاز
بزم میں میزبان قیصر و جسم
ای اتر لطف زندگی افزا
چشم بد دور! خسروانہ شکوہ
جاں نثاروں میں تیرے قیصر روم
وارث ملک جانتے ہیں سمجھے
زور بازو میں مانتے ہیں سمجھے

آفریں آب داری صمصام
تنج کو تیری تنج خصم نیام
برق کو دے رہا ہو کیا الزام
تیرے رخس سبک عنال کا خرام

مرحبا! موٹنگا فی ، تاوک
تیر کو تیرے تیر غیر ہدف
رعد کا کہ رہی ہو کیا دم بند
تیرے فیل گراں جس کی صدا

ق

گر نہ رکھتا ہو دستگاہ تمام
کیوں بنایاں ہو صورت ادغام
صفہ ہائے لیالی و ایام
مجلد سندسج ہوئے احکام
لکھ دیا عاشقوں کو دشمن کام
گنبد تیز گر دنیسی فام
خال کو دانہ اور زلف کو دام
وضع سوز و غم ورم و آرام
ماوتاباں کا اسم شمع شام
ذی بدستور صورت ارقام
اُس رقم کو دیا طراز دوام
ہوا یہ تک رسائی انجام

فی صورت گری میں تیرا گزر
اُس کے مضروب کے سروتن سے
جب ازل میں رقم پذیر ہوئے
اور اُن اوراق میں ہر لکھ قضا
لکھد یا شاہدوں کو عاشق کش
آسمان لکھو کہا گیا کہ کہیں
حکم ماطق لکھا گیا کہ لکھین
آتش و آب و باد و خاک نے لی
مہر رخشاں کا نام خسرو روز
تیری توفیق سلطنت کو بھی
کاتب حکم نے ہو جب حکم
ہوا ازل سے زواتی آقا ز

قصیدہ چہارم

مہر عالم تاب کا منظر کھلا

صبح دم دروازہ خاور کھلا

شب کو تھا گنجینہ گوہر کھلا
صبح کو رازِ مہمہ و اختہ کھلا
دیتے ہیں دھوکا یہ بازی گر کھلا
موتیوں کا ہر طرف زیور کھلا
اک نگار آتشیں مِخِ سر کھلا
بادِ گل رنگ کا سا غر کھلا
رکھ دیا ہو ایک جام زر کھلا
کعبہ امن و اماں کا در کھلا
حسرو آفاق کے منہ پر کھلا
رازِ مہمہ اُس پہ سرتاسر کھلا
منقصد نہ چرخ و ہفت اختر کھلا
عقدہ احکام پینمبر کھلا
اُس کے سر ہنگوں کا دفینہ کھلا
واں کھا ہو چہرہ قیصر کھلا

حسرو و خشم کے آیا صرف میں
وہ بھی تھی اک سیمیا کی سی نمود
ہیں کو اکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ
سرخ گردوں پر پڑا تھا رات کو
صبح آیا جانبِ مشرق - نظر
تھی نظر بند ہی - کیا جب روحو
لاکے ساتی نے صبحی کے لیے
نرم سلطان ہوئی آراستہ
تلخ زریں مہر تاباں سے سوا
شاہ روشن دل بہادشہ - کہ ہو
وہ - کہ جس کی صورتِ نکوین میں
وہ کہ جس کے ناخن تاویل سے
پہلے دارا کا نکل آیا ہو نام
روشناسوں کی جہاں فرست ہو

قطعہ

تھان سے وہ خیریت ضرور کھلا
تو کہے بت خاندانِ آذر کھلا
منصبِ مہر و مہمہ و محور کھلا
میری حد و سح سے باہر کھلا
کس نے کھولا اکب کھلا؟ کیونکر کھلا
مجھ سے گر شاہِ سخن گستر کھلا
لوگ جانیں - طبعِ مہمہ و اختہ کھلا

تو سن شہ میں ہو وہ خوبی کہ جب
نقشِ پاکی صورتیں وہ دلفریب
مجھ پہ فیضِ تربیت سے شاہ کے
لاکھ عقد سے دل میں تھے لیکن ہر ایک
معاذِ وابستہ - قفلِ بے کلید
بارغِ مہمہ کی دکھاؤں گا بہار
ہو جہاں گرم غزلِ خوانی نفس

غزل

کاشکے ہوتا نفس کا در کھلا
یا رکاوٹ وارہ پائیں گر کھلا
دوست کا ہو راز دشمن پر کھلا
زخم لیکن داغ سے بہتہ کھلا
کب کمر سے غم سے کی بخشہ کھلا
رہ روی میں پردہ رہبر کھلا
آگ بھڑکی بینہ اگر دم بھر کھلا
رہ گیا خط - سیری چھاتی پر کھلا

کنج میں بیٹھا رہوں یوں پر کھلا
ہم کہاں اور کھلے یوں کون جائے؟
ہم کو تو اس راز داری پر گھمنٹ
واضحی دل پر بھلا گستاخ داغ
ہاتھ سے رکھ دی کب ابرو نے کمان
سفت کا کس کو بڑا ہو بد رفتہ
سو نہ دل کا کیا کرے باران اشک
نامے کے ساتھ آگیا پینام مرگ

دیکھیو - غالب سے گر اُلجھا کوئی
ہو ولی پوشیدہ - اور کا فر کھلا

پھر وہ نور شید کا دفتر کھلا
بادباں کے اٹھتے ہی لنگر کھلا
عرض سے یاں رتیہ جو ہر کھلا
بادشہ کا رایت لشکر کھلا
اب علو پایہ منبر کھلا
اب عیار آبروئے زر کھلا
اب مال سئی اسکندر کھلا
اب فریب طغرل و سنجر کھلا

پھر ہوا مدحت طرازی کا خیال
خامے نے پائی طبیعت سے مدد
میں سے مدوح کی دیکھی شکوہ
مہر کا نپا - چرخ چکر کھا گیا
بادشہ کا نام لیتا ہو خلیف
سکہ شہ کا ہوا ہو روشناس
شاہ کے آگے دھرا ہو آئینہ
ملک کے وارث کو دیکھا خلق نے

دقیر میج جساں دا اور کھلا
عجز۔ اعجازِ ستائش گر کھلا
تم پہ اے خاقانِ نام آور کھلا
ہو طلسمِ روز و شب کا در کھلا

ہو سکے کیا میج؟ ہاں اک نام ہو
نکر اچھی۔ پرستائشِ نامِ تمام
جاننا ہوں۔ ہو خطِ لوحِ ازل
تم کرو صاحبِ سترا فی۔ جب تک

منوی

آموں کی تعریف میں

کیوں نہ کھولے دیرِ خزینہ راز
شخ گل کا ہو گلستاں ہونا
نکتہ ہائے خس و فز اکھیے
خامہ۔ نخلِ رطبِ فتاں ہو جائے
ثمر و شخ گو سے و چوگاں ہو
آئے یہ گوئے اور یہ میدان
پھوڑتا ہو جے پھولے تاک
باد و ناب بن گیا۔ انکو ر
شرم سے پانی پانی ہونا ہو
آم کے آگے نیشکر کیا ہو
جب خزاں ہو تب آئے اُس کی بہار
جانِ شیریں میں یہ مٹھاس کہاں

ہاں دل دردمند زمرہ ساز
خامے کا صفحہ پر رواں ہونا
مجھ سے کیا پوچھتا ہو ”کینا لکھیے؟“
بارے آموں کا کچھ بیان ہو جائے
آم کا کون مرد میدان ہو؟
ہاک کے جی میں کیوں رہے ارماں
آم کے آگے پیش جائے خاک
نہ چلا جب کسی طرح معتد
یہ بھی مانا چار جی کا کھونا ہو
مجھ سے پوچھو نہیں حسب کیا ہو
نیکل اُس میں نہ شاخ و برگ نہ بار
اور دوڑا یہ مٹھاس کہاں؟

جان میں ہوتی گریہ شیرینی
 جان دینے میں اُس کو کیٹا جان
 نظر آتا ہو یوں مجھے یہ شہ
 آتشِ گل پہ قند کا ہو قوام
 یا یہ ہوگا کہ فرطِ رافت سے !
 انجلیں گے۔ بہ حکمِ ربِّ الناس
 یا لگا کر خضر بنے شاخِ نبات
 تب ہوا ہو مثرِ فشاں یہ محل
 مختارِ بخ زریکِ حسر و پاس
 آم کو دیکھتا اگر اک بار
 رونقِ کارِ گاہِ برگ و نوا
 رہرو راہِ خلد کا توشہ
 صاحبِ شاخِ برگ و بار ہو آم
 خاص وہ آم چہ نہ ارزاں ہو
 وہ کہ ہو دایۃِ ولایتِ عہد
 فز دیں بزمِ شان و جاہِ جلال
 کارِ فرماۓ دین و دولت و بخت
 سایہ اُس کا۔ ہما کا سایہ ہو
 اے مفیعِ وجودِ سایہ و نور
 اس خد او نہ بندہ پرور کو
 شاد۔ دل شاد۔ شاد ماں رکھو

کہہ کن باوجود غمگینی
 بہ۔ وہ یوں سہل دے نہ سکتا جان
 کہ دوا خانہ ازل میں گر
 شیرے کے تار کا ہو ریشہ نام
 باغبانوں نے باغِ جنت سے
 بھر کے بھیجے ہیں۔ سر پہ مہرِ گلاس
 مدتوں تک دیا ہو آبِ حیات
 ہم کہاں ! ورنہ اور کہاں یہ نخل
 دنگ کا زرد۔ پر کہاں ہو باس؟
 پھینک دیتا طلائے دستِ افشار
 نازش دودمانِ آب و ہوا
 طوبی و سدرہ کا جگر گوشہ
 ناز پروردہ ہمارا ہو آم
 فو بر نخلِ باغِ سلطان ہو
 عدل سے اس کے ہو حمایتِ عہد
 نہایتِ طینت و جمالِ کمال
 چہرہ آراۓ تاج و مسند و تخت
 خلق پر وہ خدا کا سایہ ہو
 حبِ تلک ہو ہو دِ سایہ و نور
 دارِ شاخ و تخت و اسرار کو
 اور غالب پہ سرِ بال رکھو

قطعات

اے جہاں دارِ کرم شیوہ بے شبہ و عدیل
 فرق سے تیرے کر کے کسبِ سعادت اکبیل
 تیری رہنما رہ فلمِ جنشِ بالِ حبسِ میل
 تجھ سے دنیا میں کچھا مادہ بدلِ خیل
 بکرم۔ داغ نہ ناصیہ قتلزم و نیل
 تا ترے عہد میں یو رنج و الم کی قلیل
 زہرہ نے ترک کیا و ت سے کرنا بخیل
 تیری بخشش مری انجلی مقاصد کی کفیل
 تیرا اندازِ قنائل مرے مرنے کی دلیل
 پنج کج باز نے چاہا کہ مرے مجھ کو ذلیل
 پہلے ٹھوکی ہوئی ناخن تہہ بیر میں کیل
 کشش و دم نہیں بے ضابطہ و جڑِ ثقیل
 غم گیتی سے مرا سینہ اخر کی زنیل
 گلک میری رقم آموزِ عبارات قلیل
 میرے اجمال سے کرتی ہو تراویں تفصیل
 جمع ہوتی مری خاطر تو نہ کرتا تجسیل
 کعبہ امن و امان اِعقدہ کشائی میں فیصل

(۱)

اے شہنشاہِ فلک منتظرِ بے مثل و نظیر
 پاؤں سے تیرے لیے فرقِ الادب اور نگ
 تیرا اندازِ سخن۔ شانہ زلفِ الماس
 تجھ سے عالم پہ کھلا رابطہ قربِ کلیم
 بہ سخن۔ اوجِ دو مرتبہ معنی و لفظ
 تا ترے وقت میں ہو پیش و طرب کی تو فر
 ما نے چھوڑ دیا تو ر سے حانا با ہر
 تیری دانش میری اصلاحِ مناسد کی بہن
 تیرا اقبال ترحم مرے جھینے کی نوید
 بختِ اسار نے چاہا کہ دوسے مجھ کو اماں
 پیچھے ڈالی ہو سہرِ رشتہ اوقات میں گناٹھ
 پہن دل نہیں بے رابطہ و خوفِ عظیم
 دُرمستی سے مرا صفحہ لعل کی وارطی
 فکر میری گہرا لہ و لاشا را سدا کثیر
 میرے اہام پہ ہوتی ہو تصدق توضیح
 نیک ہوتی مری حالت تو نہ دیتا تکلیف
 قلبہ و کون و محال خستہ تو ازیں یہ دیر

ملہ و اشعارِ میر خرویش جہاں سے تعلق لگتی ہو عوامی نام لیا گیا ہے خالصتہً غلامِ آغا اسلوب کے خیال سے اس نام کو عوامی
 کے ہونے اور کرنا چاہیے۔

گئے وہ دن کہ نادانستہ غیروں کی وفاداری
بس۔ اب بگڑے پکیا شرمندگی جانے دول جاؤ
کیا کرتے تھے تم تقریباً ہم خاموش رہتے تھے
قسم لو ہم سے گریہ بھی کہیں "کیوں ہم نہ کہتے تھے"

کلکتہ کا جو ذکر کیا۔ تو نے ہم نشیں
وہ سبزہ زار ہائے مَطر آکہ جو غضب
صبر آما وہ اُن کی نگاہیں کہ ہفت نظر
وہ میوہ ہائے تازہ دُشیریں۔ کہ واہ واہ
اک تیر میسر سینے میں مارا کہ ہائے ہائے
وہ نازنین بتانِ خود آرا کہ ہائے ہائے
طاقتِ رُبا وہ اُن کا اشار لکھ لے ہائے
وہ بادہ ہائے ناب و گوارا کہ ہائے ہائے

جو صاحب کے کف دست پہ یہ چکنی ڈلی
خامہ انگشت بہ دندان کہ اسے کیا لکھیے
مہر مکتوبِ عزیزانِ گرامی لکھیے
سسی آلودہ سرا انگشتِ حسناں لکھیے
عاقم دستِ سلیمان کے مشابہ لکھیے
اختر سوختہ قیس سے نسبت دیجے
جہر الاسودِ دیوِ اجسام کیجیے فرض
وضع میں اس کو اگر بھیجے قابِ تریاق
صومے میں اسے ٹھہرائیے گر مہر ناز
کیوں اسے قفلِ درگجِ محبت لکھیے؟
کیوں اسے گوہرِ ناب تصور کیجیے
کیوں اسے تلمہ پیرا ہون لکھیے
زیب دیتا ہوا سے جس قدر اچھا کہیے
ناطقہ سر پہ گرہاں۔ کہ اسے کیا لکھیے
حرز بازوئے شکر خانِ خود آرا لکھیے
دارغِ طرفِ جگر عاشقِ شیدا لکھیے
سرِ پستانِ پری زاوے ما لکھیے
خالِ مشکینِ مرغِ دل کش لکھیے
ناز آہوئے بیابانِ خستن کا لکھیے
رنگ میں سبزہ نوخیز میسا لکھیے
محکمے میں اسے خشتِ غم صہا لکھیے
کیوں اسے نقہ پر کار متنا لکھیے؟
کیوں اسے مردِ مکہ دیدہ عطا لکھیے
کیوں اسے نقشِ پے ناقہ سلما لکھیے

اپنے حضرت کے کعبہ دست کو دل کیجئے فرمن	اور اس چکنی پارسی کو سوید ا کہیے
۵ نہ چچہ اس کی حقیقت۔ حضور والا نے نہ کھاتے گیہوں۔ نکلتے نہ خلد سے باہر	مجھے جو بھی ہو بین کی روغنی روٹی جو کھاتے حضرت آدم پیسینی روٹی
(۶) سہرا	
غوش ہو اے بخت کہ ہو آج ترے سر سہرا کیا ہی اس چاند سے کھڑے پہ بھلا لگتا ہو سر پہ چڑھنا تجھے پہنتا ہو پر اے طرف کلاہ ناؤ بھر کر ہی پر دے گئے ہوں گے موتی سات دریا کے فراہم کیے ہوں گے موتی منج پہ دولہا کے جو گرجی سے پسینا ٹپکا پہ بھی اک ہے ادبی مٹی کہ تباہ بڑھ جائے جی میں اترا ہیں نہ موتی کہ ہیں میں اک چیز جب کہ اپنے میں سما دیں نہ خوشی کے مارے منج روشن کی دمک گو بر غلطاں کی چمک تار ریشم کا نہیں۔ ہو یہ رگ ابر ہسار	باندھ شہزادے جواں بخت کے سر پہ سہرا ہو ترے سن دل افروز کا زیور سہرا بجھ کو ڈر ہو کہ نہ چھینے تیرا لمبر سہرا ورنہ کیوں لائے ہیں کشتی میں گنا کر سہرا تب بنا ہو گا اس انداز کا گز بھر سہرا جو رگ ابر گز بار سہرا سر سہرا رہ گیا آن کے دامن کی برابر سہرا چاہیے پھولوں کا بھی ایک مقرر سہرا گو نہ سے پھولوں کا بھلا پھر کوئی کہہ کر سہرا کیوں نہ دکھلائے فروغ مہ و اختر سہرا لئے گا تاپ گراں باری گو ہر سہرا
ہم سخن فہم ہیں غالب کے طرف دار نہیں دیکھیں۔ کہدے کوئی اس سر سے بڑھ کر سہرا	

	۷
<p>اپنا بیان سُنِ طبیعت نہیں مجھے کچھ شاعری دریدہ عزت نہیں مجھے ہرگز کبھی کسی سے عداوت نہیں مجھے مانا کہ جاہ و منصب و ثروت نہیں مجھے یہ تاب یہ مجال یہ طاقت نہیں مجھے سونڈ اور گواہ کی حاجت نہیں مجھے ہزار ہا سادہ خاطر حضرت نہیں مجھے دیکھا کہ چارہ غیر اطاعت نہیں مجھے مقصود اس سے قطع محبت نہیں مجھے سود انہیں جڑ نہیں دشت نہیں مجھے ہو شکر کی جگہ کہ شکایت نہیں مجھے</p>	<p>منظور ہو۔ گزارش احوال واقعی سوشت سے ہو پیشہ آب و سپہ گری آزاد رو ہوں اور مرا مسلک ہو صلح کل کیا کم ہو یہ شرف کہ ظفر کا غلام ہوں استاد شمس سے ہو مجھے پر خاش کا خیال جام جہاں نادر شہنشاہ کا ضمیمہ میں کون؟ اور ریختہ ہاں اس سے مدد سہرا کھا گیا زرہ استمال امر مقطع میں آپڑی ہو سخن گسترانہ بات روئے سخن کسی کی طرف ہو تو روسیہ قیمت بری ہی۔ طبیعت بری نہیں</p>
	<p>صادق ہوں اپنے قول میں غالب خدا گواہ کہتا ہوں سچ کہ جھوٹ کی عادت نہیں مجھے</p>
	۸
<p>تجھ سے جو اتنی ارادت ہو تو کس بات کا ہو رونق بزمِ مہ و مہر تری فاسد سے ہو غیر کیا۔ جو مجھے نفرت میری ادا کیا ہو نسبت اک گونہ مرے دل کو تیرے بات سے ہو</p>	<p>نصرت الملک بہادر! مجھے بتلا کہ مجھے گرچہ تو وہ ہو کہ ہنگامہ اگر گرم کرے اور میں وہ ہوں کہ گرجی میں بھی خور کروں خٹکی کا ہو بھلا میں کہہ سہجے سرد مسک</p>

<p>ہاتھ میں تیرے رہی تو سن دولت کی عنال تو سکند بہو۔ مرا فخر ہو ملنا تیرا</p>	<p>یہ دما شام و سحر قاضی حاجات سے ہو گو شرفِ حضر کی بھی مجھ کو ملاقات سے ہو</p>
<p>اُس پر گزریے نگماں ریو وریا کا زہار غالب خاک نشیں اہلِ خرابات سے ہو</p>	
<p>۹</p>	
<p>ہو چار شنبہ آخر ماہ صفر چلو جو آئے جام بھر کے پیے اور ہو کے مست بٹتے ہیں سوئے روپے کے چھتے حضور میں یوں بھیجے کہ بیچ سے خالی کیے ہوئے</p>	<p>رکھ دیں چمن میں بھر کے مشکبوی کی مانند بنے کو روزِ نہا پھرے پھولوں کو جلیے پھاند ہو جن کے آگے سیم و زر و مہر و ماہ ماند لاکھوں ہی آفتاب ہیں اور بے شمار چاند</p>
<p>غالب یہ کیا بیاں ہو بجز بیج بادشاہ بقاتی نہیں ہو اب مجھے کوئی نوشت و خواند</p>	
<p>۱۰</p>	
<p>اسے شاوہاں گیر۔ جہاں بخش، جہاں داد جو عقدہ دشاوہاں کو صحتش سے نہ داد مکمل ہو کر ہے؟ حضرت سکندر سے ترا ذکر اصف گو سیماں کی وزارت سے شرفِ تھا نقشِ مریدی ترا فرمان الہی</p>	<p>ہو غیب سے ہر دم تجھے صد گوشتِ بشارت تو واکرے اُس عقدے کو سو بھی ہوا اشارت گر لب گوشت دے چشمہ جواں سے ہمارت ہو خیر سلیمان جو کرے تیری وزارت ہو دینِ غلامی ترا۔ تو سچ امارت</p>

<p>تو آگ سے گر سلب کرے طاقت سیلاں ڈھونڈے نہ لے موجہ دریا میں روائی ہو گرچہ مجھے نکتہ سرائی میں تو قل کیوں نہ کروں بیچ کو میں ختم و عاہرہ نور و زہی کج اور وہ دن ہو کہ ہوئے ہیں نواگ سے گردِ غ کرے تابِ شرارت باقی نہ رہے آتش سوزاں میں حرارت ہو گرچہ مجھے سحر طرازی میں ہمارت قاصر ہو شکایت میں تری میری عبارت نظارگی صنعت حق اہل بصارت</p>	<p>تو آگ سے گر سلب کرے طاقت سیلاں ڈھونڈے نہ لے موجہ دریا میں روائی ہو گرچہ مجھے نکتہ سرائی میں تو قل کیوں نہ کروں بیچ کو میں ختم و عاہرہ نور و زہی کج اور وہ دن ہو کہ ہوئے ہیں</p>
<p>تجہ کو شرف مہر جہاں تاب مبارک غالب کو ترے عقبہ عالی کی زیارت</p>	
<p>اُس شخص کو ضرور ہی روزہ رکھا کرے روزہ اگر نہ کھائے تو ناچار کیا کرے</p>	<p>۱۱</p> <p>افطاری صوم کی کچھ اگر دستگا ہ ہو جس پاس روزہ کھول کے کھانے کو کچھ نہ ہو</p>
<p>۱۲</p> <p>اسی جہاں دارِ آفتاب آئنا ر تھائیں اک دردمندِ سببہ نگار ہوئی میری وہ گرمی بازار رودشناں ثوابت و سار ہوں خود اپنی نظر میں اتنا غوار جا مٹا ہوں کہ آئے خاک کو عار بادشہ کا غلام کا رگزہ ار</p>	<p>۱۲</p> <p>ایک شہنشاہِ آسماں اور نگ تھائیں اک بے نوائے گوشہ نشین تم نے مجھ کو جو آبر و بخشی کہ ہوا مجھ سا ذرہ ناچیز گرچہ اذروئے بے ہمدی کہ گرا پئے کو میں کیوں خاک کی شاد ہوں۔ لیکن اپنے جی میں کہ ہوں</p>

خانہ زاد اور مرید اور مداح
 ہارے لو کہ بھی ہو گیا صد شکر
 نہ کہوں آپ سے تو کس سے کہوں
 پیرو مرشد اگرچہ مجھ کو نہیں
 کچھ تو جاڑے میں چاہیئے آخر
 کیوں نہ درکار ہو مجھے پوشش؟
 کچھ خریدنا نہیں ہوا اب کی سال
 رات کو آگ اور دن کو دھوپ
 آگ تاپے کہاں تلک انسان؟
 دھوپ کی تابش آگ کی گرمی
 میری تنخواہ جو مستمر ہو
 رسم ہو مردے کی چھ ماہی ایک
 مجھ کو دیکھو تو ہوں بقیہ حیات
 بس کہ لیتا ہوں ہر مہینے قرض
 میری تنخواہ میں تنہائی کا
 آج مجھ سے نہیں زمانے میں
 رزم کی داستان اگر منیئے
 ہزم کا التزام گر کیجئے؟
 ظلم ہو گر نہ دو سخن کی داد
 آپ کا بندہ اور پھروں نگا
 میری تنخواہ کیجئے ماہ بہ ماہ

تھا ہمیشہ سے یہ عرضہ نگار
 نسبتیں ہو گئیں مشخص چار
 مدعاے ضروری الانظار
 ذوقِ آرائش سر و دستار
 تانہ دے باد ز سریر آزار
 جسم رکھتا ہوں ہو اگرچہ نزار
 کچھ بنایا نہیں جواب کی بار
 بھاڑ میں جا میں ایسے لیل و نہار
 دھوپ کھائے کہاں تلک جاندار
 وقتا رہنا عذاب النار
 اُس کے طے کا ہو عجب ہنجر
 خلق کا ہو اسی چلن پر مدار
 اورچہ ماہی ہو سال میں دوبار
 اور رہتی ہو سود کی تکرار
 ہو گیا ہو شریک سا ہو کار
 شاعر نغز گوئے و خوش گفتار
 ہو زباں میری تیغ جو ہر دار
 ہو قلم میری ابر گو ہر بار
 قہر ہو گر کرد نہ مجھ کو پیار
 آپ کا ذکر اور کھاؤں اُدھار
 تانہ ہو مجھ کو زندگی دشوار

شاعری سے نہیں مجھے سروکار ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار	ختم کرتا ہوں اب دعا پہ کلام تم سلامت رہو ہزار برس،
	۱۲
جہاں میں جو کوئی فسخ و ظفر کا طالب ہو کہ جو شریک ہو میرا شریک غالب ہو	سیہ گلیم ہوں۔ لازم ہو میرا نام نہ لے ہو انہ غلبہ میسر کبھی کسی پہ مجھے
	۱۳
مجھ پہ کیا گزرے گی اتنے روز حاضرین ہوئے نہیں مسل تین تبریں یہ سب کے دن ہوئے	سہل تھا مسل۔ ولے یہ سخت شکل آپڑی تین دن سہل سے پہلے تین دن سہل کے بعد
	۱۴
کہ جس کے دیکھے سے سب کا ہوا ہوئی محفوظ نہ کیوں ہوا دہ سال عیسوی "محموظ" ۱۸۵۴ء	خجستہ انجمن طوئے میرزا جعفر ہوئی ہو ایسے ہی فرخندہ سال میں غالب
	۱۵
ہوا نرم طرب میں۔ رقص ناہید آؤ بولا "انشرح حبش جشید" ۱۲۶۰ھ	ہوئی جب میرزا جعفر کی شادی کہا غالب سے تاریخ اس کی کیا ہو؟

گو ایک بادشاہ کے سب خانہ زاد ہیں ۱۶ دربار دار لوگ ہم آشنا نہیں
کافوں پہ ہاتھ دھرتے ہیں کرتے ہوئے سلام اس سے ہی یہ مراد کہ ہم آشنا نہیں

رباعیات

بعد از اتمام ہرم عید اطفال ۱ ایام جوانی رہے ساغر کش حال
آپہنچے ہیں تا سواد اقلیم عدم اے عمر گزشتہ یک قدم استقبال

۲

شب - زلفِ مٹخ عرقِ فشاں کا غم تھا کیا شرح کروں کہ طرف تر عالم تھا
رویا میں ہزار آنکھ سے صبحِ تلک ہر قطرہ اشک - دیدہ پر غم تھا

۳

آتشِ ازی ہو جیسے شعلِ اطفال ہو سوزِ جگر کا بھی اسی طور کا حال
تھا موجدِ عشق بھی قیامت کوئی لڑکوں کے لیے گیا ہو کیا کیلِ نکال

۴

دل تھا کہ جو جانِ دردِ تہید سی بے تابِیِ رشک و حسرت دیدہ سی
ہم اور فشر دن - اے تجلیِ امنوس! نگرار روا نہیں تو تہیدِ سی

۵	ہو خلق۔ حسد قماش لڑنے کے لیے یعنی ہر بار صورت کا غر باد	وحشت کد کا لاش لڑنے کے لیے ملتے ہیں یہ بد معاش لڑنے کے لیے
۶		
	دل سخت نثر ہو گیا ہو گویا پر بار کے آگے ہل سکتے ہی نہیں	اُس سے گلہ مند ہو گیا ہے گویا غالب مند بند ہو گیا ہے گویا
۷		
	دکھ جی کے پسند ہو گیا ہو گویا واحد کشب کو نیت آتی ہی نہیں	دل رُک کر بند ہو گیا ہو غالب سونا سوگند ہو گیا ہو غالب
۸		
	شکل ہو زبں کلام میرا اے دل! اساں کہنے کی کرتے ہیں فرمائش	سُن سُن کے اُسے سخنوران کا مل! گویم شکل و گرنہ گویم شکل
۹		
	بھجی ہو جو مجھ کو شاہ حجاہ نے دال یہ شاہ پسند دال بے بحث و جدال	ہو لطف و عنایات شہنشاہ پر دال ہو دولت و دین و دانش و داد کی دال
۱۰		
	ہیں شہیں سفات ذوالجلالی با ہم	آثارِ جلالی و جمالی با ہم

ہوں شاد نہ کیوں سافل و عالی با ہم	ہو اب کے شب قدر و دوا لی با ہم
۱۱	
حق شمر کی بقا سے خلق کو شاد کرے	ہا شاہ شیوع دانش و داد کرے
یہ دی جو گئی ہو رشتہ عمر میں گانٹھ	۵ صفر کہ افزائش اعدا کرے
۱۲	
اس رشتہ میں لاکھ تار ہوں بلکہ سوا	اتنے ہی برس شمار ہوں بلکہ سوا
ہر سیکڑہ کو ایک گرہ فرض کریں	ایسی گرہیں ہزار ہوں بلکہ سوا
۱۳	
کہتے ہیں کہ اب وہ مردم آزار نہیں	عشاق کی پیش سے اُسے عاز نہیں
جو باہرہ کہ ظلم سے اٹھایا ہو گا	کیوں کر مانوں کہ اس میں تلوار نہیں
۱۴	
ہم گرچہ بنے سلام کرنے والے	کہتے ہیں کہیں خدا سے اللہ اللہ
کرتے ہیں درنگ کام کرنے والے	وہ آپ ہیں صبح و شام کرنے والے
۱۵	
سامانِ خور و خواب کہاں سے لاؤں	آرام کے اسباب کہاں سے لاؤں
روزہ مرا ایمان ہو - غالب لیکن	خس خانہ و ہر آف کہاں سے لاؤں
۱۶	
ان سیوں کے بچوں کو کوئی کیا جانتے	بھیجے ہیں جو ارمغانِ شیر والا بنے
گن کر دیں گے ہم دعا میں سو بار	فیروزہ کی تبلیغ کے ہیں یہ دانے
	۳

رقعہ کا جواب کیوں نہ بھیجا تم نے	۱۷	ثاقب۔ حرکت یہ کی ہو جیسا تم نے
حاجی کلکو کو دیکھے بے وجہ جواب		ثاقب کا پکا دیا کیلجی تم نے

۱۸	اوروشنی ویدہ شہاب الدین خاں	کٹنا ہو بناؤ کس طرح سے رمضان
	ہوتی ہو تراویح سے فرصت کب تک	سننے ہو تراویح میں کتنا قرآن

وہ اشعار اور قطعات جو دیوان مروجیر میں ہیں

قصیدہ

(۱)	مرحبا سالِ مندرخی آئیں شب دروز افتخار لیل و ہمار گرچہ ہو بعد عید کے نوروز سو اس اکس دن میں ہولی کی شہر میں کو بہ کو عبیر دگل شہر گو یا نو نہ گلزار تین تیو ہار اور ایسے خوب پھر ہوئی ہو اسی مہینے میں محلِ غسلِ صحبتِ فواب بزمِ گہ میں امیر شاہ نشان پیشگاہِ حضور شوکت و جاہ جن کی مسند کا آسمان گوشہ
	عید شوال و ماہِ مندرور دین مہ و سال اشرفِ شہور و سین لیک بیش اذ سہ ہفتہ بد نہیں جا بجا جلسیں ہو یں رنگیں باغ میں سو بہو گل و نسریں باغ گو یا بھگار خانہ چیں جمع ہرگز ہوئے نہ ہوں گے کہیں منعتِ محلِ نشاطِ قریں رونقِ افزائے مسندِ تنگیں رزمِ گہ میں حریتِ شیرمیں خیر خواہ جناب دولت و دین جن کی خاتم کا آفتاب بگیں

جن کی دیوارِ قصر کے نیچے
 دہریں اس طرح کی ہر دم سرور
 انجمنِ چرخ گوہر آگین فرش
 راجہ اندر کا جوا کھاڑا ہو
 وہ نظر گاہِ اہل و ہم و خیال
 واں کہاں یہ عطاؤ بذل و کرم
 یاں زیں پر نظر جہاں تک جائے
 نقشہ مطربانِ زہرہ نوا
 اُس اکھاڑے میں جو کہ ہو مغنون
 سرور ہر مند ہوا جو سوار
 سب نئے جانا کہ ہو پرسی توسن
 نقشِ سہم سند سے یکسر
 فوج کی گردِ راہ - مشک فشاں
 بس کہ بخشی ہو فوج کو عزت
 موکب خاص پوی ز میں پر تھا
 چوڑ دیتا تھا گور کو - ہرام
 اور دایعِ آپ کی غلامی کا
 بندہ پر ورثہ طراز سی سے
 آپ کی مرج اور میرا منہ
 اور پیراب کہ ضعفِ پیری سے
 پیری و نیستی! خدا کی پناہ

آساں ہو گداے سایہ نشیں
 نہ ہوئی ہو کبھی بروئے زمیں
 نور بے ماہ ساغر سیس
 ہو وہ بالائے سطحِ چرخ بریں
 یہ ضیا بخش چشمِ اہل یقین
 کہ جہاں گد یہ گر کا نام نہیں
 نژاد آسا بچھے ہیں دُورِ ثیں
 جلوۂ لولیان ماہِ جبیں
 یاں وہ دیکھا بہ چشمِ صورت ہیں
 یک سال بچل و کتر ز میں
 اور بالِ پرسی ہو دامنِ دیں
 بن گیا دشتِ دامنِ گلِ چین
 رہ روو کے مشامِ عطر آگین
 فوج کا ہر پیا دہ ہو فرزین
 جس طرح ہو سپہر پر پر دیں
 ران پر دروغِ تازہ دیکھ دیں
 خاص ہرام کا ہو زیبِ سریں
 مدعا عرضِ فنِ شعر نہیں
 گر کہوں بھی تو آئے کس کو یقین
 ہو گیا ہوں نزار و زار و حزیں
 دستِ خالی و خاطرِ غمگین

<p>ہو قلم کو جو سجدہ ریز تھیں غالب عاجز نیاز آگئیں تم رہو زندہ جاوداں- آمیں</p>	<p>صرف اظہارِ ارادت کا مح گستر نہیں دعا گو ہو ہو دعا بھی یہی کہ دنیا میں</p>
	<p>۲ قطع</p>
<p>یوں کہا آتی نہیں اب کیوں صدائے غزل یہ نشانی رہ گئی جو اب بجائے غزل</p>	<p>ایک اہل درد نے سنان جو دیکھا ہاں وہ دو چار دکھلا کر کہا صیا دے</p>
<p>۳</p>	
<p>اٹھا اک دن گولا سا جو کچھ میں جو شش و شش میں پھر آئینہ سر گھبرا گیا تھا جی بیاہاں سے نظر آیا مجھے اک طائرِ محروج پر بستہ پگھلتا تھا سر شور یہ دیوارِ گلستاں سے کہا میں نے کہ او گنام آخر عاجز کیا ہو پڑا ہو کام بچہ کو کس سنگِ آفتِ جاں سے ہنسا کچھ گل کھلا کر پہلے - پھر مجھ کو جو پہچانا تو یہ روپا کہ جوئے نول بہنی پلوں کے داناں سے کہا میں صید ہوں اس کا کہ جس کے دام گئیوں پھنسا کرتے ہیں طائر روز آ کر باغِ رضواں سے اسی کی زلفت و رخ کا دھیان ہو شام و سحر مجھ کو نہ مطلب کفر سے ہو اور نہ ہو کچھ کام ایماں سے</p>	

بچشم غور جو دیکھا مرا ہی طائر دل تھا
کہ جل کر ہو گیا یوں خاک میری آہ سوزاں سے

قطعہ تاریخ

اس کتاب طرب نصاب نے جب
منکر تاریخ سال میں مجھ کو
ہند سے پہلے سات سات کے دو
اور پھر ہندسہ تھا بارہ کا
سال بھری تو ہو گیا معلوم
مگر اب ذوقِ بذلہ سبھی کو
سات اور سات ہوتے ہیں چودہ
غرض اس سے ہیں چار دہ مضموم
اور بارہ امام ہیں بارہ

آب و تاب الطباع کی پائی
ایک صورت نئی نظر آئی
دیے ناگاہ مجھ کو دکھائی
باہر اراں ہزار رزینہائی
بے شمول عبارت آرائی
ہو جدا گانہ کارسرمائی
ہم امید سادست افزائی
جس سے ہو چشم و جان کو زیبائی
جس سے یہاں کہ ہو تو انائی

ان کو غالب یہ سال اچھا ہو
جو ایسے کے ہیں تو لائی

غزل

شب وصال میں مونس گیا ہو بن تکیہ
نہج بادشہ چیں سے کیوں نہ مانگوں آج
پتا ہو تختہ گل ہائے یاسمین بہتر

۵
ہوا ہو موجب آرام و جان و تن تکیہ
کہ بن گیا ہو خمِ جسد پر شکن تکیہ
ہوا ہو دستہ نسرتین و نستر تکیہ

<p>جو رخت خواب ہو پوئیں، تو ہو پرل تیکہ رکھے جو بیچ میں وہ شیخ سیم تن تیکہ اٹھا سکا نہ نزاکت سے کلبدن تیکہ اگرچہ زانوئے نلی پر رکھے دمن تیکہ کہ ضرب تیشہ بہ رکھتا تھا کوہ کن تیکہ رکھو نہ شمع پر ای اہلی ابجن تیکہ اٹھا سہ کیونکہ یہ رنجو رخت تن تیکہ ہوئی ہو اس کو مری نمش بے کنن تیکہ کہ سانپ فرش ہو اور سانپ کا ہون تیکہ اب اس کو کہتے ہیں اہل غن "سخن تیکہ" فیقر غالب سکیں کا ہو کنن تیکہ</p>	<p>فروغ من سے رومشن ہو خواہ گاہ تمام مزلے کو کیا خاک ساتھ سونے کا اگرچہ تھا یہ ارادہ مگر خدا کا شکر ہوا ہو کاٹ کے چادر کو ناگماں غائب بضر تیشہ وہ اس واسطے ہلاک ہوا یہ رات بھر کا ہو ہنگامہ جمع ہونے تک اگرچہ پھینک دیا تم نے دور سے لیکن خوش آگیا جو پس از قتل میرے قاتل کو شب فراقی میں یہ حال ہو اذیت کا روا رکھو نہ رکھو۔ تھا جو لفظ تیکہ کلام ہم اور تم۔ فلک پر میں کو کہتے ہیں</p>
<p>کپڑوں میں جو ہیں بچنے کے ہاتھوں سے سوا ہیں</p>	<p>میں دن سے کہ ہم خستہ گرفتار ہلا ہیں</p>
<p>تم جو بیداد سے خوش اس سے سوا اور سی ہیں ہوس پیشہ بہت وہ نہ ہو اور سی تم خداوند ہی کلام خدا اور سی آپ کا شیوہ انداز و ادالہ سی کہہ اک اور سی، قبل نما اور سی خلد بھی باغ ہو غیر آب و ہوا اور سی سیر کے واسطے تھوڑی سی فضا اور سی</p>	<p>میں ہوں شتاق چھا چھ پہ جفا اور سی غیر کی مرگ کا غم کس لیے اسے غیرت ماہ تم ہو بت۔ پھر تہیں۔ ہند ار خدا کیوں ہو من میں عورت بڑھ کر نہیں ہونے کے کہی تیرے کوچ کا ہو مال دل مضطرب کوئی دنیا میں مگر باغ نہیں ہو خدا عظم کیوں نہ فردوس میں دوزخ کو ملایں یا رب</p>

<p>نہر کچھ اور سی آپ لبثا اور سی ایک بے داد گر ریخ فرزا اور سی</p>	<p>مجھ کو وہ دو کہ جسے کھا کے نہ پانی مانگوں مجھ سے غالب یہ حلائی نے غزل لکھوائی</p>
<p>ہر سلشور انگلستان کا نہرہ ہوتا ہو آپ انسان کا گھر بستا ہو نمونہ زنداں کا تشنہ نگوں ہو ہر مسلمان کا آدمی داں نہ جاسکے یاں کا وہی روماتن و دل و جاں کا سوزش داغ ہائے پنہاں کا ماجرادیدہ ہائے گریاں کا کیا مٹے دل سے داغ ہجرال کا</p>	<p>۸ بس کہ فصال مایہ دیدہ کو آج گھر سے باز ارمیں نکلتے ہوئے چوک میں کو کہیں وہ منتقل ہو شہر دہلی کا ذرہ ذرہ خاک کوئی داں سے نہ آسکے یاں تک میں نے مانا کہ لی گئے پھر کیا سگاہ جل کر کیا کیے شکوہ گاہ رو کر کہا کیے باہم اس طرح کے وصال سے یارب</p>
<p>۹ نگیں میں ہوں شرارنگ نا پید ہوں نام اُس کا کہ داغ آرزوئے پوسہ دیتا ہو پیام اُس کا مبادا ہوں غافل لطیف عام اُس کا شوخی و محبت سے افشاندہ منون خواب تھا ناخنِ غم یاں سیرتِ نازن اُس کا وہ دل سوزاں کہ کل تک شمع ماتم خانہ تھا</p>	<p>۹ بہ بہن شرم ہو باوصف شوخی استقامت اُس کا سی آلودہ ہو ہر نوازش نامہ ظاہر ہو ہامید نگاہ خاص ہوں محفل کش حسرت شب کہ ذوق گفتگو سے تیرے دل بیتاب تھا داں جو ہم نغمہ ہائے سازِ عشرت تھا</p>
<p>۱۱ وہ دل سوزاں کہ کل تک شمع ماتم خانہ تھا غالب ایسے گنج کو شایاں یہی ویرانہ تھا رنگ اڑتا ہو گلستاں کے ہواداروں کا چشم کشودہ حلقہ پیروں در ہی آج</p>	<p>۱۱ دو دو کو آج اُس کے ماتم میں سیہ پوشی ہوئی شکوہ پاراں غبارِ دل میں پنہاں کر دیا پھر وہ سوئے چمن آتا ہو خندا خیر کرے معزولی تپش ہوئی۔ افشارِ انتظار</p>
<p>۱۳ چشم کشودہ حلقہ پیروں در ہی آج</p>	<p>۱۳ معزولی تپش ہوئی۔ افشارِ انتظار</p>

۱۳	میر کے شعر کا احوال کہوں کیا غالب	جس کا دیوان کم از گلشن کشمیر نہیں
۱۵	موتی کو نہ سمجھ بے حاصل	بادہ غالب عرق بید نہیں
۱۶	جو نزاکت بس کہ فضل گل میں معسار چین	قالب گل میں ڈھلی ہو خشک دیوار چین
۱۷	ظاہر ہیں میری شکل سے انوس کے نشان	خارالم سے پشت بہ دندہ گزیدہ ہوں
۱۸	ہوں گری نشاط تصور سے غمہ سنج	میں عندلیب گلشن نا آفسریدہ ہوں
۱۹	ابر و فنا ہو کہ بزم طرب آمادہ کرو	برق سنہتی ہو کہ فرصت کوئی دم ہو کہو
۲۰	بند و ستان سایہ گل پائے تخت تھا	جاہ و جلال عہد وصال تباں نہ پوچھ
۲۱	ہر دغ تازہ یک دل دغ انتظار ہو	عرض فضاے سینہ در دامتھاں نہ پوچھ
۲۲	کستا تھا کل وہ محسوم را از اپنے سے کہ ہاں	در وجدانی اسد اللہ خاں نہ پوچھ
۲۳	دیدہ خوں بار ہو بدست سے ولے آج مذیم	دل کے ٹکڑے بھی کئی خون کے شال آئے
۲۴	اب جو دلی کی طرف کوچ ہمارا غالب	آج ہم حضرت نواب سے بھی مل آئے
۲۵	ہجوم زہرین خوں کے سبب رنگ اڑ نہیں گتا	خاکے پنچہ صیاد - مرغ رشتہ برپا ہو
۲۶	غالب زبس کہ سوکھے گئے چشم میں سرشک	آتش کی بوند گدھر نایاب ہو گئی
۲۷	ہما ہوں یاں تک اشکوں میں غبار کلفت خاطر	کہ چشم تریں ہر اک پارہ دل پائے در گل ہو
۲۸	کمال صُن - اگر موقوف - اندازِ قافل ہو	مکلف بر طرف - تجھ سے تری تصویر بہتر ہو
۲۹	پیراں ہوں شوخی رگ یا قوس دیکھ کر	یاں ہو کہ صحبت خض و آتش برار ہو

(۳)

چند تصویر تباں - چند حسینوں کے خطوط

بعد مرنے کے مرے گھر سے یہ ساماں نکلا

تمام شد

مطبوعہ نظامی پریس ہاؤس

فرہنگ

دیوان غالب و غزل نمبر

نقش - تصویر

کاغذی پہچان ہونا۔ ایران میں یہ
رسم تھی کہ دادخواہ کا غائبین کے
حاکم کے پاس جانا تھا۔ اسی رسم
کی طرف غالب نے اشارہ کیا کہ
کاغذی پہچان ہونا۔ دادخواہ ہونا
کاوکا و سکاوش۔

جوئے شیر۔ فرما دینے اپنی
مطلوبہ وجوہ یعنی شیریں کے ایسا
پہاٹھو کہ ایک نہ تیار کی تھی۔
جس میں پہاڑوں کی بکریوں کا
دودھ دوہا جانا تھا اور اسے
کے ذریعے اس جوہ میں جو
شیریں کے گلے میں بنا ہوا تھا
پہونچا تھا۔

جلد بہ آتش

دم شمشیر۔ تلوار کی باڑہ۔
آگسی۔ آگاہی کا مصنف یعنی خبر
دام شمشیر کا بچھانا سننے کا
قصہ کرنا۔

آتش زیر پا۔ بقیہ

موسے آتش دیدہ۔ وہ
بال ہواگ کی گرمی سے حلقہ
اوجھڑ گیا ہو۔

۲

بروسے کا رآیا۔ میدان
میں آیا۔

سویدا۔ دل کا سیاہ نقطہ
داع عجب بہرنگی۔ اسانی

صفحات سے خالی ہونا۔

نگاہ وجود۔ نگاہ سنی
کوہ کن۔ پہاڑ کو دینے والا
فرما دے مراد ہے۔

سرگشتہ شمار رسوم و قیود۔

رسوم و قیود کی بے لطف کیفیت

میں مبتلا ہمارا سب سے بڑی

کو کہتے ہیں چوشتہ اونٹ کے دنت
پیدا ہونی ہی

۳

دوست وار دشمن۔ دشمن

کو دوست رکھنے والا۔

چمکارس۔ عیاری سادگی۔

کا مقابل ہے۔

۴

ہے حجاب۔ لاکسی مروت یا لحاظ
کے حجابا عربی میں باہمز دیک
ہوئے یا آپس میں سلوک کرنے کو
کہتے ہیں، اردو میں یکایک کے
معنی میں متصل ہو۔

بال عطا۔ عطا کا اردو اس
سے مراد ہو جو عدم میں ہو۔

عطا ایک ایسے سوہوم جو کہ کہتے ہیں
جس کا کسی کو پتا نہیں۔ عروت
اشا میں اس کا ذکر پایا جاتا ہو
عرض کرنا پیش کرنا۔

جو ہر اندیشہ، فکر کا جو ہر سوچ
بچار گیا کا طبیعت۔

چراغ اٹھا۔ یہ لفظ چراغ کی جمع
نہیں ہو بلکہ فارسی میں بطور حال
مستعمل ہو اس روشنی کو کہتے
ہیں جو بہت سے چراغ جلا کر

کی جائے۔ اس معروف معنی

کے علاوہ اس سزا کا نام ہو جو
جرم کے سبب چند گہے زخم
لگا کر اور ان میں شمع روشن
کر کے دی جائے

کار فرما۔ کام لینے والا۔

کارکن کا مقابل ہو۔
طرز تپاک۔ انکار کر جوشی کا

طریقہ۔ یہاں تپاک سے وہ ظاہری
آؤ بھگت مراد ہو جو فنا کی جاگے

فتوح۔ عشق سے مراد ہو۔

ہر رنگ۔ ہر طرح۔ ہر حال میں

رقیب۔ دشمن۔

تنگی بول کی داؤد دی تنگی دل کو
نائل نہ کیا۔

ہر افشاں۔ پریشان و سرا سیمہ۔

مائدہ۔ کھانا پینے والا۔ حجاز
دستروان۔

۶

باب نبرد۔ لائق نبرد جنگ کے

قابل۔

عشق نبرد پیشہ طلبہ کا مرد تھا۔

عشق جنگ جو حال مرد بہادر کو
مقابلہ کے لیے چاہتا تھا۔

۷

صد دل پہ یک کف بردن۔

ایک ہی دہریں سو سول ہتیا لینا

ہواے سیر گل۔ سیر گل کی خوش

آئینہ بے مہری قابل۔ قابل کی

بے مہری یا بے روی کا ظاہر کرنا والا

بہل بھول غلطیہ۔ محفل کو اس کی

سرنی کے ناہم اس سہل سے تشبیہ

دی ہو جو لوٹ کر خون میں نہا گیا ہو

بھراحت۔ بالکسر غم۔

الماس۔ بالفتح میرا۔ دور دور ہوا

لوہار کی ایک قسم

غم خواہ جان درد مند عشق سے
مراد ہو۔

۸

زمرہ۔ ہر رنگ کا ایک تشبیہ نذر

اس کے رنگ کی باہر سبزہ خط سے

تشبیہ دی گئی۔

افعی۔ سانپ۔ عطا مشوق کے کا

گلیاں گلیاں۔ آواز خوش۔

حریف۔ مقابل۔

حریف دم عیسیٰ نہوا۔ عیسیٰ دم عیسیٰ

کو برداشت نہ کر سکا۔

۹

طاق نسیمیں۔ فاری کا سروں

مخادر ہو۔ ایک مجاہد نام نسیمیں

بھی استعمال ہوا ہو۔ فلوکوشی اور

بھول سے مراد ہو۔

مرحان۔ ایک قسم کا بحری درخت

جسے سمندر میں کیرٹ سے تیار کرتے

ہیں اور بے ہندوئی کو بگاڑتے ہیں۔

سلطوت۔ وجہ

نیتان۔ فی پیدا ہونے کی جگہ فی

وہ چیز جس سے ماں کے اندر

آواز پیدا ہوتی ہے۔

سرورِ چراغاں۔ ایک معنوی

درخت چاندی یا لکڑی کا جس پر

بہت سے چراغ روشن کیے

جائیں اس کو فارسی میں چہر چراغ

کہتے ہیں۔ اور یہی لفظ چہر چراغ

اسی معنی میں قدما کے یہاں پایا

جاتا ہے۔ غالب اور دیگر شاعریں

شعر نے اسی معنی میں سرورِ چراغاں

لکھا ہے۔

شبِ منتان۔ وہ جگہ جہاں پہ

اوس بادشہم تختِ تاج جمع ہو۔

مضمحل۔ پرستیدہ۔

ہیولی۔ مادہ

خون گرم۔ سرگرمی۔

سبزہ۔ یہاں سبزہ سے مراد سبزہ

بجائے جو سبزہ بجائے اس سبزہ کو

کہتے ہیں جو بے سوغ آگے۔

خول گشتہ۔ خول گشتہ خول

شدن کے معنی میں استعمال ہوتا

ہے۔ خول گشتہ آوازوں سے مراد

وہ آوازوں ہیں جن کا نون ہر چکا

ہو یعنی ہولہولہ مارتی ہوئی ہوں۔

چراغِ مردہ۔ بجھا ہوا چراغ۔

تیمہا سہم بہاں۔ چپکے چپکے کی

ہنسی۔

فرحانِ مشرب۔ آلودہ۔ آنسو

میں کو دہنی ہوئی پلکیں۔

یک بیاباں ماندگی۔ کثرت

ماندگی۔

ناک میں دم ناما۔ ہیز اور ہونا۔

۱۱

سرا پا رہنِ عشق۔ ہمتِ تنہا

عشق۔

آگِ زہرِ الفتِ ہستی۔ جان کو عزیز

رکھنے پر مجبور ہونا۔

حاصل۔ خرمی۔

خمیا زہ۔ آغوشِ آبی۔ حجازِ آب

کام کا نتیجہ۔

۱۲

مہرم۔ دھنض جو حرم یعنی پردہ

نشینوں میں آتا جاتا ہوا دھنض جو

بہیدوں سے واقف ہو۔

حجاب۔ پردہ۔

دنگ شکستہ۔ اڑا ہوا دنگ

ثرہ ہائے دراز۔ دل میں گھر

کرنے والی پلکیں۔

صرفہ۔ نامہ۔

دلیر۔ فتنہ۔

ففس جان گداز۔ جان کو گھلا

دینے والی سانس یعنی سوج کو

تخلیل کرنے والی آہ۔

شیشہ باز۔ بازی گڑھا

ایک فرقہ جو گلاب سے بھرا

ہو اس شیشہ اور صراحی سر پر رکھ

بچنے ہیں ان کا کمال یہ جو کہ

باوصف حرکات ارتقا میں شیشہ

ان کے سر سے نہیں گرتا۔

گرہ نیم باز۔ دل سے مراد جو

یعنی وہ دل جو بوجہ تنگی کے گرہ

ہو کر رہ گیا ہو۔

تاسلح۔ غارت خاوری میں

تاسلح دادی و تاسلح کرلی

دونوں طرح آیا ہو۔ غالب نے

اردو میں تاسلح ہونا استعمال

کیا ہے۔

دشمنہ۔ خنجر۔

۱۴

نہرہ۔ چٹا

جوالہ۔ گردنے والا۔

نپتہ بالمش۔ تکیہ کی روئی

کھٹ سیلاب۔ سیلاب

کے جھاگ۔

خونِ ناب۔ خالص خون۔

دیوار چو۔ دیوار کو ٹوٹھوٹے
والا دھاتق کے سرے مراد چو
نہیں نہ کہنے کے سبب نکرانے
کے لیے دیوار کو ٹکاش کر رہا تھا
فرق ناز۔ مشوق کا ناپہرہ

موج رنگ کا طوفان تھا۔
فصل گل کا پوشش تھا۔
سوختن کا باب تھا ریختن کا
مصدر رگزدانا تھا یعنی جہنا
ہی جہنا نظر آتا تھا۔
دل اس رنگ سے خوں نہ بہ
پیکارے لگا۔ دل اس طرح اپنا
دکھڑایاں کرنے لگا۔
کاوشن ناخن استخارہ ہو
کاوشن غم سے۔

۱۵

سپند۔ کالا دانہ جو نظر
کے لیے چلایا جاتا ہو۔
مقدم سیلاب۔ سیلاب
کا آنا۔ مقدم کے لفظی معنی کسی
جگہ سے واپس ہونے کے ہیں۔
نشاط آہنگ۔ مسرور
ساز صدائے آب۔ اس
ناری جلد سے فالجے جل رنگ
کا مفہوم ادا کیا ہو۔ جل رنگ

ہندوستانی باجہ کا نام جس
میں سات پیالوں میں باقی رکھا
جاتا ہو اس کے کناروں کو دو
لکڑیوں سے بجاتے ہیں۔ اس کے
بجانے سے سارنگی کی آواز پیدا
ہوئی ہو۔

پہاؤ سے اندیشہ۔ پہلوئے
خیال۔

سجباب۔ باکسر ایک جادو
کا نام جس کے چترے سے یقین
بناتے ہیں۔ اور اس پستین کو
بھی سجباب کہتے ہیں سکارنگ
خاک کی ہوتا ہو۔
کچھ نہ کی۔ کچھ نہ ہدکا۔
حزون نارسا۔ عشق ماننا۔
روکش۔ مقابل۔

۱۶

ماقم ایک شہر آرزو۔ ہزاروں
آرزوؤں کا خون۔ (دیکھ شہر آرزو)
میں وہی ترکیب ہو جو یک ہیایاں
اندگی میں پہلے آچکی ہے
تمثال دار۔ تصویر رکھنے والا۔
ہوائے سر رہ گزرا۔ مشوق
کے رہ گزرنے کو کہتے ہیں۔
سراب۔ بالفتح۔ وہ ریت جو
دور سے چمکتی ہو اور نظر ہر انسان

ہوتا ہو کہ باقی ہر بار ہو۔ اسی سبب
شاعر نے موج سرب کہا ہو۔ اور
اس طرح بیسا آدمی سرب کو دور
سے دیکھ کر دھوکا کھا جاتا ہو۔
غم روزگار تھا۔ یعنی سب سے
زیادہ تھا۔ سارے عالم کا غم تھا۔

۱۷

انسان ہونا۔ انسان کا بنے ہو
سے مراد ہو۔
عید نظارہ۔ عید نظارہ سے
مشوق کے دیدار کی خوشی مراد ہو
لجہ رنگ گلستان ہفتا نشی
دے باغ باغ ہنیا۔
زخم کھانا کھانا۔ آرزو پوری ہونا

۱۸

رست خیز۔ قیامت کا دن۔
(رست خیز نذرہ۔ قیامت کے شعل)
محیط بادہ۔ شراب کے پالے کا
وہ خط جہاں تک شراب بھری ہو
ایک قدم وحشت۔ شورشی۔
وحشت۔
دو عالم وحشت۔ اثر شریانی
دیے اور ارق محنت دل بہاد
پہلے فارسی محاورہ اور ارق محنت
دل بہاد دادن سے غالب نے

لیا ہوا برادری کے لئے سے مراد ہو۔

۱۹

معمورہ - شہر آبادی۔

۲۰

تیرنیم کش - وہ تیرے چھوٹے وقت کا گمانداری سے پورا نہ کیجنا ہو۔

۲۱

نشاط کار کا کہنے کی ہنگ
تجلیل تو شکی، تجلیل شعاری
جانور کو کرنا جان بننے کی عادت
نوازش ہائے بیجا - وہ ہرانیہ
جو غیر سخی گلوں پر بیٹی اختیار پر کی
جائیں۔

نیکامیت ہائے زمیں - دوست
نیکامیتیں جو ہر طرفی محبت ادا کی
جائیں۔

نگاہ دے بے محابا - نگاہ دے بے کلفت
دے محابا کا لفظ اس غزل سے پہلے

غزل نمبر ۱۴ میں بھی آتا ہے وہاں
ملاحظہ ہو۔

تھا فل تمکین آزمائے وہ چشم پوشی
جو صبر کی آزمائش کے لیے کی جائے
ہو - شریک کی جھوٹی محبت
کی طرف اشارہ ہو۔

ناموس - نوری معنی عصمت و عفت
یہاں قاعدہ و دستور کے
معنی میں آیا ہو۔

سازنا البحر - وہ اجاس سے
پیدا ہوئے کہیں دریا ہوں۔
حجاب کیا ہو - نال کیا ہو۔
جلد داری - استقلال۔

۲۲

جولان - بفتح اول ڈانی - عربی
لفظ ہے مگر فارسی میں داؤ کے سکون
کے ساتھ مستعمل ہو - معنی دوڑنا کوڑا
گھوڑے کے کا دایتے کو بھی کہتے ہیں
"جنوں جولان" سے شاعر کی مراد ہو
کہ ہم عشق میں جنوں کی مثل پریشان
بہرے ہیں - یہ غالب کی خاص
ترکیب ہو۔

پشت و خاں - پیچھے کھانے کا ایک لہجہ
اکثر آزاد خیروں کے پاس
ہوتا ہو۔

۲۳

حسن تماشا دوست - حسن
جو تماشوں کو پسند کرتا ہو۔
پیشا زہ - طعنہ۔

۲۴

پر تو متاسب - چاندنی۔
نگاہ گرم - نظر خراب۔

۲۵

پانچ مکتوب - جواب خط۔

۲۸

نفس پرور - نفس کو پالنے والا
یعنی دم سادے والا یہاں سکت
سے مراد ہو - یعنی قہود جو چمک با
تھا انفرادیت سے چمکے ہوئے
تعمیر کیا - یعنی مسجد ہو گیا۔

کھنڈہ - بافتح - لغوی معنی بھجھوٹی
کے ہیں - عربیہ میدان سے مراد
میدان عربہ یعنی میدان جنگ
ہے
طلسم بانہ صفا - طلسم ہلنے کے
معنی میں استعمال ہوا ہو۔

۳۱

ایک عمر فرح بہر ہیر گارہی کا
درمت معینہ (دوبارہ فرح کا
مادہ ہو)۔

۳۲

ڈپلہا۔ تباہ کیا۔

۳۳۳

قتلہ۔ بتی۔ اردو میں قتلے کو
جھاڑ کر قلیتہ بنا لیا ہو جو اسی معنی
میں استعمال ہوتا ہے۔

آم شرب۔ قہور وغوغا۔ آشوب
آگے سے دنیا کی زرق زرق
کی طرف میں بہا ہوتی ہو

نیلہ رہتا ہے مضافہ ہو۔
ایلیخ۔ جام شراب زہری
لفظی

ترباکی۔ فارسی لہجہ میں اس
شخص کو کہتے ہیں جو اینٹیں کھانے کا
مادی ہو۔ یہاں جس مادی سے
مراد ہے۔ ترباکی ایک مشہور فارسی
شاعر کا تخلص بھی تھا۔

دو دو چراغ۔ نکل کلام روشن
سے مراد ہے۔

۳۳۴

شبستانِ سرات گزراؤ
کی جگہ۔

۳۳۵

تشفہ فریاد آیا۔ فریاد کی
خواہش ہوئی رہیاں آیا یعنی ہوا

استمال کیا گیا ہے

نیرنگ۔ بالکسر و یا کے معنی
یعنی جادو و افسوں۔ نیرنگ نظر
سے مراد مشوق سے ہونے کی جگہ
میں جادو بھرا ہوا ہو یعنی جس کو ایک
نظر دیکھ لیتا ہے وہ بے ہوش
ہو جاتا ہے۔

۳۳۶

عناں گیر۔ اگ پکڑنے والا
یہاں مراد رکھنے والے سے ہے
شائبہ۔ ملاوٹ۔

فتر اک۔ چٹے کے نئے چربے
کی دو کوں جانب کشا رہاڑ پنے
کے لیے لکھائے جانے ہیں۔

چنچیر۔ مانع کشا کیا ہوا جانور
برن وغیرہ۔
ترکش۔ تیر رکھنے کا خانہ

ریختہ۔ فارسی لفظ یعنی معنی
منتشر۔ بکرا ہوا۔ چاند لال
اردو کو کہتے ہیں جو کئی زبانوں
سے مل کر بنی ہو۔

۳۳۷

در تشنگی مروگاں۔ تشنگی
استعارہ ہے۔ آرزو و شوق سے
مروگاں مردہ کی طرح ہو کر پورے

جملہ کے معنی ہوئے وہ لوگ جو

آرزو و شوق میں مر چکے ہیں۔
سمجھنا امید ہی سمجھنا
پورا معرہ ناسی ہو یعنی سرسبز
پاس و نا امید کا۔

فریب و فاجور و گاں۔ وہ
لوگ جو ذکا و فریب کھائے
ہوئے ہیں۔

۳۳۸

ماہ مخشب۔ وہ مصنوعی چاند
جس کو مٹا مخشب میں مشہور
حکیم ابن قیس المعروف چنچیر
نے بنا یا تھا۔ چاند ایک کتب میں
سے نکلتا تھا۔ لیکن اس کی روشنی
چاند رنگ یعنی ۱۲ میل
زیادہ نہ پھیلتی تھی (ایک فرنگ
یا فرسخ ۳ میل کے برابر ہوتا ہے)
سادہ دل۔ بہت قوت۔

مصاصی۔ جع مصیبت یعنی گناہ
ننگ آبی۔ پانی کی کٹی۔

سمندر کہتے ہیں کہ بڑے چوے
کے برابر ایک جانور ہوتا ہے جو پانی

آتش کرہ میں پیدا ہوتا ہے جو جانور
آگ ہی میں زندہ رہ سکتا ہے
آگ سے چاہے ہوں پر جاتا ہے
زمانہ حال کی تھیں تھیں علم

ہیں اس جاؤر کا کہیں تپا نہیں پڑے
اس کا جو دھنکا کی طرف شاعروں کے
ذہن تک محدود رہا۔

۳۹

برشتہ شمع۔ سو مہر کا نام لگا۔
کسوٹ فائوس۔ لہجے کے۔
تبدیل ہو کر پڑھا جانا جو لے
کسوٹ فائوس کہتے ہیں۔ صرف
کسوٹ کے معنی پرشاک کے ہیں۔
خاک کسوٹ فائوس تھا۔ پتھر
تھا۔ فارسی میں خار در پیرا ہون
ایک محاورہ ہے جو بقیار و قہجین
ہونے کے مترادف ہے۔
دل بدل پوسٹہ۔ مشرق
کے دل سے دل ملا ہوا۔

کیموس۔ اصطلاح طب میں غذا
کی اس کیفیت کو کہتے ہیں جو طبع
دوہ میں یعنی معدے میں پہنچنے
کے بعد ہائی کی طرح ترقی ہو کر معدے
بن جاتی ہو۔ یہ لفظ سربانی زبان
آہستہ۔

۴۱

ہوا اُسے کشت وفا۔ آئندہ
ذبا۔

۴۵

صید زدام حبستہ۔ جال سے
بکلا ہوا شکار۔
پنگل۔ پھولوں سے بھرا ہوا۔

۴۶

لاگ۔ ذہنی۔
لگاؤ۔ محبت۔

۴۷

حریت مقابل۔
جوشش دریا۔ دریا کا سیلاب

۴۸

قفل ابجد۔ وہ قفل جس کے حلقوں
کے سرے پر حروف ابجد کندہ
ہوتے ہیں۔ جب ان حلقوں کے
سرے کو اس طریقے سے کہ وہ ب
حروف ابجد ترتیب سے ہو جائیں
ملا دیا جاتا ہو تو وہ قفل مکمل جاتا ہو دہری
صورت میں یہ قفل نہیں نکلتا۔
صیقل۔ جلا۔ صفائی۔ حجاز آؤں
گئے کو کہتے ہیں جس سے کپٹے کو جلا
دی جاتی ہو۔

۴۹

موج شراب بال کشا ہو موج
شراب اپنا بازو کھڑے یعنی دور

شراب شروع ہو۔
بطحی۔ شراب کی صراحی جو بلکے
ہم شکل ہو

دل دوست شناسنا شداد کا
کادل دوست بینی پر لڑکی کی قوت
ارباب چین۔ باغ کے دھنک
اور پودے۔
غرقہ رومی شراب میں ٹوبا
ہوا۔

موج شراب کا سرے گر رہا
نشر کا حد سے گرا ہوا۔

روح نباتی۔ قوت نامیہ یعنی وہ
قوت جس سے نباتات اوروں جوت
ٹپتے ہیں۔
رنگ ناک۔ آنکھ کے دھنک
کی سائش۔

سرسنوش و نما۔ نشوونما کا خیال
طوفانی۔ جوش و غروش کا
اظہار کرنے والی۔

۵۱

علی الرغم۔ برخلاف چکس۔
سروبرگ۔ سامان سفر۔

۵۳

خانہ ویراں ساز کی حیرت
خانہ ویرانی جو حیرت کے مالوں

ہوئی۔

۵۴

حلقہ ہیرون در ہیرون در
کی زنجیر کا حلقہ وہ شخص جس کو لہر
آئے کی اعزازت نہ ہو۔

۵۵

کیا علاج کیا سزا۔

۵۶

نفس نہ آجمن آرزو سے
باہر کھینچ ترک آرزو نہ کر۔
تلاش سہی و جستجو
ترکی لفظ ہے۔

مازہ بہتر کھینچنا بہتر پڑے
پڑے نیند کا انکار کرنا۔

قیام تلوار کا خلاف یعنی سبک

۵۷

خاک میں قبر میں۔

دعویٰ بر عرض قابل اہل

۶۱

طوبار دفتر
پشت چشم سے ہر ہونا
مشق کا آنگہ ہرانا انگلیوں کے

دیکھنا۔ (راغض و تغافل)۔

۶۲

سبک دست شاق
نالے چڑھ جاتے ہیں یعنی
مالوں کا پانی ترقی کر جانا ہونے
سے مراد یہاں ندی لے لے ہیں۔

۶۳

آب بر جامدہ ایک جگہ ٹھہرا
ہوا پانی۔
تدبیر علاج۔

۶۴

محتاج بردہ یعنی ہوئی پونجی۔
بے سبب رنج بدوہہ رنجیدہ
آرشنا دشمن مشوق۔

۶۵

ناصیہ فرسا پشانی گھسنے والا

۶۶

نداز دست رفتہ ہاتھ سے
مٹی ہوئی اشرافی۔

۶۷

فوں نیاز دے نیاز۔

ہر نہرہ ہیو دی۔

وصال جلوہ تماشا ہو
وصال یا رعلوہ تماشا ہو یعنی
مشوق کا وصال جلوہ حسن کا تماشا
دکھانے والا ہو۔

پیر داز صنفیل
مخ خانہ جنوں جاز اصغر
جنوں۔

کاسر گردوں آسمان
مراد ہو۔

خاک اندامدہ وہ ظرف میں
کوڑا کرکٹ پھینکا جائے۔

۶۸

ایک قلم کبیر۔

۶۹

نہ کلا دل سے فراموش نہ ہوا۔

۷۰

لافت تمکین شاد بہت قدیمی اور
دفا رکشی شینی۔

راز ہائے سینہ گماز دل
کو کھلا دینے والے بہید۔

۷۱

جگر تشنہ آزار تماشا ہر مذاکار

تسلی نہ ہوا۔ تسلی پائے والا نہوا

۷۳

اہترانہ۔ جنبش کرنا خوشی سے
چھڑکنا۔

گل خزانہ۔ خزاں کا مارا ہوا
پھول۔

۷۴

دل جلنا۔ دل کو تھما
نا تماخی۔ ادھر مارا۔
لہس شعلہ بار۔ اشتعال حرارت
پیدا کرنے والی آہ۔

۷۵

زخم جگر کی داد دینا۔ زخم جگر
پر نیک چھڑکنا۔
تو غیر۔ زیادہ کرنا۔

۷۶

ننگ۔ گرجم۔
دل کا کیا رنگ کروں۔ دل
کے بٹھانے کی کیا تدبیر کروں۔
پنلوغور۔ دھوپ۔

۷۷

بجز یک دل بے مدعا۔ بیکل

بے مدعا کے سوا۔

۷۸

ہوا اے گل۔ تہذیب گل۔
حسن عیور۔ غیرت رکھنے والی
نولہو رتی۔
میری نگاہ میں خون ہو میری
نظر کو بھلائیوں معلوم ہوتا۔

گل در قفائے گل۔ ایک پھول
کے بعد دوسرا پھول رقتا کے
نوری معنی گدڑی کے ہیں۔
جیب گریبان۔

۷۹

ورق گردانی۔ ورق گرداندہ
مراد ہو۔
پیدا کی نہیں۔ ظور نہیں

۸۰

دل تنگی۔ تعلق خاطر شاعر نے
یہاں دل تنگی کو زنجیر سے مشابہ
کیا ہو۔

۸۱

کیں۔ گھاٹ۔
وارستگی۔ آزادی۔

۸۲

پا سے افکار۔ زنجی پاؤں۔
مہر گیا۔ ایک قسم کی بوٹی جس کی
جڑ آدمی کی صورت کی ہوتی ہو
شہر ہو کہ اس میں تخیل کی تاثیر
ہو۔ یعنی جو شخص اسے اپنے پاس
رکھتا ہو اس پر لوگ مہر مانی کرنے
رہتے ہیں۔

۸۵

ہیولی۔ اس مادہ کو کہتے ہیں
جو مختلف صورتوں میں تبدیل
ہو سکے۔
گلشن۔ بھاڑ۔

۸۶

منفعل نہ چاہ۔ شرمندہ کرنا پسند
نکر۔

۸۹

جاں گدازی۔ جان کو گھلانے
کی حالت۔
پشت۔ مدد۔
ہاں من فرید۔ یہ جملہ قرآن مجید میں
آجما جو جس کے منہ میں کچھ اور بھی
"تو لاؤ"
آرزوئیاں۔ آتش نشان۔
روح القدس۔ جبریل علیہ السلام

فرشہ کی کہتے ہیں۔

۹۰

زبونی کش :- دروں بانغ زما
بمعنی عاجز۔ زبونی کش تاثر غائب
کی خاص ترکیب ہو۔ بمعنی تاثیر سے
عاجز ہونے والا یعنی بے اثر۔

سر کچھا نا۔ ار کھلنے کو چیا ناہا۔
جہاں زخم سر اچھا ہو جلے
”جہاں“ اس مرتفع جہں وقت
کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

۹۱

دل چشم۔ وسط چشم۔

۹۲

بزنکال۔ رسات۔
دیوار کیل جانا۔ دیوار کا شوق
ہو جانا۔

۹۳

جالت مسیحاری۔ جالتی اور
ہاں بازیا سے مراد ہو۔
شجر پرید۔ بید کا ذمت جس میں
پہل نہیں آتا۔

۹۴

خیابان خیال۔ خیابان بمعنی
جلو اڑی۔ خیابان کو تکرار کے ساتھ
کہنا غالب کا خاص انداز ہے۔
بس سے مراد کثرت ہو خیالوں۔
خیابان ارم دیکھتے ہیں یعنی بہت
سے ارم دیکھتے ہیں۔

ارم۔ باغ بہشت جو شداد نے
لکھا بین میں بنایا تھا۔

نق نالہ۔ نالہ کی گری۔

تشبہ درو۔ چروپا ساری۔

۹۵

الغتاب۔ لغوی معنی جھکنا (شمل کا)
دادہ لاسبہ ہو معنی شلوار کش۔

۹۶

سلاع۔ لغوی معنی سننے کے ہیں
حد فزوں کی اصطلاح میں معرفت
الہی کے اشعار سننے کو کہتے ہیں۔

جو خوش آواز سی سے گائے جائیں
زینش۔ اس رنگ کو کہتے ہیں جس
میں سفیدی اور سرخی ملی ہوئی ہو
رستم کے گھوڑے کو اس کے رنگ

کی مناسبت سے زینش کہتے تھے جہاں
ہر گھوڑا غالب نے بلا لیا کسی رنگ
کے حص گھوڑے کے معنی میں استعمال
کیا ہو۔

شہود۔ تصوف کی وہ منزل کہ
سالک کو تمام موجودات عالم
میں حق ہی حق نظر آئے۔
عجیب الغیب۔ سے مراد
مرتبر احدیہ ذات ہو جانے
کی تجربہ سے پہلے کی اور اسی کو
نظام ہو کہتے ہیں۔

۹۷

نوحہ۔ ماتم۔ حجاز رونا پٹنا۔
نوحہ گر۔ ماتم کرنے والا۔ مرنے کا
بیان کر کے رونے پٹنے والا۔

غالب کا مطلب یہاں اجورہ
دار نوحہ گر سے ہو۔ گھنڈو وغیرہ
میں ایسے لوگ جو اہمیت پر ماتم
کریں۔ اب بھی ملتے ہیں جن کو

بوسریہ کہتے ہیں۔
سمند ناز۔ وہ گھوڑا جو ناز سے
چلتا ہے۔

گمر۔ گوہر کا مخفف بمعنی نسل اور
اصل۔ عالی گمر۔ اچھی نسل والا۔

۹۸

منظور نہیں۔ نسا ہو مستحق مطلق
کی کراخ اس شعر میں منظور
نہیں۔ کو منظور کے لفظ کی معنی کے

لحاظ سے ہیں دکھائی نہیں دیتا
کی جگہ استعمال کیا گیا ہو منظور
نظر کا معقول ہو یعنی وہ چیز جو نظر
آئے۔

تنگ نظر فی۔ چھوٹے حوصلے والا
مالی طرف کی ضد ہو۔ غفلت کے
فعلی معنی پر تین ہیں۔ اصطلاحاً
حوصلہ تنگ نظر فی یعنی کم چمکی
استعمال ہوا۔

دردی کش۔ تھکاپینے
والے۔

پتیا تہ حرم۔ جام حرم۔
افشر وہ انگور۔ وہ شراب جو
انگور پھوڑ کر تیار کی جائے۔

۹۹

اہل تیش۔ غور سے دیکھنے والے
لوگ۔

لطمہ موج۔ موج کا تھپڑ۔
ہما۔ ہمیں العناد نہ زائد کیا
گیا ہو جیسے وادرنیا ہیں۔
سہد۔ ٹوکرا۔

۱۰۳

تہما بٹھنا لگ گیا۔ تہما بٹھنے
کا مرض لگ گیا۔
زوال آما دہ۔ آما دہ زوال

یعنی زوال کی طرف مائل۔

۱۰۶

مضمون کی ہوا باندھتے ہیں
مضمون کا اعتبار بڑھاتے ہیں۔ آج
ہوا باندھتے ہیں۔ اپنا رعب جلانے
ہیں۔

واشنگل۔ چول کا کھٹنا۔
واماندگی۔ مجبوری۔

سادہ چمکار۔ (دون اضافت)
وہ شخص جو باوصف سادگی علیٰ رہا
چمکار۔ یعنی عیار آنا ہو۔

۱۰۶

بجانِ اسد۔ اسد کی جان کا
قسم۔

۱۰۸

عقب بھا۔ انجام کار اس کا مادہ
عقب ہوا۔

۱۰۹

بنات النفش۔ آسمان پر شمال
کی طرف سات ستارے۔
نات کو نظر آتے ہیں ان میں سے تین
پنگ کی صورت میں جن کو خجار
سمجھا جاتا ہے۔ چار ستارے

ان کے گرہ ہیں و خجار۔ سے کے
اٹھانے والے خیال کیے جا رہے
ہیں۔ یہ مفہوم غلط ہے کہ عرب
ان ستاروں کو لو کہتا ہے
ہیں اور اس لیے بنات النفش کہا
بلکہ واقعہ یہ ہے کہ عربی محاورے
ہیں ابن انش کی حج بھی شائد
مستعمل ہو۔ اردو زبان میں
ان ستاروں کو سات پہلو ہیں
کہا جاتا ہے کہتے ہیں۔
ماہ کفال۔ اشارہ ہو حضرت
یوسف علیہ السلام سے۔

۱۱۰

شور پیدگی۔ دیوانگی۔
روکشی۔ مقابلہ۔

۱۱۱

دو زور۔ لائق۔
لہذا سبلا ب سبلا ب۔
جھاپ۔
تکبو ہیں۔ ملامت۔

۱۱۳

نظارہ سوڑ۔ جس کا نظارہ
نہ ہو سکے۔
پوالہوس۔ ہوسناک۔ بڑے۔

کی طرف اشارہ ہو)

۱۱۴

سفر لہب۔ وہ شخص جو کہ
ظرافت کے پردہ میں سفر
کرے۔

۱۱۵

بھروں۔ آلودہ کروں۔
مخرف۔ بھرنے والا ٹیٹھا۔
ایرا دینا۔ شطرنج کی ایک
اصطلاح جو صوبہ بادشاہ کی چال
کے لیے کوئی ایسا خانہ جس میں
حائے سے اس کو مفر ہوا بی نہیں
رہتا کسی دوسرے مہرہ کو ایسی
جگہ پر کہ بادشاہ کا حجاب ہو جائے
رکھا جیتے ہیں۔ اور شطرنج کی چال
میں ایسی چال کو ایرا دینا کہتے ہیں
یعنی لوگ اس چال کو اردب
یا اردب بھی کہتے ہیں۔

کشت۔ یہ بھی شطرنج کی ایک
اصطلاح ہے جو صوبہ چال چلتے چلتے
بادشاہ کسی ایسے خانہ میں جائے
جہاں پر فریق مخالف کی چال سے
اسے فتنہ ہو تو اسے کشت پڑنا
کہتے ہیں۔ ہندی میں کشت۔
مصیبت یا وقیع پڑنے کو

کہتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اسی
ہندی لفظ سے شطرنج والوں نے
یہ مادہ لیا ہے۔ کیونکہ تحقیق یہی ہے
کہ شطرنج کا کھیل اول اول ملک
ہندوستان میں ایجاد ہوا تھا

فارسی شہزادوں میں کشت کے متعلق
لکھا ہے کہ یہ قسط کو بگاڑ کر بنایا گیا ہے
قسط بمعنی عدل کے ہیں اور چونکہ
شطرنج کا بادشاہ عادل نہیں رکھتا اس
لیے اس کے لیے قسط کا لفظ استعمال
کرنا مناسب نہ سمجھ کر ایک محل لفظ
کشت گھڑ دیا گیا ہے تاکہ عدل پر
دلالت نہ کیے لیکن میں یہ نتیجہ
بہند نہیں بلکہ قرین قیاس ہے
ہو کہ کشت سنسکرت لفظ
کشت بنایا ہے۔

۱۱۶

وارستہ۔ آزاد۔

اپنے سے کھینچنا ہوں۔ اپنے
سے حاصل کرتا ہوں۔

زبونی ہمت۔ کمر ہمتی
الفعال۔ اثر قبول کرنا۔

ترکان سوزن کو۔ سوزن غم
کی شرکاء مراد ہو۔

۱۲۰

آئینہ ناکہ دیکھنے پر سے نہ ہو
اس مصرع میں ناکہ کا ترجمہ عجیب ہے

۱۲۱

پڑی ہم۔ شہزادہ فارسی کا لفظ ہم
کو اضافت کے ساتھ استعمال
کیا گیا ہے جو صحیح ہے لیکن اردو
میں یہ لفظ بلا اضافت کے
استعمال ہے۔ پڑی ہم کے لفظی معنی
ہیں ایک دوسرے کے بچے گھبرا
گھبرا۔

صدر۔ سومرتہ۔

ہم۔ عربی لفظ ہے جس میں پیشہ
ہو بمعنی غم اردو میں بلا تکرار
استعمال ہے۔

تیغ دودم۔ دودھاری تلو

۱۲۰

جامہ داترگوں۔ اولٹا ہوا پیر

۱۲۲

پرنیاں۔ حریہ۔ نشی پڑا۔

۱۲۵

حاصل۔ بمعنی محصول یعنی جو چیز
حاصل ہو۔

با تھ دھو بیٹھا۔ اسید پر جاننا

آرزو خرامی - خرام حسب راد
آسامی - صبح کھج اسم اردو میں ہے
لفظ واحد کے طور پر یعنی کاشٹکار
مستقل ہے۔

۱۳۶

سیلی خارا - پتھر کی ضرب
ہمارے بھی مشہور زبان ہے
بولنے پر آخر آئیں تو دوسرے کو
قائل کر دیں۔
سرکشنگی - نشہ نراب سے
بے ہوشی۔

غلط بردار - اس کاغذ کہتے
ہیں جس پر سے حروف ہر آسانی سے
جائیں۔

۱۳۷

بوچرینغ کشتہ - بھجے ہوئے
چراغ کی ہستی۔

۱۳۵

نوا پر داز - بولنے والی۔
عشاق - عشاق۔ اہل غار کے
یہاں ایک راجگی کا مہو مارا
معلوم یعنی لاکھوں میں سے ایک
ساز کی صدا سمیت سے غالبانے
اس لفظ کو یہاں استعمال کیا ہے

۱۳۶

انکوش - ملاست۔

۱۳۹

خرقہ - بالکسر قطعی معنی - پٹیا پڑنا
کپڑا۔ اصطلاح فقرا میں خرقہ جب
سجادہ جاماد۔
بے صرفہ - فضول۔
لیئم - کجوس۔

۱۵۰

قطع روہ اضطراب - وہ رستہ
جو امتاض اضطراب میں ملتا ہے
یعنی جو ہستال جہاں ہے
سال - اس شعر میں بھی عمر کا ہر
پال تدر و تگہ ابر۔
جاداد - جائے داد۔

جوش ہبار - منظور عالم کے
حرف اشارہ ہو۔

نامراد بے مراد وہ شخص جس کی
مراد پوری نہ ہو۔

۱۵۱

شرما جائے ہو - بیمار ہو چھپ
جانے کے معنی میں استعمال ہوا ہے

طرز تفاعل - وہ ظاہری تفاعل
جو سخن چھپانے کے لیے مڑا جائے
تفاعل کے لفظی معنی ہیں جان بیکھر
بامعظمت کرنا۔
دل پیچھا جائے ہو - دل اڑے
ہوا جانا ہے۔

رنگ کھلنا - رنگ کھلنا۔
اتنا ہی چھینتا جائے ہو۔
اتنا ہی اگر طما جاتا ہو۔

۱۵۲

نسل نہالی - قائلین کی تصویریں
(نہالی معنی تو شک و حالچہ)
برو - سردی۔

لیالی - لیل کی معنی نہ عربی میں لیل
راست کہتے ہیں۔
نیہ - اودھار۔ نیہ
تجلی کی طرف اشارہ۔

۱۵۳

دراغ سال - وہ شخص کدراغ
میں کا سرمایہ و نشان ہو۔
ساش گفتن ما - کھلنے کے وقت
برگ - ساز و سامان۔
معلوم - یہاں نفی کے معنی میں
استعمال ہوا ہے۔
خواب گل پریشیاں ہو۔

اس امر کی طرف اشارہ ہو کہ پھول
کی پتھریوں میں کبھ جانے کا ادھ چھپا
ہوا ہے۔

۱۵۵

قدم منزل میں ہی ہیاں منزل ہو
مرا درادہ منزل ہو۔
دل شوریدہ۔ سودائی دل۔

۱۵۶

وہ شبانہ کی سرستیاں :-
عمر جوانی کی طرف اشارہ ہو۔
گل کرتنا۔ شگوفہ چھوڑنا یعنی کوئی
فساد کی بات کر کے آپ میلحدہ ہو
جانا۔

فروا۔ آنے والا کل دشرے میراد
لی جاتی ہے،
دی۔ مگر راہوا کل۔
قیامت گزر گئی۔ نہایت سختی
گزر رہی۔

۱۵۷

تسکین کو ہم نہ روئیں ہم تسکین
دل کا غم نہ کریں۔
میرے پتے سے میرے دفن
کے پتے سے
ساتی گری کی شرم کرو۔ دل

میر کر شراب پلا دو۔

۱۵۸

اعمار۔ عمر کی عربی جمع ہے۔

۱۶۱

صاعقہ۔ بجلی جو زمین پر گرے۔
باد وہوشینہ۔ رات کی پٹی ہوئی

شراب۔
روزگار۔ زار۔ دنیا کا بازار یعنی پیٹھ

۱۶۳

شادمانی کی۔ شادمانی حاصل کو
کا ترجمہ ہو۔ یعنی میں نے شادمانی
حاصل کی۔

۱۶۴

ریشی بختنا۔ مگنا اس کے معنی زنجی
ہونا غلط ہیں،
حافظ اگر گئی۔ حافظ زائل ہو گئی

۱۶۵

سخت قریب۔ ریا دور قریب۔
رزق ہم۔ ایک دوسرے کا
رزق۔
اہل ہوسن قریب۔
پاول اٹھنا۔ بھاگ جانا۔
علم ہوئے۔ فوج کا جھنڈا بن گئے

عقد گردن جو ہیاں۔ مشرق کی
گردن کی لڑی ہیاں بر عقد لکھتے معنی
لڑی ہو اور بالفتح بمعنی محلہ ہیاں بکھ
اور بالضم بمعنی شکل یا گتھی۔

۱۶۶

ہوا سے دل۔ نوا ہوا دل۔
رازہ وار دان بھا پلا ہوا سے دل۔
وہ فوجان جنہیں خواہشات انسانی
میں مبتلا ہوئے غور و غور ہوا ہی

۱۶۰

جھاڑی نشاط عشق کی مستی ہے۔
سب نشہ آثار دیتے۔
آگے آگے۔ تیرے حال ہوتا۔

ہمیشہ کھاتے تھے جرمی جان
کی قسم آگے۔ اس مصرعین
"آگے" بمعنی زمانہ سابق آیا ہوا۔
اس سے پہلے مصرعوں میں زمانہ
آئندہ کے معنوں میں استعمال ہوا تھا

۱۶۱

چرخ ملک بیا۔ آسمان نشا
دار۔
فضل بیا۔ وہ روپہ جو ایک لائٹ
دوسرے بادشاہ کو اپنے ملک پر
فوج کشی نہ کرنے کے معاوضہ میں

ادا کرے۔

۱۶۶

گفتا میں آدے۔ بولنا شروع
کرے۔ زفا سی کانرچہ پر اردو میں
سوا خاں کے اور کسی نے نہیں لکھا

۱۸۰

اہل جہت۔ اہل دل۔

۱۸۱

بیدارے خیال۔ مصرعے خیل
گرائی۔ ارزا ئی کی ضد یعنی ہنگامین
اس کے دوسرے معنی بہاری پرکے
ہیں ہیں۔
گرو باد گولاب

۱۸۳

گنگر استغنا۔ گنگر گنگو کا مخفف
علامت کا وہ نمبر جس سے سب سے
ادھ بنایا جاتا ہو۔ استغنا ہ معنی
بے پردہ۔ گنگر استغنا سے ملوثان
بے پردہ والی مراد ہو۔

۱۸۴

سرگزشت۔ انجلی کی پر۔

۱۸۵

پشت گرمی۔ یعنی پشت بانی و
اعانت

۱۸۶

جائے مٹی اپنے کو کھینچا چاہیے
کھینچا چاہیے بیان دوسری میں متعل ہو
ایک یعنی حروف جو کوشدن کانرچہ
ہو دوسرے پستی پر ہر کرنا۔

۱۸۸

درس عنوان تماشا کہ کتاب وید
بار کے مغلے کی ہتید
دیدہ حیرال۔ حیرت عشق مراد ہو۔

۱۸۹

بات بننا۔ سمیرکان پرنا۔
بات بنانا۔ کسی داخلہ کو توڑ کر
اپنے حسب مطلب الفاظ میں کونا
کسی پر بن جانا۔ مصیبت میں مبتلا
ہو جانا۔

۱۹۰

آبگینہ۔ شیشہ دل سے مراد ہو
کوہ ششوق کی سنگدلی کی طرف
اشارہ ہو۔
موٹے شیشہ۔ وہ بال جو شیشہ
میں پڑ جاتا ہو۔

دیدہ ساغر کی شرکائی کرے۔
دیدہ ساغر کی پلکس میں جلے۔ لبتا
وہ ساغر کے لیے باعث حفاظت
ہو جائے۔

خط عارض کو لکھا ہو زلف کو
العتف سے عہد راسخ؛ اعنت
سے خط عارض کے نام زلف کے
تسلیم عہد نامہ لکھ دیا ہو کہ زلف پہ کچھ
چاہے اسباب پریشانی مچ کرے
میں نیار ہوں۔

۱۹۲

لنچ بالیں ہو۔ تیکہ کے لیے تیشہ
سرشک۔ آنسو۔
نورالعین۔ آنکھ کا نور۔ آنکھ کی روشنی
جوان آبیٹا۔

برنج روار۔ پھل کھانے والا۔ مجازاً
ہمیشہ۔

برنجوری۔ بیماری۔

۱۹۴

اردی۔ داری تیشہ کا نام ہر دو
ہمارے۔ آنا ہو۔
وس۔ داری تیشہ کا نام ہر دو
نور۔ ہونا ہو۔

۲۰۰

دامن افشانی، ترک تعلقات
ذہبی سے مراد ہو۔

سنگ فساں - دہتر میں ہو
”لہار وغیرہ کو گھس کر دھار رکھتے ہیں
پیش ہائے پہنائی ہو۔
غالب میں یا تصویریں آکر تسلی دینے
کی طرف اشارہ ہو۔

۲۰۱

ہنگامہ یارِ بے ہنگامہ فریاد
یارِ بے معنی شاعر نے فریاد کے
فارسی محاورے سے لیے ہیں۔ ناز کا
میں یارِ بے وفا کی دھینک کے سرفہر
استغاثہ ہوتا ہو۔
میرزا اصحاب - خود غالب
سے مراد ہو (شعر)

۲۰۲

قیس کو کہ کن ہتھیں، جھڑکا
نام ہو اور کو کن سے فریاد کی طرف
اشارہ ہو۔

پیر و ستن - ستوت جہانی۔
پیر کنال - حضرت ایتوب علیہ السلام
سے مراد ہو۔

شست - نشاد
گیرائی - گرفت کی قوت۔

۲۰۳

عبارت مختصر - فقرہ مختصر
نظاری - بدکھنے والا۔

۲۰۴

جنوں علامت - جنوں کی علامت
رکھنے والا۔
کشاد و سبب - پکوں کا کھلنا۔
مندانہ۔

سبلی ندامت - ندامت
کے طرف سے سزا کا چھڑ
درم - بھڑور۔

۲۰۵

آکھیں ہی دکھلا دے مجھے۔
مجھ سے خفا ہی ہو جا۔

۲۰۶

کعبہ میرے پیچھے آؤ، بسکہ میرے
پیچھے پڑ رہا ہو یعنی اصرار کر رہا ہو۔
کلیسا مارے آگے - کلیسا سنانے
سے بار بار ہو۔

۲۰۷

گراں نشیں - بدترک قائم
بہنے والا
گر نیل پا - بھلا گئے والا۔ مجازاً اپنا پیمانہ
خوں بہا دیجے۔ خوں بہا پیش دیکھ

روانی روش - روانی رفتار۔
فصحت - قیام کی صحت

تا خدا - یہ لفظ فارسی میں ہندی
ہو چکا ہو یعنی نہیں ہو۔

اصل میں ناہ کیجوا تھا یعنی کشتی
کا ٹھیکنے والا۔ بلکہ کرنا کھوا ہوا۔ اور آخر
میں نا خدا بن گیا یعنی میں ایک سلمان
قوم آباد ہو جانا خدا کھائی ہو۔ یہ لوگ

عربی اصل ہیں۔ اول اول کو گن رہا
آکر آباد ہوئے تھے۔ ان کا پیشہ ملائی
ہو سکن ہو کہ ان کو یہاں کے ہندو
نے ان کے پیشے کے لحاظ سے نا کہیا
کہا ہوا اور رفتہ رفتہ یہ لوگ خود اپنے
کو خدا کہنے لگے ہوں۔ مصنف یہاں
کھتا ہو کہ یہ لفظ اصل میں نا خود ہو
لیکن نا کو ہندی اور خدا فارسی ہو اس
یہی یہ ظاہر ہو کہ اصل یہ لفظ ہندوستان
ہی کی پیداوار ہو۔

۲۰۹

شاداب رنگ - رنگ درگ
میں ڈوبے ہوئے۔
ساز کا - ساز کی جھجھنے بلجے
مست طرب - نشہ طرب سے
پے ہوش۔

جوئے بار - نر جوئے بار نر
فری - والی میں جو آواز ہوتی ہے

نغمہ کیا گیا ہی پڑی شب بیدار کل جدید
اور لذت پسو

۲۱۰

شوخی و مذاں - خوبی و مذاں سے
مرا ہو -

ایک جہاں زانو - سوچ - اور
تال کی مقدار کو غالب نے یک
جہاں زانو کے الفاظ سے ظاہر کیا ہے
اور زانو کو اس لیے پیراثر مفہور
تھیں یا یہی کہ انسان تال اور سوچ
کے وقت گھٹنے پر سر رکھتا ہے -

تھا - سر کے نیچے کا حصہ - لیکن
اس لفظ کا استعمال مطلق نیچے
کے معنی میں ہوتا ہے - درحقیقت بھندہ
کے معنی "منہسی کے بعد"

و مذاں در دل افشرون -
فارسی کا محاورہ ہے یعنی مکر و ہمت
اور مصائب میں ثابت قدم رہنا
اور کثرت سے مصائب برداشت
کرنے -

محیط - لفظی معنی گہرنے والے
کے ہیں جب لفظ بحر کے
استعمال ہوتا ہے تو اس کے معنی
سمندر کے ہوتے ہیں کیونکہ وہ
بڑا عمیق و گہرا ہے جسے بڑا دریا
کے شراکت پر لفظ بحر کے بھی صرف

محیط سمندر کے معنی میں لکھتے ہیں -
یہاں غالب نے بھی یہی معنی لیے ہیں
یعنی دل کو آنسوؤں کا سمندر فرض
کیا ہے -

آشنا - پیراک

۲۱۱

حسن بے پروا حسن بے نیاز
خیریدار شریع جلوہ - خواہ سنگار
جلوہ افروزی -

آگہی - خبر داری اور ہوشیاری -

۲۱۱

غبار وحشت جنوں - ناش
سب مراد ہے -

طرہ لیلے - موعدا کا استعارہ
طرہ - راستے کے ال غوارف سے
برآدی جاتی ہے اور زلف کے تراکوب دریا شاہ کا
طرب انشا - خوشی پیدا کرنے والی
لحنت جگر - جگر کے وہ نگرشے جو
آنسوؤں کے ساتھ خوں ہو ہو کر نکلا
کرتے ہیں -

گوہر شکست - گوہر کو زخم سے
نسبت دیتے ہیں گوہر شکست سے
وہ زخم مراد ہو جو عاشق کے سر پہ پڑنے
سے پیدا ہو

سر بر ہونا - عمدہ برآ ہونا -

۲۱۲

کڑی کمان کا تیر - وہ تیر
بہشت ہرزی کے ساتھ آئے -

۲۱۴

زہر آب آگاتا ہو مجھے - زہر آب
سے یہاں مراد غم اور غصے سے ہے
زہر آب کہ بظنی جس نے زہر آب ہوا ہونا
زہر کے لفظ کو فارسی شعر نے اصل
معنی کے علاوہ محاورہ غصہ و غضب
کے معنی میں بھی استعمال کیا ہے اور
اس کو شلو سے تشبیہ دی ہے کیونکہ
رہر و مدین محاورہ ہے - اسی فارسی
محاورہ سے غالب نے اس شعر میں
زہر آب آگاتا لکھا ہے -

۲۱۵

کو کبر - جماعت خاندان شاہی

۲۱۶

طرہ پر تیج - ٹھہ - وہ اپنے
میں بہت سے تیج ہوں -

پیچ و خم نکلیے - رشتہ کل کا

۲۱۸

جیب خیال - دل سے مراد ہے
کچھ نظر آتا نہیں ہے - کچھ
نہیں -

شست خاک کو دی تھی بھنگ
کے برابر ہو یعنی بے حقیقت ہو۔

۲۳۳

ہجوم نالہ ۔ اسے ہجوم نالہ
حیرت عاجز غرض یک افشاں
وہ حیرت جو ایک آدمی نہ کر سکے
خس ہو دندال گرفتار غرض
دندال گرفتار غرض محاورہ ہو
جو اظہار مجر کے ہو تھے بولاجا نا ہو
یہ اس کا ترجمہ ہو۔

چال نشان ترسیدادہ ستھکا
یا پھرتی سے جان لینے والا۔
یہ کثرت غم سے ۔ اس قدر
کثرت غم سے ۔

شناع دست گرداں ۔ وہ سوا
جو نقد فروخت ہو۔

فلان م صرصر ۔ اندھی اور بھکڑ
کا طوفان ۔

مرجاں : نباتات کی ایک قسم جو
آب شور میں پیدا ہوتی ہو مندر
سے باہر اگر وہ شل پھر کے جاتی
ہو جس کو حجر اجمہ کہتے ہیں۔

ہندی میں مونکا مشہور ہو۔ کہا
جاتا ہو کہ پچھلے زمانے میں اس بڑی
دھنت کا چراغ سمندر میں روشن
کرتے تھے جو پانی میں گل نہیں ہوتا

تھا۔ اسی چراغ چراغ کے خیال کو
شاعر نے اس مصرعے میں
"چراغ روشن اپنا قلم مصرعہ کا چراغ"
نظم کیا ہو۔

۲۲۵

شانہ کش : نگینی کرنے والی۔
نالہ : شک کی تھلی جو ہر ن کے
ناف سے نکلتی ہو۔

آہو سے دشت قرار : ہمارے
جنگل کا ہرن "تارخرا سان میں ایک
شہر ہو جہاں ہرن بخت ہوئے ہیں
فارسی شعر کے یہاں یہ لفظ بخت

الغ بھی آیا ہو۔ اسی طرح غالب نے لکھا آ
چھڑ کے ہو شبنم آئینہ برگ
گل پر آب : اس مصرعے میں
فارسی محاورہ آب بر آئینہ بخت سے

شبنم کا آئینہ برگ گل پر پانی پھرنے
کا خیال لایا ہو۔ ایران میں چونکہ کسی کو
رضعت کہنے وقت آئینے پر پانی
چھڑکنے کی رسم مروج ہو اس لیے آب
بر آئینہ بخت کے معنی رضعت کرنے کے
ہو گئے۔

خبر خوری : یعنی خبر دار نہ ہو۔

۲۲۶

شوقی عنان گسیختہ : عیش و نوتی

لفظی معنی وہ شوق میں کی ہاگ
باتھ سے چھوٹ گئی یہاں عیش
اشک سے مطلب ہو۔

پینہ پینا : وہ روٹی جو شراب
کی تھلی کے ڈاٹ کے کام میں لائی
جائے۔ روٹی کا دنگ چمک پید
ہوتا ہو اس لیے صبح کی پید سے
تشبیہ دی ہو۔

۲۲۷

جی جلنا : جی کڑھنا۔

۲۲۹

ڈوروتہ جام : شراب کی تلچٹ
بات پینا : وصل ہونا۔
اہرام : چکا کرنا (وعدے کی
مقبوضی کرنا)۔

۲۳۰

پندار : غور۔

* * *

قصید

قصیدہ اول

تیغ کوہ - پناہ کی چوٹی -
کاچین طرب - سوچی کا لطف
اٹھائے والی -
خشار - لہوی سخی تریچہ کو پناہ سے
دبا کر چوڑے کے ہیں - مجاز آئنی کو
کھینچیں -

راہ خواہیلم - وہ راہ جس پر
کسی کی آمد و رفت نہ ہو سسنان
پڑی ہو -

دو جہاں ابر - کثیر ابر -
طیاقی گلزار - گلزار طاق - اس
طاق کو کہتے ہیں جو بڑے بڑے گلزار ہیں
میں سب سے بڑا نمایاں طاق ہوتا کہ
اس طاق میں گل کا ہر ایک کام نہایا
جاتا ہو اور اس کو گلدستوں سے
سجا جاتا ہو -

خلوت کدہ - غنچہ باغ خود باغ سے
مراد ہوا ضامنیا بیابانیہ ہو -

ساز - سامان -

طناہ - وہ ڈوری جس سے سہار
دیوار کی کچی دراغی کو تپتا ہو -

مرو صہ بال پر ہی - وہ نکھاجو پر ہی
مازوں سے بنایا جائے -

مہر نماز - چدرہ گاہ -
استظہار - پشت پناہ ہونا -

مددگار ہونا -
دست دہا آئینہ - یہاں اضافت

مقلوب ہو یعنی آئینہ دست دعا -
خیمہ زدہ سیلاب - موج سیلاب
کا استعارہ ہو -

قصیدہ دوم

جنون و تمکین - دریا کی وہوشیاہ
باد بدست - پشیمانی و چکر
مراد ہو -

خاکسہ ہر فرق - ذلت کی طرف
اشارہ ہو -

گردہ تصویر زمین - کرہ زمین -

دل الفت نسب - الفت سے
نسبت رکھنے والا دل -

سینہ توحید رضا - وہ سینہ
جو وحدت سے معمور ہو -

قصید سوم

نہام - چلنور -
پیک - (قدم) ایک حرفت

نسبت نامی - معنی فاصد و ہر کارہ
لوحش - اللہ فاری میں اشارہ
کی جگہ ہوتے ہیں عربی میں سندس نہیں

مرشد جام - مولانا اکبر جام سے
مراد ہو جو صوفیوں میں مقدم ہر گ
ہیں اور ان کا لقب زہد و بخل تھا -

تیغ خصم نیام - وہ تلوار جس کا
میان دشمن کا جسم ہو -

فن صورت گری - فن تصویر کشی
و تنگ گاہ - وہ سراپہ جو کسی کے قبضہ و

تصرف میں ہو - اہل حرفہ کے کاغذ
کو بھی کہتے ہیں یہاں مراد قدرت سے ہے

ادقام عربی میں گھوڑے کے
منہ میں لگام دینے کو کہتے ہیں مطلق
صورت میں ایک خنجر کے دو سروں
کو بیکر پڑنا مراد ہو۔
توضیح فرمان

قصیدہ جہام

یسیمیا۔ جادوگری کا ایک فن ہو
جس سے اشکال وہی وغیرہ بھی
جن کا وجود نہ نظر آنے لگتے ہیں۔
سرنگ۔ یہ لفظ سزا و سزاہنگ
سے مرکب ہو۔ فوج لگے وہ
سب پاہی جو مخالف کے سر لینے کا
قصد رکھتا ہو۔
واں لکھا ہو چھوڑ قصہ کھلا۔
اس ہمسری میں کھلا یعنی صاف
صاف۔

آزر۔ حضرت ابراہیم کے چچا یا
والد کا نام جو بخت نرا ہی اور بت
پرستی میں مشہور تھے۔ اسباب
بت تماش کو کہتے ہیں۔
طبلہ عنخیر۔ عنبر کا ڈھ (طبلہ ایک
خاص قسم کے ایک رختے بجے کو
کہتے ہیں)۔

بدرتہ۔ نئی سننے رہبر کے ہیں
صاحبقران۔ وہ بادشاہ جو

قرآن غفلتی کے وقت پیدا ہوا ہو۔
علم نجوم میں قرآن غفلتی ستاروں کا
اس ہیئت کو کہتے ہیں جو وقت
خاص پر واقع ہوتی ہو اس ساعت
میں جو بادشاہ پیدا ہو جانا ہو کہا جاتا
ہو کہ اس کی سلطنت ہیبت وسیع
اور عرصت کسفا نام رہنے والی ہوگی
ہو۔ بادشاہ صاحبقران سے عموماً بادشاہ
جلیل القدر اور فاتح سے مراد ہوتی ہے

(۱) شہنوی آموں کے نعرہ بین

تمغ زر۔ سونے کا بیون جو خسرو
پر وینے ایسے سونے سے بنایا تھا
جس کو پاتھ سے دبا کر جو چیز چاہتے تیا
کہہ لیتے کہتے ہیں کہ اسی سونے سے
بعد میں کسریٰ نے ساگ تیار کیا
تھا۔

طلارے دست افشار۔ وہ
سونا جس کو پاتھ سے دبا کر جو چیز چاہیں
تیار کر لیں خسرو پر وینے کے سونے
کی طرف اشارہ ہو۔
نخل باغ سلطان۔ ولیعہد سے
مراد ہو۔

ولایت عہد۔ یہاں عہد پرستی
عہد و پیمان آیا ہو۔

حمایت عہد۔ زمین کی حمایت
مفیض۔ فیض پہنچانے والا۔

قطعات

(۱)

فلک شطر۔ وہ بادشاہ جس کا
شطرنجی لبنی فلک کی سی ہو۔

فرق ارادت۔ سراسر ارادت۔
اورنگ۔ تخت۔

اکلیل۔ تلخ۔
نشانہ زلف الہام۔ الہامی
دھاتی کو سلجھانے والا۔

مادہ۔ دسرخوان۔

بذل خلیل۔ حضرت ابراہیم خلیل

کی سخاوت۔

توفیر۔ زیادتی۔

تقلیل۔ کمی۔

شور و صوت۔ علم نجوم کی مطلق

میں ہرچ کئے نام ہیں۔ مادہ بچ

ثور اور زہو۔ کاج چھت میں قیام

سارک ہونا ہو۔

تحویل۔ نئی معنی نوٹنے یا واپس

ہونے کے ہیں علم نجوم کی اصطلاح ہیں

کسی سیارے کے بیچ میں داخل

ہونے کو کہتے ہیں۔

یعین۔ ضامن۔

انجلیح - مطلب پورا ہونا۔

اقبال - ملتفت ہونا۔

لقمانی داڑھی - دست تالی میر
سمرہ - مشہور کتاب جس لقا کی داڑھی
کھا کر لایا اما ایک فرضی شخص تھا
جس کی داڑھی میں موتی بروسے گئے

امر کی زنبیل - اس سے عریض

کی زنبیل مراد ہے جس کا ذکر دوستان

ابہر عرہ میں ہو کما ہوا ہو کہ جو کچھ

زنبیل میں پڑتا تھا غائب ہو جانا تھا

اور وہ کبھی بڑھتی تھی۔ غالب نے

عمر کا ملاحظہ الف سے لکھا ہے اور

سیم کو کھڑک استعمال کیا ہے زنبیل

فارسی زبان میں چمڑے کی جھولی

کو کہتے ہیں جو نظر اکتے ہیں؟

ابہام - کسی بات کو پردہ سے

کہنا۔

۲

خیروں کی وفاداری کی تعریف

کیا کرتے تھے۔ تقریر کرنا یہاں

بیان کرنے کے معنی میں استعمال

ہوا ہے۔

بگڑنا - لڑائی ہو جانا۔

۳

مطر - تازہ۔

ہفت نظر - نذر بد دور اُردو کا

معاورہ ہی عربی میں ملے حلی سے

صفت ہے جس کے مختلف معنی ہیں مثلاً

پرندوں کا پتھر پڑانا یا مائی کرنا۔

۴

انگشت بد مذاں ہونا، حیرت

زدہ ہونا۔

سرب گریباں ہونا۔ فکر مند ہونا

چیز پر غور کرنا۔

شکر خان خود آرا حسینان خود آرا

انگشت مسی آلودہ - وہ اگلی جو

بیچ کی اگلی اور چھٹکیا کے درمیان ہوتی

ہے جس کو عورتیں عموماً مٹی لگانے

میں استعمال کرتی ہیں۔

مانا کیے - ساند کیے۔

تکمرہ - فارسی میں یعنی گھنڈی مستقل

ہو۔ لیکن ہماری زبان اردو میں اس

حلقے کو کہتے ہیں جس میں گھنڈی ڈالی

جاتی ہو۔

ناقہ سلما - سلما کی اوٹنی۔

۶

حرف کلاہ - ٹوپی کا گوشہ۔

۱۰

نظارگی - نظارہ کرنے والا ہے۔

غالب نے اس لفظ کو اسی معنی میں

ایک نزل میں بھی لکھا ہے۔

شرف مہر جہاں تاب - شرف

آفتاب یعنی برج محل میں آفتاب کا

پونچنا۔

عقبرہ - ٹوپی ہے۔

۱۱

بادر مہر پر ٹھنڈی ہوا۔

نفر کو - خوش گو۔

وفا رتنا عذاب النار۔

اے ہمارے خدا۔ ہمیں جہنم کے

عذاب سے محفوظ رکھو۔

۱۲

سیر کلیم - سیرِ شبست۔

۱۳

طوسے - بلا۔

۱۶

کاؤل پر ماتھ دھڑا۔ دوسرے

جو دربار شاہی میں ایک دوسرے

کو سلام کرنے کے لیے ادا کی

جاتی تھی یعنی رعب شاہی کی وجہ

سے لوگ حبیب باہم ایک دوسرے

کو سلام کرتے تھے تو جہاں سے آتے

پر ہاتھ رکھنے کے کاولوں پر ہاتھ

رکھتے تھے۔ دوسرے	باہر دھرنے کے یہ ہیں کہ کسی چیز سے	راہی کا اظہار کرنا ہے
	رباعیات	
رباعی نمبر ۴	کا غذا باد۔ تنگ۔	کے ہاں پکارتی تھی۔
جان در و تہبہ۔ وہ جان	۶	۱۰
جس کا آواز در سے ہو۔	ترند۔ رنجیدہ۔ اندوگین	سافل :- بچے ہونے والا
۵	۹	(عالی کی صند۔)
حسد قماش۔ وہ شخص جس نے	مشاہ پسند وال :-	————— ❦ —————
حسد کا جامہ پہنا ہوا پسند	مڑگ کی دال جو ابو ظفر بادشاہ	

وہ اشعار اور قطعات جو دیوان مروجہ میں نہیں

قصیدہ نمبر ۱	دہریہ ہیں۔ تہیتی موتی۔	نصف جگہ اللہ بخشے گی بھی ہاتھ لگا کر گئے
قور وین۔ ایرانی سال کا پہلا مہینہ	منظون۔ خیالی اور دہریہ۔	منہ پر خیال بڑا ہی بیابان ہی جسے شاہو نے
جو موسم بہار میں جوتا ہو اور	مہر فرخیز شہید شکوہ۔	۸ نمبر
تقریباً آٹھ مہینے اور	فرز ہیں۔ شہر کے ایک مہر کا نام	فحالی کہتے دلا
ہندی ماہ چیت سے مطابق ہوتا ہے	آپری جو جگہ ٹوٹے کے اور سب مہر	بایں پیر۔ جس کام کا ارادہ
شہور۔ چچ شہر یعنی حیدر۔	کی چال چل سکتا ہو۔	کر لیا گیا ہو۔
انگٹا خاص۔ تصویروں کا گھر و گھر	موسکب سوار ہونا سواروں کی جامعیت	سرخ شور۔ وہ فوجی اشخاص ہیں
جو قسم قسم کی تصویروں سے آراستہ	یہاں موسکب خاص شاہی سواری سے	جسم پر اسلحہ پہنے ہوئے ہوں اور
ہو۔	مراوا ہو۔	خلاف جماعت کے پریشاں کرنے
گدیہ گر۔ دبوزہ گرفتیر۔	گور۔ لٹری معنی تیر اور جھلکے ہیں	دلے ہوں
	کور خراقتا غلوبہ لٹری کہ عاتقوں سے	تمام شد